مواعظ فقیہ الامت

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ
مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند

جلد: چہارم

ترتیب جدید
محمد فاروق غفرلہٗ
خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

تفصیلات

نام کتاب:.................................مواعظ فقیہ الامت (چہارم)

افادات:.................................حضرت اقدس فقیہ الامت قدس سرہ

ترتیب جدید:.................................محمد فاروق غفرلہ
خادم جامعہ محمودیہ علی پور میرٹھ

تعداد:.................................۵۰۰۰

کمپوزنگ:....................مجیب الرحمن قاسمی لکھیم پوری شعبہ کمپیوٹر جامعہ ہذا

سن اشاعت:.................................۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء

صفحات:.................................۲۶۶

قیمت:............

-: ناشر :-

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

اجمالی فہرست

مواعظ فقیہ الامت

جلد: چہارم

تمت وبالفضل عمت

....

تفصیلی فہرست

مواعظ فقیہ الامت

جلد: چہارم

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

تمت وبالفضل عمت

بدعت

اس بیان میں

☆...... بدعت کس کو کہتے ہیں؟

☆...... بدعت کی مذمت وشناعت اور اس کے نقصانات

☆...... بدعت تمام گناہوں سے زیادہ خطرناک ہے

☆...... بدعتی کا کوئی عمل مقبول نہیں۔

....

بدعت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" الآیۃ۔ (سورۂ مائدہ:۳)

دین کی تکمیل

قرآن کریم میں ہے: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الاِسْلَامَ دِیْنًا" (سورۂ مائدہ:۳)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل مکمل کردیا، تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔ اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لئے) پسند کرلیا۔ (توضیح القرآن: ۱/۳۲۵)

جب اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کردیا تو کسی اور شخص کو اس میں اضافہ کا کیا حق ہے؟ کوئی حق نہیں۔

احداث فی الدین

اسی لئے حدیث شریف میں آتا ہے:

"من احدث فی دیننا هذا ما لیس منه فهو ردٌّ" (ابن ماجہ:۳)

جو شخص ہمارے اس دین میں کسی ایسی چیز کا اضافہ کرے جو دین سے نہیں وہ رد

ہے قابل قبول نہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص آپ کے سامنے کوئی چیز پیش کرتا ہے، اور دین بتا کر پیش کرتا ہے، کہ یہ دین ہے، یعنی اس کے کرنے سے حق تعالیٰ راضی ہوتے ہیں، حق تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے، جنت ملنے کا ذریعہ ہے، جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے، اس کے یہ اثرات ہیں، اس حیثیت سے اگر کوئی شخص کسی چیز کو دین کے طور پر پیش کرتا ہے، اور اس کو دین بتاتا ہے۔ تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ چیز قرآن وحدیث میں منقول ہو، آپ اس سے سوال کیجئے، کہ بھائی صاحب یہ دین کی چیز ہے............ تو قرآن کریم میں تو ہوگی، قرآن میں اعلان کیا گیا ہے

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" [دین کامل کردیا ہے]

قرآن نے جب اعلان کردیا، دین کے کامل ہونے کا، تو یہ چیز قرآن میں ہوگی، اگر قرآن پاک میں نہیں ہے، یا قرآن کریم میں تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی نہیں، امت تک پہونچائی نہیں، تو رسالت سے اعتماد کو ختم کرنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا: "یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ" (سورۂ مائدہ: ٦٧)

[اے رسول! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کرو، اور اگر ایسا نہیں کروگے تو (اس کا مطلب یہ ہوگا کہ) تم نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا۔]
(توضیح القرآن: ۱/۳۵۵)

تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے، جو چیز آپ پر نازل کی گئی ہے، اسکو پہنچائیں، اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پہونچائی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو امانت دی گئی تھی، پہونچانے کیلئے دی گئی تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امانت کو نہیں پہونچایا، بڑی

خطرناک بات ہے، حضور اقدس ﷺ کو دین جس طرح سے عطا ہوا ہے، جو امانت جس طرح عطا ہوئی، اس کو اسی طرح پہنچایا، تمہارا یہ خیال کرنا، کہ نازل ہوئی تھی قرآن کریم میں یہ چیز لیکن حضور اقدس ﷺ نے نہیں پہنچائی اس سے رسالت سے ہی اعتماد اٹھ جاتا ہے، نہ حضور اقدس ﷺ کو یہ اختیار ہے کہ جو چیز پہونچانے کیلئے دی گئی ہے، اسکو نہ پہنچائیں، اور نہ یہ اختیار ہے، کہ کوئی چیز اپنی طرف سے گھڑ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کریں۔

"وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ۔ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ" (سورۃ الحاقۃ: ۴۴،۴۵)

[اور اگر (بالفرض) یہ پیغمبر کچھ (جھوٹی) باتیں بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے۔ پھر ہم ان کی شہ رگ کاٹ دیتے۔] (توضیح القرآن: ۳/۱۷۹۵)

غرض کوئی چیز قابل اعتماد باقی نہیں رہ جاتی، اور اگر کہو کہ حضور اقدس ﷺ نے تو ساری چیزیں امت کو پہنچائیں، اور اس میں تو ہے نہیں، لیکن حضور اقدس ﷺ نے حدیث پاک میں کوئی بات فرمائی، حدیث بھی تو وحی خفی ہے، جس طرح...... قرآن مجید وحی جلی ہے، اسی طرح حدیث شریف وحی خفی ہے، اسمیں فرمایا ہے اور قرآن پاک کی طرف منسوب نہیں فرمایا۔

مثال کے طور پر قبر کو سجدہ کرنا، اللہ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنا، اس کو دین سمجھ کر کیا جارہا ہے، یا دین بتا کر کیا جارہا ہے، تو اس کے لئے ثبوت کی ضرورت ہے، کہ قرآن کریم میں ہے؟ قرآن پاک میں نہیں ہے، کیا نازل ہوا تھا، حضور اقدس ﷺ نے پہنچایا نہیں، حضور اقدس ﷺ سے بے اعتمادی ہے؟ اگر حضور اقدس ﷺ نے اپنی ذمہ داری پوری کی تو کیا حدیث میں ہے کہیں۔

محدثین کا کارنامہ

حضور اقدس ﷺ کی تیئس سالہ مبارک زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس کو

....

محدثین نے محفوظ نہیں کیا ہو، چپہ چپہ سے چھانٹ چھانٹ کر سب کچھ تلاش کر کے محفوظ کر دیا ہے، جمع کر دیا ہے، کوئی حدیث ضائع نہیں ہونے دی ہے، اگر حدیث میں بھی نہیں آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو حدیث سے سمجھا ہے، یا اس پر عمل کیا ہے، نہیں! جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت پر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے:

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ" [میری سنت کو لازم پکڑو۔]

خلفائے راشدین کا اتباع

اسی طرح خلفاء راشدین کی سنتوں پر عمل کرنے کا حکم فرمایا:

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ"

(الترغیب والترہیب: ۷۸/۱، ابن ماجہ: ۵)

[میری سنت کو اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑلو۔]

تو خلفاء راشدین کی سیرت میں بھی موجود ہے یہ چیز کہ نہیں، اگر خلفاء راشدین کی سیرت میں اور ان کے اعمال میں بھی یہ موجود نہیں تو ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت میں موجود ہے کہ نہیں جن کے متعلق آپ نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم

"اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ" (الحدیث)

(مشکوۃ شریف: ۵۵۴، میزان الاعتدال: ۱/۲۰۷)

[میرے صحابہؓ ستاروں کے مانند ہیں، ان میں سے جس کی اقتدا تم نے کرلو گے تم ہدایت پاجاؤ گے۔]

کسی صحابیؓ نے قبر پر سجدہ کیا ہے یا نہیں؟ اگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

آ ثار یا ان کی زندگی میں موجود نہیں۔

ائمہ مجتہدین پر اعتراض

تو حضرات ائمہ مجتہدین جنہوں نے دین کے مسائل بے شمار قرآن کریم سے احادیث وآ ثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے استنباط کر کے نکال کرامت کے سامنے دنیا کے سامنے رکھدیئے ہیں، کیا ان حضرات کے یہاں کہیں ہے؟ ان کے یہاں بھی نہیں تو بتائے یہ دین کی بات کیسے آج اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ قبر کو سجدہ کرنا زندہ پیر کو سجدہ کرنا کسی اور کو سجدہ کرنا دین کی بات ہے۔

قرآن پاک پر اعتراض

تو پھر یا تو وہ قرآن کریم پر اعتراض کر رہا ہے، اس لئے قرآن کریم نے آج سے چودہ سوسال پہلے اعلان کیا تھا: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" الآیہ۔ (سورۂ مائدہ:۳)

[آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔] (توضیح القرآن:۱/۳۲۵)

وہ اعلان (نعوذ باللہ) صحیح نہیں حالانکہ یہ دین کی بات ہے، جب یہ دین کی بات ہے، تو قرآن کریم نے اسکا بیان نہیں کیا، لہٰذا قرآن کا اعلان:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" الآیہ۔ (سورۂ مائدہ:۳)

وہ صحیح نہیں ہے، نعوذ باللہ منہ اس اعلان کو غلط مانتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض

یا پھر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتا ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آمین بنایا تھا، حکم کیا تھا کوئی امین بنایا تھا، حکم کیا تھا؟ کہ جو دین کی چیز تم پر نازل کی جائے وہ دوسروں تک پہونچا دو، وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پہونچائی، لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کی امانت و دیانت کو وہ مخدوش نظر سے دیکھتا ہے، اعتماد نہیں کرتا۔

صحابہ کرام پر اعتراض

یا پھر وہ صحابہ کرامؓ کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پہونچادیا تھا، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ تو خود عمل کیا نہ دوسروں تک پہنچایا، حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خود حکم کیا تھا:

"بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً" (الحدیث) (کنز العمال: ۱۰/۲۲۳)

میری طرف سے ہر چیز جو تم کو پہنچی ہو، وہ پہنچادو، حتی کہ کسی مصلحت سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث کو کسی کے سامنے بیان نہیں کیا، لیکن جب انتقال کا وقت آیا، اس وقت سنایا، مصلحت کیا تھی، جو شخص "لا الہ الا اللہ" پڑھے وہ جنت میں جائیگا، مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ حضور! آپ لوگوں سے ایسا مت کہئے کہ لوگ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے اعمال نہیں کریں گے، انکو اعمال کرنے دیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی بات ہے۔ (مسلم شریف: ۱/۴۵)

چنانچہ حدیث کی اشاعت کی ضرورت نہیں سمجھی روک دیا گیا، پھر ان صحابی نے اخیر وقت میں انتقال سے پہلے اس حدیث کو بیان کیا۔

تو پھر جو چیز عمل سے متعلق ہو اسکے لئے عملی نمونہ یا اس کی کوئی مثال ہونا ضروری ہوتا ہے۔

پھر یہ شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض کرتا ہے، کہ تقریباً یہ ایک لاکھ چوبیس ہزار تعداد کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کچھ ایسی تھی جو چھوٹے تھے بچپن میں انتقال کر گئے، اور کچھ ایسے تھے، جو بڑے ہوئے کتنوں نے احادیث بیان کی، کتنوں نے احادیث بیان نہیں کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتنی بڑی تعداد کہ جس کے صدق پر پورا اعتماد کیا جائے، انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل نہیں کیا، اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض ہو تو پھر

دین کے آگے بڑھنے کی کوئی صورت ہی نہیں، اللہ نے نازل کردیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کر بتادیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد نہیں کیا جائے، تو پھر حضرات تابعین کے پاس دین کیسے پہنچا؟ تبع تابعین کے پاس کیسے پہنچا؟ اسکے پہنچنے کی کوئی صورت ہی نہیں، اسی وجہ سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد لازم ہے۔

"الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عدُولٌ" (شرح الطیبی: ۲۰۹/۱۱، باب مناقب الصحابة)

نقل دین میں سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں کسی صحابی نے ساری عمر میں کوئی حدیث جھوٹی گھڑ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جو چیز نقل کی دین کی نقل کی اس لئے سارے کے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں، کسی صحابی پر بھی کسی قسم کی جرح کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا معمول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا، کہ جمعہ کے روز مسجد نبوی میں منبر نبوی کے رمّانہ پر ہاتھ رکھ کر احادیث بیان کرتے تھے۔

"سمعت صاحب هذا القبر صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول۔الخ"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا درس حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہفتہ میں ایک روز اپنے یہاں مجلس منعقد کرتے تھے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرتے تھے۔ (بخاری شریف: ۱/۱۶)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ احادیث بیان کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ احادیث بیان کر رہے ہیں۔

ضرورت حدیث

کسی شخص نے کہا: کہ احادیث ہمارے سامنے بیان نہ کیجئے ہمارے سامنے آیات

قطعیات بیان کیجئے، تو گویا کہ جی کے اندر انکار حدیث کسی کسی کے اندر اسوقت بھی پیدا ہو چکا تھا، آنحضرت ﷺ نے مجلس میں پاس بلا کر فرمایا، بتاؤ اگر قرآن پاک تمہارے یا جو تمہارے ہم خیال ہیں ان کے حوالہ کر دیا جائے تو قرآن میں بتاؤ گے نماز پانچ وقت کی ہے، قرآن میں بتاؤ گے؟ فجر کی دو رکعت مغرب کی تین رکعت عشاء کی چار رکعت ہیں کہیں؟ قرآن میں بتاؤ گے دو رکعت کے بعد قعدہ کرنا چاہئے؟ قرآن میں بتاؤ گے زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے؟ چاندی کا نصاب کتنا؟ سونے کا کتنا؟ گائے کا کتنا؟ بکری کا کتنا؟ بتا سکتے ہو؟ اگر تمہارے حوالہ کر دیا جائے قرآن پاک تو اسمیں دیکھ کر بتا سکتے ہو، کہ چور کا ہاتھ کٹے گا کس وقت میں کتنی چوری کرنے پر کٹے گا؟ اس کا نصاب کیا ہے؟ اور ہاتھ کہاں سے کٹے گا، گٹے سے کٹے گا، کہنی سے کٹے گا، یا کندھے سے کٹے گا؟ اگر تمہارے حوالے کر دیا جائے، قرآن کریم تو اس میں دیکھ کر بتا سکتے ہو کہ طواف کے سات شوط ہیں صفا و مروہ کے درمیان سعی کے سات چکر لگائے جائیں گے؟ فرمایا: کہ دیکھو احادیث کو سنو سمجھو اس پر عمل کرو تو راہ راست پر رہو گے، ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے، اسلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو احادیث کو جمع کیا آپ کے پاس قبر پر سجدہ کرنا غیر اللہ کو سجدہ کرنے پر کوئی دلیل قرآن میں ہے نہ احادیث میں ہے، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں ہے، نہ ائمہ مجتہدین نے قرآن و احادیث کسی میں سے استنباط کیا ہے، پھر یہ دین کیسے ہوگا، جو شخص آج غیر اللہ کو سجدہ کرنے کو دین کی بات ثواب کی بات بتاتا ہے، یا تو وہ قرآن کریم کو جھٹلاتا ہے، کہ قرآن کا اعلان "الیوم اکملت لکم دینکم۔ الخ" جھوٹ ہے نعوذ باللہ تو جو شخص قرآن کریم ہی کو جھوٹ بتاتا ہے، اسکی نجات کہاں اسکے پاس ایمان کہاں یا پھر وہ حضور اقدس ﷺ پر اعتراض کرتا ہے، کہ اللہ نے تو قرآن پاک میں نازل کیا تھا لیکن حضور اقدس ﷺ نے نہیں پہنچایا، یا پھر وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض کر رہا ہے، کہ حضور اقدس ﷺ نے تو بتایا تھا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر نہ خود عمل کیا نہ امت کی رہنمائی کی نہ امت کو بتایا، یا پھر وہ براہِ راست منصب نبوت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، کہ جس طرح حضور اقدس ﷺ بیان فرمایا کرتے تھے، کہ فلاں چیز دین ہے، فلاں

چیز پر عمل کرنا، فلاں چیز پر عمل کرنے سے نجات ہے، فلاں چیز پر عمل کرنے سے جنت ملے گی، جہنم سے نجات ہوگی، جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے، اسی طرح مجھے بھی اس کا اختیار ہے، اپنے لئے منصب نبوت کو تجویز کر رہا ہے، یہ چیز کتنی خطرناک ہے؟

بدعتی کی مذمت

اس لئے ابن ماجہ (ص:٦) کی حدیث میں ہے: "لا یقبل اللہ لصاحب بدعة صلوٰة ولا صوما ولا صدقة ولا حجة۔ الخ" [جو شخص بدعت میں مبتلا ہو اللہ تعالیٰ نہ اس کی نماز قبول کرتا ہے، نہ روزہ نہ کوئی صدقہ۔ الخ]

ایک روایت میں ہے کہ وہ دین سے ایسے نکل جاتا ہے، جیسے تیر شکار کے بدن سے نکل جاتا ہے، آج کل تیر سمجھنا مشکل ہے، لیکن گولی سمجھنا آسان ہے، ہرن کو گولی مارو، اس کے بدن سے وہ پار ہو کر نکلتی ہے، بدن میں باقی نہیں رہتی، اسی طرح دین اس شخص کے اندر سے نکل جاتا ہے۔ اس لئے غیرِ دین کو دین سمجھنا بڑی خطرناک چیز ہے۔

شیطان کا اعلان

حدیث شریف میں آتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا ہے جنت سے اور شیطان کو بھی بھیجا لعنت کا طوق اسکے گلے میں ڈال کر بھیجا ملعون بنا کر بھیجا۔

"وَ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ" (سورۂ ص:٧٨) [اور یقین جان قیامت کے دن تک تجھ پر میری پھٹکار رہے گی۔] (توضیح القرآن: ١٤٠٦/٣)

شیطان نے کہا یا اللہ اس آدم کی وجہ سے تو نے مجھے جنت سے نکالا، لعنت کا طوق پہنا کر میں بھی اس کی اولاد کو جنت میں آنے نہیں دونگا۔

ارے سمجھ رہے ہو شیطان نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر رکھا ہے، کہ جتنی اولاد آدم ہے

کسی کو جنت میں جانے نہیں دونگا، گناہ کرادونگا، اس سے اللہ نے فرمایا اچھا تو ان سے گناہ کرائے گا میں انکو توبہ کی توفیق دوں گا، توبہ کریں گے، گناہ معاف ہو جائیں گے، اس نے شیطان نے کہا اچھا میں ان کو بدعات میں مبتلا کروں گا۔

توبہ آدمی اس چیز سے کرتا ہے، جس کو گناہ سمجھتا ہے، جس کو گناہ ہی نہ سمجھے، اس سے توبہ کے کیا معنی! وہ تو اس کو دین سمجھ کر کرتا ہے، بدعت ہر وہ چیز ہے، جسے دین سمجھ کر کرتا ہے حالانکہ وہ دین نہیں کسی مسلمان کو آپ نے دیکھا کہ روزہ رکھنے سے توبہ کی ہو، نماز پڑھنے سے، حج کرنے سے زکوٰۃ دینے سے، توبہ کی ہو، توبہ تو گناہ سے کی جاتی ہے، اس نے تو جس بدعت کو اختیار کر رکھا ہے، دین سمجھ کر اختیار کیا ہے، اس سے توبہ کیسے کریگا، اس لئے اکابر کا قول ہے، کہ سب سے زیادہ خطرناک چیز بدعت ہے، ایک آدمی زنا کرتا ہے یقینا زنا خطرناک چیز ہے، اتنا خطرناک کہ قرآن نے کہا:

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا" (بنی اسرائیل:۳۲) [اور زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو۔] (توضیح القرآن:۸۶۵/۲)

کہ پاس بھی مت جانا اگر پاس گئے تو وہ اپنے اندر کھینچ لیگا، جب آدمی زنا کرتا ہے، عین زنا کی حالت میں وہ مومن نہیں رہتا، گناہ کا ثبوت دو گواہوں سے ہو جاتا ہے، مگر زنا کا ثبوت چار گواہوں سے ہوتا ہے، زنا کی سزا اتنی سخت ہے، محصن (شادی شدہ) کو سنگسار کر دیا جاتا ہے، مگر بدعت زنا سے بھی زیادہ خطرناک ہے، چونکہ زنا کو گناہ سمجھ کر کرتا ہے، اس سے توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے، اور بدعت کو دین اور ثواب سمجھ کر کرتا ہے، اس سے توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوگی، اس لئے بدعت تمام گناہوں سے زیادہ خطرناک چیز ہے، لہٰذا اس سے بچنے کی بہت ضرورت ہے، اللہ پاک ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین!

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

❑❑❑

حقیقت نسبت

اس بیان میں

☆......نسبت کی تعریف

☆......نسبت کے اقسام

☆......نسبت کے حصول کے طریقے

☆......نسبت کی حفاظت کی صورتیں

☆......نسبت سے متعلق اکابر کے واقعات وارشادات

....

حقیقت نسبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ!

ذکر سے ایک نسبت پیدا ہوجاتی ہے، مذکور کے ساتھ، جب آدمی اللہ تعالیٰ کا نام بار بار لیتا ہے، تو اس کا خاص تعلق ہوجاتا ہے، اس کے اوپر خصوصی اثرات مرتب ہوتے ہیں، اسی کو نسبت کہتے ہیں، ویسے تو نسبت نام لگاؤ اور تعلق کا ہے، ہر مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ لگاؤ اور تعلق ہے۔ اور ایسا تعلق جو خصوصی اثرات لئے ہو وہ ذکر سے پیدا ہوتا ہے، بسا اوقات ایک مجمع کا مجمع ذکر میں مشغول ہے اتنے سارے قلوب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہیں خدا سے رحمتیں مانگ رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی دریائے رحمت اور دریائے مغفرت جوش میں ہے، جتنا جتنا مانگتے ہیں، اس سے زیادہ زیادہ ملتا ہے، پھر اس سے جب نسبت حاصل ہوجاتی ہے، وہ بھی نسبت ہی ہے، اس میں کچھ مغالطہ نہیں لیکن یہ نسبت سارے ماحول کے اثر سے ہے، اسی وجہ سے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے، کہ ذکر کرنے کے بعد آدمی باہر نکلا تو جو کیفیت رمضان میں حاصل ہوئی تھی، اب وہ رہی نہیں ختم ہوگئی۔

اقسام نسبت

اسی وجہ سے فتح العزیز میں سورۃ اقراء کی تفسیر میں لکھا ہے، کہ نسبت کی متعدد قسمیں ہیں، ایک نسبت انعکاسی کہلاتی ہے۔

نسبت انعکاسی

نسبت انعکاسی کا حال یہ ہے کہ ایک کا دوسرے پر عکس پڑتا ہے، جتنے ذاکرین ہیں سب کے سب ذکر کرتے ہیں، ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے، اس سے نسبت پیدا ہو جاتی ہے، یہ ایسا ہے جیسا عطر فروش کے پاس کوئی آدمی گیا وہاں اگر بتی سلگا رکھی ہے، اور عطر کی شیشی کھول رکھی ہے، وہاں بیٹھتے ہی اس کی خوشبو محسوس ہوگی، وہ یقینا خوشبو ہی ہے کچھ غلطی نہیں، شیطان کی تلبیس نہیں اسمیں یقینا خوشبو ہی ہے، حقیقتا ہے خوشبو مگر کوئی شخص یوں سمجھنے لگے کہ یہ خوشبو میری ہے، میرے اندر سے پیدا ہو رہی ہے، مجھے حاصل ہوگئی ہے، یہ غلط ہے، دوکان سے اتر آیا بس ختم ہوگئی، اسی طریقہ سے اکابر کی مجلس میں بیٹھنے سے، اکابر کی صحبت میں بیٹھنے سے تعلق قلب پر ہوتا ہے، وہ باہر جا کر ختم ہو جاتا ہے، کبھی کبھی اکابر اس نسبت پر بھی اجازت دیدیتے ہیں، نسبت بہت معمولی سی ہے، لیکن سالک کی استعداد سے سالک کی رفتار سے یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ انشاء اللہ چلے گا وہ اس کو اجازت دیدیتے ہیں، بعضے آدمی تو اس اجازت کے بوجھ میں دب کر بہت مضمحل ہو جاتے ہیں، سوچ میں پڑ جاتے ہیں، مجھے اجازت دیدی میرے پاس کچھ ہے نہیں، جو کچھ اس کے لئے معمولات تجویز کئے گئے تھے، اس کے اوپر بڑی کوشش سے پابندی سے کام کرتا ہے، تو جتنا جتنا عمل کرتا جاتا ہے اسی قدر اس کی نسبت قوی ہوتی جاتی ہے۔

حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

میں نے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت نسبت کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کی توفیق کا نام ہے، نسبت، اللہ تعالیٰ نے جس بندے کو اخلاق فاضلہ عطا فرمائیں اخلاق فاضلہ کیا ہیں؟ اخلاق فاضلہ صبر ہے، شکر ہے، حلم ہے، سخاوت

ہے، ایثار ہے، یہ اخلاق فاضلہ یہ اخلاق فاضلہ اس کے اندر آتے ہیں، اوران اخلاق کی ضد ہیں، وہ اس میں سے نکل جاتی ہیں۔

اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ

اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کیا ہیں؟ نماز سے اس کو ایسا لگاؤ پیدا ہو جائے، عبادات سے ایسا تعلق پیدا ہو جائے کہ بغیر اس کے صبر نہ آئے جیسے ایک صحت مند جسم ہے، انسان کا اس کو بھوک لگتی ہے، پیاس لگتی ہے، غذا کھاتا ہے، اس کے اندر خون پیدا ہوتا ہے، اعضاء رئیسہ میں جاتا ہے، تمام اعضاء اپنا اپنا کام کرتے ہیں، اور بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں، اپنے کام میں اگر اس کو کھانا نہ ملے تو بے چین ہوتا ہے، اور بھئی ایک ایسا آدمی بیمار ہے، معدہ کام کا نہیں کمزور ہے وہ کھاتا ہے، جتنا کھاتا ہے، وہی اس کے لئے بوجھ ہو جاتا ہے، ہضم نہیں ہوتا پریشانی ہوتی ہے، بھوک نہیں لگتی، زور دیکر کسی کے اصرار سے کھاتا ہے، اور کھاتا ہے تو اس سے خون صالح تیار نہیں ہوتا بس ایسا ہی ہے کہ جس شخص کے قلب کے اندر ایک لگن پیدا ہو جائے رغبت پیدا ہو جائے طاعات کی، قربات کی، تو شیخ اس کو اجازت دیدیتا ہے، جیسے تندرست بدن کو بغیر کھائے چین نہیں آتا اور بھوک لگتی ہے، اس کو اسی طرح عبادات اور اعمال صالحہ کی طرف سے اتنا تعلق ہو گیا، کہ بغیر اس کے چین نہیں آتا، وہ آدمی ایک صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں، ایک تو اس فکر میں ہے کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے، دوکان میں کیا ہو رہا ہے؟

جلدی جلدی امام صاحب نماز سے سلام پھیریں اور میں جاؤں گویا نماز بوجھ بنی ہوئی ہے، دوسرا شخص چاہتا ہے، کہ کیا اچھا ہو دیر تک امام صاحب نماز پڑھاتے رہیں، تو ظاہر بات ہے دونوں کی نماز میں بڑا فرق ہو گیا، ایک کی نماز اللہ کے قرب کو ابھارتی ہے، دوسرے کی نماز کا یہ حال نہیں، بس جب انسان کے قلب میں ایک کیفیت پیدا ہو جائے

طاعات اور قربات پر عمل کرنا اس کے لئے طبعی طریقہ بن جائے جیسے بھوک لگتی ہے، کھانا کھاتا ہے، اسی طریقہ پر نماز پڑھتا ہے، اسی طریقہ پر قرآن کی تلاوت کرتا ہے، ذکر کرتا ہے، بغیر اس کے چین نہیں آتا ہے، تو انسان کا ایک ظاہر ہے، ایک باطن ہے، تو ظاہر میں جو کیفیت ہے، اعمال کی جوارح سے جو اعمال صادر ہوتے ہیں، یہ اعمال اس کیفیت باطنہ سے پیدا ہوتے ہیں، اس کا داعی اور باعث کون ہے، کوئی خارجی چیز نہیں کہ لوگ دیکھ لیں کہ اچھی طرح نماز پڑھ رہا ہے، نماز کو نہیں گیا تو لوگ شکایت کریں گے، اس قسم کی کوئی چیز نہیں بلکہ طبیعت میں ایک قسم کی چیز ہے جو خداوند تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے پر ابھارتی ہے، بغیر اس کے چین لینے نہیں دیتی تو وہ کیفیت قلبیہ اس کو طریقت کہتے ہیں، اور اس کیفیت قلبیہ سے جو اعمال صادر ہوتے ہیں، وہ شریعت کہلاتی ہے، قلب میں سوز وگداز ہے مسجد میں آئے بغیر چین نہیں پڑتا اور جب وہ کیفیت زور پکڑتی ہے، تو آدمی چلتا ہے، مجبور ہوتا ہے، مسجد میں آتا ہے، نماز پڑھتا ہے، تو اعضاء وجوارح نے اتباع کی اس کیفیت قلبیہ کی۔

شریعت وطریقت

وہ کیفیت قلبیہ طریقت کہلاتی ہے، اور اس پر جو اعمال صالحہ مرتب ہوتے ہیں، وہ شریعت کہلاتی ہے، تو شریعت اور طریقت دو چیزیں ہیں، مگر یہ دونوں ایسی بندھی ہوئی اور ساتھ ساتھ ہیں کہ جب وہ کیفیت پیدا ہوگی، تو آدمی لامحالہ اعمال جوارح کریگا، کیفیت قلبیہ نہ ہو تو اعمال جوارح کی پرواہ نہیں کرے گا، آ گیا پکڑ لیا کسی نے چل نماز پڑھ اچھی بات ہے، اس کی کیفیت اور ہے لہذا وہ کیفیت قلبیہ پیدا ہوتی ہے، اگر مستقر اور راسخ ہو جائے، تو وہی نسبت ہے، اسی سے اعمال صالحہ اخلاق فاضلہ حاصل ہوتے ہیں، تو ایک نسبت انعکاسی ہے، اس مجمع کے ایک جگہ ذکر کرنے سے ہر ایک کے قلب

پر اس کا اثر ہوتا ہے، لیکن اس کے او پر قناعت کر کے نہیں بیٹھ جانا چاہئے، زیادہ سے زیادہ محنت کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

نسبت القائی

دوسری قسم کی نسبت، نسبت القائی کہلاتی ہے، القائی کا حاصل یہ ہے کہ چراغ جل رہا ہے ایک شخص محلہ کا آتا ہے، چراغ کی بتی سے اپنے چراغ کی بتی جلاتا ہے، اس کے اندر بھی روشنی آجاتی ہے، وہ لے جاتا ہے، اپنے گھر میں رکھتا ہے، تو یہ اس چراغ سے روشنی حاصل کر کے اپنے گھر تک روشنی لے گیا، پہلا شخص دوکان پر بیٹھا ہوا عطر کی خوشبو آ رہی تھی، بس خوشبو اس دوکان تک محدود تھی، اور یہ شخص روشنی بھی گھر لے گیا ہوا کے جھونکوں سے بچاتا ہوا اپنے گھر لے گیا، گھر میں رکھا اپنے گھر میں روشنی ہوگئی، جس کمرے میں چراغ کو رکھا وہ کمرہ روشن ہو گیا، مگر بھائی اس میں دیکھ بھال کی ضرورت ہے، اس چراغ میں بتی باقی رہے، تیل باقی رہے، تیل ختم ہو گیا، اور ڈال دیا، بتی کمزور ہو گئی، تو اور ڈال دی، حفاظت کی ضرورت ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے، کہ ہوا کے سخت جھونکوں سے بجھ بھی جاتی ہے، یہ نسبت نسبت القائی ہے کہ آدمی شیخ کے قلب سے اپنے قلب کے اندر روشنی لیکر چلا مگر وہ روشنی ابھی اتنی کمزور ہے کہ اندیشہ ہے کہ بجھ نہ جائے، اور یہ بجھتی ہے، ہوا کے جھونکوں سے کون سی ہوا، معاصی سے معاصی کے ارتکاب کرنے سے وہ روشنی ختم بھی ہو جاتی ہے، اس لئے اس کی دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے، دیکھ بھال کرتا رہے اس کی بتی کو ابھارتا رہے، اس میں تیل ڈالتا رہے، ہوا کے سخت جھونکوں سے بچاتا رہے، روشنی رہے گی، اس سے دوسروں کو بھی فائدہ ہوگا۔

نسبت اصلاحی

تیسری نسبت، نسبت اصلاحی ہے، جو پہلی دونوں نسبتوں سے زیادہ قوی ہے، اصلاح

کا حال یہ ہے، کہ ایک بڑا سمندر ہے وہاں سے کھدائی کرکے ایک نہر کو لے آیا باغ تک اور اس کے اندر پانی جاری کر دیا، تو وہ پانی دریا سے آتا ہے، نفع دیتا ہے، خوب چلتا ہے، دریا میں پانی کی روانی خوب ہے وہیں سے پانی اس نہر میں آرہا ہے، غلہ جات بھی اس سے پیدا ہونگے، اور بھی لوگ اس سے پانی لیکر اپنی تعمیر میں خرچ کرینگے آدمی بھی پیئیں گے جانور بھی پیئیں گے، لوگوں کی پیاس بھی اس سے بجھے گی یہ سب کچھ ہوگا، یہ نسبت زیادہ قوی ہے، اس کا حال یہ ہے کہ کچھ تنکے، لکڑی، کوڑا کرکٹ اسمیں آ گیا تو چوں کہ پانی کی روانی تیزی کے ساتھ ہے تو پانی اس سے رکے گا نہیں، تو ایسے شخص سے کچھ بے احتیاطی بھی ہوئی، کبھی ذکر چھوٹ بھی گیا ناغہ بھی ہوگیا لیکن اس کا تعلق اتنا گہرا ہوگیا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ نسبت ختم نہیں ہوتی۔

نسبت اتحادی

چوتھی نسبت جو ان تینوں سے قوی ہے، وہ اتحادی کہلاتی ہے، اتحادی کا حال یہ ہے، کہ شیخ کے ساتھ طالب کو اتنا گہرا تعلق ہوگیا، کہ اس کے رنگ میں رنگ گیا دونوں یکساں ہوگئے، میں نے متعدد حضرات کو دیکھا ان کو شیخ کے ساتھ اتنی گہری نسبت، اتنا گہرا تعلق کہ صورت بھی انہیں جیسی ہوگئی، اس کا قصہ بہت مشہور ہے۔

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور نانبائی کا واقعہ

دہلی میں ایک بزرگ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے استفادہ کیا ہے، ان کے ہم عصر تھے، حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ شارح مشکوٰۃ انہوں نے بھی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا ہے، ان کی خدمت میں رہے ہیں، خواجہ صاحب کے یہاں ناوقت مہمان آ گئے ایسی حالت میں کہ گھر میں ان کے لئے

کھانے پینے کا انتظام نہیں، قریب میں کوئی نانبائی تھا، باورچی کی دوکان کرتا تھا، اس کو خیال ہوا، اُوہو! ان کے یہاں مہمان آ گئے اچھی بات، میں کھانا لیکر چلتا ہوں، خوان لگا کر کھانا عمدہ لیکر حاضر ہوا تو بہت خوش ہوئے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات کا طریقہ کچھ ایسا ہی ہے، ان کی ذات کو فائدہ پہنچانے والی کوئی چیز ہدیہ کی جائے اس سے زیادہ خوش نہیں ہوتے، ہاں اگر مہمان آ گئے اور ایسے مہمان جنکی خاطر کرنے کا خود ان کا دل چاہ رہا ہو کہ مہمان کی خاطر مدارات کریں، ان کے یہاں ایسے وقت میں کوئی چیز لے آئے تو بہت خوش ہوتے ہیں، انہوں نے باورچی سے خوش ہو کر پوچھا مانگ کیا مانگتا ہے، باورچی بیچارہ ایسا ہی آدمی اس نے کہا اپنا جیسا بنا دو حضرت نے کہا کچھ اور مانگ لے، اس نے کہا میری یہی خواہش ہے، اپنا جیسا بنالو۔

خود اس سے پوچھا تھا، کیا مانگتا ہے، اب اس کی فرمائش بھی پوری کرنا ضروری ہو گیا۔

اپنے حجرے میں بیٹھ کر توجہ دی وہ ایسا ہی ہو گیا، جیسے حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے، کواڑ کھولے تو لوگوں نے پہچانا نہیں، پہچاننا مشکل ہو گیا، فرق تھا تو یہ تھا، کہ حضرت وقار اور اطمینان سے بیٹھے تھے، اور وہ باورچی مچھلی کی طرح تڑپتے تڑپتے ختم ہو گیا، جو سوزش جو گداز، حضرت کے قلب میں تھا اور مدت دراز میں وہ حاصل ہوا تھا، تھوڑا تھوڑا کر کے اور قلب کو اس سے مانوس کیا تھا کہ قلب اس کو برداشت کر لے اس باورچی نے خدا کے بندے نے بیک وقت سارے کو لینا چاہا قلب میں کہاں گنجائش تھی، ختم ہو گیا، تفسیر فتح العزیز میں سورۂ اقراء کی تفسیر میں یہ واقعہ موجود ہے۔

یہ نسبت، نسبت اتحادی ہے، یہ اعلیٰ درجہ کی ہے مگر بہت شاذ و نادر ہے، کسی شخص کے ہزاروں مریدین ہوں، سالکین ہوں، ایک دو کو وہ نسبت حاصل ہوتی ہے، ورنہ عموماً حاصل نہیں ہوتی۔

....

نسبت اتحادی کے حصول کا طریقہ

میں نے حضرت شیخ سے پوچھا یہ نسبت کیسے حاصل ہوتی ہے؟ فرمایا جب آدمی کو اپنے شیخ سے محبت ہوتی ہے پھر محبت کے نتیجہ میں عشق ہوتا ہے، تو اپنی صفات فنا ہوتی ہیں، اور شیخ کی صفات اس کے اندر منتقل ہوتی ہیں، اپنے اندر جو خرابیاں تھیں، اخلاق رذیلہ تھے، اعمال سیئہ بھرے ہوئے تھے، آہستہ آہستہ وہ ختم ہوتے جاتے ہیں، اور شیخ کے جو اعمال صالحہ، اخلاق فاضلہ، اس کے اندر منتقل ہوتے چلے جاتے ہیں، یہ نسبت اس طریقہ پر حاصل ہوتی ہے، یہ اتنا آسان کام نہیں اس کے لئے تو بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

رائپور میں کوئی صاحب آئے تھے، ایک بڑا مجمع کا مجمع ذکر کر رہا ہے، سر دھن رہا ہے، انھوں نے کہا یہ چکی تو ہم سے نہیں پیسی جائے گی، دو تین دفعہ اس فقرہ کو انہوں نے کہا یہ ان کا فقرہ حضرت کو پہنچ گیا، حضرت نے ان کو بلایا، کہا کیسی چکی؟ ابھی تو زمین کو صاف کرنا ہے پھر زمین کے اندر کانٹے بھرے ہوئے ہیں، پھر پتھر پڑے ہوئے ہیں، سانپ بچھو بھرے ہوئے ہیں، اس زمین کو کھدائی کر کے صاف کر کے پتھر الگ صاف کرنے ہیں، بچھو سانپ الگ کرنے ہیں، ان کے اندر پانی ڈالنا ہے، پھر اس کو کاشت کے قابل بنانا ہے، پھر ہل چلا کر اس میں بیج ڈالکر اس کی نگرانی کرنی ہے، پھر کہیں جا کر دانہ پیدا ہو، اس کھیتی کو کاٹنا ہے، پھر بھوسہ الگ کرنا ہے، پھر مشین میں لے جانا ہے، آٹا پیسنے کے لئے تو وہاں چکی کا نمبر ہے، آپ نے ابھی کہدیا یہ چکی ہم سے نہیں پیسی جائیگی۔

مطلب یہ ہے کہ قلب کی زمین کا حال یہ ہے جب قلب کی زمین کا حال یہ ہے تو ابھی چکی پیسنے کا کیا سوال؟ ابھی تو کھدائی کی ضرورت ہے ابھی تو سانپ بچھو کانٹے بھرے ہوئے

ہیں، اس کو نکال کر پھینکنے کی ضرورت ہے، تاکہ کاشت کے قابل ہو، اس کے اندر پانی دیا جائے ہل چلایا جائے بیج ڈالا جائے پھر کھیتی تیار ہو اس کے بعد چکی کا نمبر ہے، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے مشائخ اجازت دیدیتے ہیں، اور اجازت کے بعد آدمی مطمئن ہو جاتا ہے، حتی کے ذکر پر مداومت نہیں رہتی چھوٹ جاتا ہے۔

ذکر کا چھوڑنا

ایک مرتبہ تبلیغ جماعت میں جانا ہوا، وہاں پر بعضے آدمی ذکر کر رہے تھے آخر شب میں کسی نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں، جو ذکر کر رہے ہیں، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے کہا بھائی یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ابھی اجازت نہیں ملی جن کو اجازت مل گئی، انہوں نے ذکر چھوڑ دیا یہ نہایت خطرناک چیز ہے، جہاں ذکر چھوٹا پھر معاصی کا ہجوم ہو جاتا ہے، اخلاق رذیلہ عود کر آتے ہیں، ذکر شیطان سے لڑنے کا آلہ ہے، شیطان کو بھگانے کا ذریعہ ہے، جب آدمی ذکر چھوڑ دیتا ہے، تو شیطان ابھر آتا ہے معاصی کراتا ہے، مسلط ہو جاتا ہے۔

مجاز کی دو قسمیں

اسی وجہ سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہر سال ایک فہرست شائع ہوا کرتی تھی، اس سال فلاں فلاں شخص کو اجازت دی، انہوں نے مجاز کی دو قسمیں بیان فرمادی تھیں۔ مجاز بالصحبت، مجاز بالبیعت۔

مجاز بالصحبت

''مجاز بالصحبت'' کے معنی یہ ہیں کہ آدمی جب بات اچھی طرح کرنے لگے طبیعت میں باتیں اترتی جاتی ہیں، نصیحت کرتا ہے اس سے مشورہ لے لو ٹھیک ہے۔

....

مجاز بالبیعت

''مجاز بالبیعت'' کے معنی یہ ہیں کہ با قاعدہ بیعت کرنے کا مستحق ہے ارشاد تلقین، کرسکتا ہے، اخلاق رذیلہ کو مجاہدات کے ذریعہ بلوا سکتا ہے یہ قابلیت اس کے اندر پیدا ہوگئی، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک فہرست بھی شائع ہوا کرتی تھی، اور کچھ نام بھی بعض دفعہ شائع ہوتے تھے، فلاں فلاں شخص نے اس سلسلہ کو باقی نہیں رکھا جو اذکار، اشغال، ان کو سپرد کئے گئے تھے، اس کی طرف توجہ نہیں دی دوسری لائن میں لگ گیا لہٰذا اجازت واپس۔

ایک مثال

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک جماعت ہے، مدرسہ میں دورہ پڑھا، عبارتیں خوب پڑھتے ہیں، عبارت مطلب خوب سمجھتے ہیں، امتحان دیا سوالات کے جوابات خوب لکھے قابلیت حاصل ہوگئی، سند مل گئی، لیکن بھئی یہ سند ایسی ہے، کہ اگر اس پڑھنے والے نے اس فارغ شدہ نے اس سلسلہ کو باقی رکھا، خوب اس کا مشغلہ رکھا، پڑھتا پڑھاتا رہا، لکھتا لکھاتا رہا، رات دن میں اس میں لگا رہا، استعداد بڑھتی جائیگی، حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یہ شیخ الحدیث بن جاتا ہے، کتابیں بھی تصنیف کرتا ہے، احادیث اس کے رگ وریشہ میں سرایت کرجاتی ہیں ہر ہر گفتگو میں حدیث، حدیث اور اگر ایسا ہوا کہ پڑھنے کے بعد سند لیکر گیا مقالہ نگاری میں لگ گیا کسی رسالہ کا ایڈیٹر بن گیا، یا اخبار کا، حدیث سے تو واسطہ کم، نوک جھونک زیادہ، ادھر اُدھر کی زیادہ کچھ دنوں کے بعد اب اسکو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ حدیث بخاری میں پڑھی تھی یا نہیں مناسبت ختم ہوگئی۔

جو شخص فارغ ہونے کے بعد تدریس میں لگا رہا، تو اس کا علم تازہ رہتا ہے، اس کی

استعداد قوی ہوتی چلی جاتی ہے، اور جس شخص نے اس مشغلہ کو باقی نہیں رکھا، سند اس کے پاس ہے، مگر کیا کرے سند ہی سند اس کے پاس ہے، بس تین چار برس گزر گئے اس نے کہیں تدریس کا کام نہیں کیا، اب کہیں مدرسہ میں مدرس کی ضرورت ہے، آ کر مجھ سے پوچھتے ہیں، فلاں صاحب ہیں ان کو مدرس بنا دیا جائے، آپ کی کیا رائے ہے؟ ہاں انہوں نے پڑھا تو ہے مگر اب معلوم نہیں۔

سوچنے کی بات ہے، تین چار سال سے خالی کیوں؟ کام کا آدمی خالی نہیں رہتا خالی کیوں ہیں اتنا سوچنے کے لئے کافی ہے، پڑھا ہوا اس کے پاس ہے بھی، یا ختم ہو گیا؟ یہی حال ذکر شغل کا بھی ہے۔

اگر کسی شخص کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرمائی اور نسبت مستقر ہوگئی اس کے قلب میں پھر اسکو بڑھاتا رہا، اس میں لگا رہا اس کے اندر ترقی ہوتی ہے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میاں مولوی محمود جانتے ہو؟ کہ مشائخ جو اجازت دیا کرتے ہیں کیوں دیا کرتے ہیں، کیا مطلب ہوتا ہے، اس کا؟۔

میں نے کہا: حضرت میں نہیں جانتا۔

فرمایا: طالب نے اپنے آپ کو شیخ کے سامنے فنا کر دیا خدمت کرتے کرتے اپنا ارادہ اور اپنی رائے کو بالکل ختم کر دیا بلکہ پورے طور پر شیخ کے تابع ہو گیا، اپنی مرضی کو شیخ کے ماتحت کر دیا، جب اس کے اندر اسکو رسوخ حاصل ہو گیا، عاجزی اور تواضع کا مضمون پختہ ہو گیا، تو شیخ اسکو اجازت دیتا ہے، اچھا جو معاملہ تم نے عاجزی اور تواضع کا میرے ساتھ کیا، اب میں اجازت دیتا ہوں، تمام مخلوق خدا کے ساتھ یہی معاملہ کرنا جو معاملہ اپنے شیخ کے

ساتھ کیا کرتا تھا، وہی معاملہ تمام مخلوق کے ساتھ کرنا، یہ مطلب ہوتا ہے، اجازت دینے کا مشیخت پر بیٹھ کر اپنی حکمرانی شروع کر دے، یہ انہوں نے تشریح بتلائی۔

اصل مقصود

بھائی اس واسطے درخواست یہ ہے کہ حق تعالیٰ جن کے قلب میں جو چیز ڈالے وہ خداوندے تعالیٰ کا انعام ہے، اچھی چیز قلب میں آئے وہ اس کا انعام ہے، اس کی قدر کرنی چاہئے، ذکر کی روانی ہو کسی کا ذکر قلبی جاری ہے، ذکر نفسی جاری ہے، ذکر روحی جاری ہے، ذکر لسانی جاری ہے، تلاوت کے ساتھ اس کو خاص شوق ہو گیا ہے، لذت آ رہی ہے، آنکھوں میں آنسو جاری ہو رہے ہیں، آہ و بکاء یہ سارے حالات اچھے ہیں، لیکن ان میں کوئی مقصود نہیں، مقصود حق تعالیٰ کی رضامندی ہے، وہ ہونی چاہئے، مگر ان میں سے کوئی چیز حاصل نہ ہو سکی، رضامندی حاصل ہو جائے وہ ہوتی ہے مزے کی چیز۔

یہ چیزیں اگر پیدا ہو رہی ہیں، تو اس کی قدر کرنی چاہئے، انعام تو سمجھنا چاہئے مگر اپنے اعمال کا مقصود نہ سمجھنا چاہئے، مقصود حق تعالیٰ کی رضامندی ہے۔

غیر اختیاری چیز کے درپے ہونا

ایک شخص کو پہلے رونا آتا تھا، اب نہیں آتا شکایت کرے، صاحب رونا نہیں آتا، شکایت کرنے سے کیا ہو گا؟ اپنے اختیار میں تو ہے نہیں، غیر اختیاری چیز کے درپے ہونا، پریشان ہونا، کیا ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا چاہئے۔

بلبل بھی اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی، پھول بھی اللہ کا پیدا کیا ہوا، بلبل چلاتی ہے، نالہ کرتی ہے، پھول ہنستا ہے، وہ بھی اللہ کی پیدا کی ہوئی، پھول بھی اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے، اس واسطے غیر اختیاری چیزوں کے ختم ہو جانے سے پریشان نہ ہونا چاہئے۔

البتہ اگر قلب کے اندر سے مرضیات الٰہیہ کی رغبت نکل جائے وہ خطرناک چیز ہے۔

کیا ہوا ضائع ہونے کے اسباب

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا فلاں صاحب نے درمیان میں یہ حرکت کی تو وہ ساری ہیئت ختم ہوگئی، حضرت نے جواب میں فرمایا آدمی کا کیا ہوا جو ضائع ہوتا ہے، عامۃً اس کے تین سبب ہوتے ہیں، کبھی ناجنس کی صحبت سے وہ ضائع ہو جاتا ہے، کبھی کسی معصیت کے ارتکاب سے ضائع ہو جاتا ہے، کبھی ناموافق غذا سے ضائع ہو جاتا ہے، حرام غذا کھائی قلب کی نورانیت ختم ہوگئی، جو طبیعت میں ابھار تھا کسی طرح اعمال صالحہ میں لگا رہوں، ختم ہوگئی، اب طبیعت آمادہ نہیں ہوتی اعمال صالحہ کی طرف۔

کسی نااہل کے پاس بیٹھ گئے، جادوگر کے پاس بیٹھ گئے، سادھو کے پاس بیٹھ گئے، کسی اہل باطل نے ریاضت کی تھی قلب کے اندر کوئی قوت پیدا ہوگئی تھی، اس کے پاس بیٹھ گئے اس کے اثر سے معاملہ ختم ہوگیا، اس لئے ناجنس کی صحبت سے بچنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے، معصیت کے ارتکاب سے بھی بچنے کی ضرورت ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کی طبیعت میں کسی عمل صالحہ کا داعیہ پیدا ہوا مگر اس کو اس نے نہیں کیا آگے وہ داعیہ بند ہوگیا۔

روزانہ ایک شخص خواب دیکھتا ہے، تہجد کے وقت اپنے شیخ کو دیکھتا ہے، جب نماز کا وقت آتا ہے، دن میں سوتا ہے، جب رات میں سوتا ہے، تب اپنے شیخ کو خواب میں دیکھتا ہے، بیدار ہو کر نماز پڑھتا ہے، ایک وقت خواب میں دیکھا نہیں اٹھا بیدار ہونے کے باوجود لیٹ گیا، سو گیا، اس دن سے دیکھنا بند ہوگیا۔

لطیفۂ غیبی

حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

....

لطیفہ غیبی مہمانے است: نازک مزاج کہ بہ ادنیٰ بے التفاتی روگرداند جو کچھ خواب میں دیکھا وہ لطیفہ غیبی ہے، یہ نازک مزاج مہمان ہے تھوڑی بے توجہی کریگا تو مہمان واپس چلا جائیگا کسی کے یہاں کوئی معزز آدمی مہمان آئے اور وہ مہمان کی خاطر مدارات کرنے کے بجائے اپنے گھر جا کر گھس کر بیٹھ جائے کہیں اور چلا جائے مہمان ٹھیہریگا نہیں، ٹھہرنے کو اپنی عزت کے خلاف سمجھے گا۔ اسی کو اکبر شاعر نے کہا ہی :

نفس کے تابع ہوئے ایمان رخصت ہوگیا
وہ زنانے میں گھسے مہمان رخصت ہوگیا

تو گویا کہ ایمان معزز مہمان ہے، یہ زنانہ میں گھسے نفس پرستی میں، شیطان کے تعلقات میں مہمان رخصت ہوگیا۔

اسلئے حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی اس قسم کا انتباہ ہے، بیدار کیا جاتا ہے، تنبیہ کی جاتی ہے، اس کا اعزاز و اکرام کرنا چاہئے اس کی قدر دانی کرنی چاہئے اعزاز و اکرام یہی ہے، آدمی فوراً اس کے لئے کھڑا ہو جائے۔

اور بے توجہی، بے التفاتی یہ ہے کہ آدمی اپنے کام میں لگ جائے کہ خواب تو روز آتے ہی رہتے ہیں کیا بات۔

❑❑❑

....

محاسبۂ نفس اور اتباع سنت

اس بیان میں

☆......اتباع سنت کی اہمیت وفضیلت

☆......اتباع سنت سے متعلق حضرات اکابر کے واقعات وارشادات

☆......اتباع سنت سے متعلق محاسبۂ نفس

☆......خلاف سنت اور غیروں کی مشابہت سے اجتناب کی ضرورت

....

محاسبۂ نفس اور اتباع سنت

حافظ محمد حسین اجراڑوی ؒ کا خط حضرت مدنی ؒ کے نام

اجراڑہ ضلع میرٹھ کے ایک بزرگ تھے حضرت حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے مخصوص لوگوں میں تھے، گھٹنے کے پاس سے دونوں پاؤں اندر کی طرف مڑے ہوئے تھے، دو چار قدم تو چل لیتے تھے، لیکن کہیں جانا ہوتو کمر پر سوار ہوکر تشریف لے جاتے تھے، آزادی کے بعد انہوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا (خط تو انہوں نے اور لوگوں کو بھی لکھا تھا، مثلاً مولانا آزاد، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ کو، معلوم نہیں ان حضرات کو کیا خط لکھا اور انہوں نے کیا جواب دیا) حضرت مدنی ؒ کے خط میں تحریر فرمایا پہلے آپ والنٹر تھے انگریز کے خلاف جہاد فرماتے تھے آپ کے لئے سیاہ خضاب درست تھا، اب اللہ نے آپ کو اپنے مقصد میں کامیابی دیدی اب آپ قوم کے صدر ہیں، اب سیاہ خضاب کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا، کہ انشاء اللہ حکم کی تعمیل کی جائیگی چنانچہ اس کے بعد سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے سیاہ خضاب نہیں فرمایا۔

دو سالن کا ثبوت

یہی حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کثرت سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں

تشریف لاتے تھے، ایک بار حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر تشریف لائے کھانے کا وقت ہوا، مہمانوں میں کوئی صاحب بیمار تھے ان کیلئے الگ سے ایک برتن میں پرہیزی سالن آیا اور بقیہ مہمانوں کیلئے حسب معمول ایک بڑے برتن میں عام سالن تھا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں معمول یہی تھا، کہ گول دستر خوان ہوتا تھا ایک بڑی رکابی میں سالن ہوتا جو درمیان میں رکھدیا جاتا ایک کپڑے میں روٹیاں لپٹی ہوئی ہوتیں جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ خود اپنے پاس رکھتے اور ہر مہمان کے آگے ابتداءً دو دو روٹی رکھدیتے اور ہر طرف تیز نظر رکھتے جس کے سامنے کی روٹی ختم ہونے لگتی ختم ہونے سے پہلے ہی اس کے آگے روٹی رکھ دیتے اس دن خلاف معمول دو طرح کا سالن دیکھ کر حضرت حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا! کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر بھی کبھی دو طرح کے سالن ہوتے تھے؟ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بجائے اس کے کہ حدیث پاک سے وہ روایت پیش کرتے جس سے دو طرح کے سالن کا ثبوت ملتا ہے، فرمایا کہ حضرت آپ ہم سے اتباع سنت کا مطالبہ کرتے ہیں، ہم تو پیٹ کے گدھے ہیں، ہم سے اتباع سنت کہاں ہوتا ہے۔

مولانا احمد شاہ مرادآبادیؒ اور حضرت فقیہ الامتؒ

مولانا احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسن پور مرادآباد کے رہنے والے بہت بزرگ آدمی تھے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خاص تعلق تھا، ایک مرتبہ دیوبند تشریف لائے، میں نے بھی ملاقات کی، فرمایا کہاں مکان ہے؟ میں نے بتلایا گنگوہ فرمایا کیا پڑھتے ہو عرض کیا بخاری شریف، ترمذی شریف وغیرہ فرمانے لگے تکرار بھی کراتے ہو؟ عرض کیا حضرت میرا تو شروع سے یہ معمول ہے کہ گذشتہ سال جو کتابیں پڑھیں ہیں اگلے سال ان کا تکرار کراتا ہوں، فرمایا پھر تو لاؤ تمہارے ہاتھ چوم لوں۔

....

ناشکری کی سزا

آخر عمر میں پیشاب کا عارضہ ہوگیا تھا، نلکی کے ذریعہ پیشاب ہوتا تھا، شیشی نلکی ہاتھ میں لئے رہتے تھے، اسی حال میں سفر فرماتے تھے، کسی نے پوچھا یہ بیماری کیسے ہوگئی، فرمایا: میری بدعملی سے، فرمایا: ہر روز دو چار دفعہ آسانی وعافیت سے پیشاب ہوتا تھا، مگر اس پھوٹی زبان سے کبھی اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا نہیں ہوا، اس سے بڑھ کر بدعملی کیا ہوگی اور ناشکری کی سزا معلوم ہے؟

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ" (سورۂ ابراھیم: ۷)

[اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دونگا، اور اگر تم نے ناشکری کی تو یقین جانو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔] (توضیح القرآن: ۷۸۱/۲)

مولانا احمد شاہ صاحبؒ اور حضرت مدنیؒ

ایک بار حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر تشریف لائے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو بجائے مصافحہ اور معانقہ کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے اور پیر چومنے کی کوشش کی، مولانا احمد شاہ صاحب نے فرمایا آپ ہمیں کیوں ذلیل کرتے ہیں، حضرت مدنی نے فرمایا ذلیل تو آپ کرتے ہیں، کہ ہاتھ بھی نہیں چومنے دیتے۔

اس کے بعد دونوں حضرات نماز کیلئے مسجد تشریف لے گئے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ذرا آگے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جوتا اتار کر مسجد کے باہر ہی رہنے دیا، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول پہلے یہ تھا کہ اندر رکھ لیتے تھے، ایک مرید نے اصلاح کر دی تھی، معمول یہ تھا کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پیر پیچھے کی طرف سے ذرا اٹھایا اور ایک جوتا نکال لیا اور مسجد میں

....

داخل ہو گئے، ایک بار جب آپ نے جوتا نکالنے کے لئے پیر اٹھایا تو ایک مخلص مرید نے جوتا لینے کے لئے حضرت کے دونوں پیر ایک دم پکڑ لئے جس سے حضرت گر گئے اور گھٹنوں میں چوٹ آ گئی، اس واقعہ کے بعد سے حضرت اپنا جوتا باہر ہی چھوڑ دیتے تھے۔

اس روز آپ جوتا اتار کر اندر داخل ہوئے پیچھے سے حضرت مولانا شاہ صاحب آئے اور انہوں نے حضرت مدنیؒ کے دونوں جوتے اٹھا لئے اور یہ کہتے ہوئے حضرتؒ کے جوتے چوم لئے کہ اے اللہ تیرے اس بندے نے میرے ہاتھ چومے تھے میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ اس کے بدلے میں اس کے جوتے چوم رہا ہوں۔

مولانا شاہ احمد صاحبؒ اور مولانا احتشام الحق صاحبؒ

کاندھلہ میں ایک بزرگ مولانا احتشام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان کے دو بھائی اب بھی موجود ہیں ایک دہلی نظام الدین میں مولانا اظہار الحسن صاحب دوسرے مولانا افتخار الحسن صاحب۔ مولانا احتشام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا: کہ مولانا احمد شاہ صاحب نے ایک بار مجھ سے فرمایا: بھائی مولوی احتشام! مجھے کلکتہ جانا ہے، ایک صاحب نے بلایا ہے، وہ ایک مکان تعمیر کرانا چاہتے ہیں، ان کی خواہش ہے کہ اس کی بنیاد میں رکھوں، میری خواہش ہے کہ تم میرے ساتھ چلو تمہارے ہاتھ سے بنیاد رکھوا دونگا میں نے کہا: اچھی بات ہے، سفر شروع کرنے سے پہلے فرمایا بھئی احتشام! تم امیر سفر ہوگے۔

ستاون برس میں تہجد قضا نہیں ہوئی

کلکتہ پہنچ کر حضرت شاہ صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی، دست پر دست آنے لگے وہ ہمیشہ باوضو رہنے کے عادی تھے، رات کو اٹھتے قضائے حاجت کے بعد وضو کرتے، کئی مرتبہ ایسا ہوا، مولانا احتشام صاحب نے فرمایا، حضرت آپ نے مجھے امیر بنایا ہے، آپ کا بنایا ہوا

امیر آپ کی خدمت میں درخواست کرتا ہے، کہ آج آپ تہجد کے لئے نہیں اٹھیں گے، یہ سنکر بالکل خاموش ہو گئے نہ ہاں کہی نہ نہیں، جیسے گہری سوچ میں پڑ گئے ہوں، پھر جب صبح صادق ہونے میں تقریباً ایک گھنٹہ رہ گیا، تو اس وقت مولانا احتشام صاحب کا انگوٹھا پکڑ کر ہلایا وہ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ شاہ صاحب بے تحاشاہ رو رہے ہیں، پوچھا کہ حضرت کیا بات ہے، فرمایا: کہ ستاون برس ہوئے میں نے حضرت گنگوہیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اس وقت سے اب تک کبھی تہجد قضا نہیں ہوئی، تم نے منع کر دیا تم امیر ہو، میں حضرت گنگوہیؒ کا واسطہ دیکر کہتا ہوں، کہ مجھے اجازت دیدو، پس مولانا احتشام صاحب نے کہا کہ حضرت آپ کو اجازت ہے، جس طرح آپ چاہیں کریں۔

خود بنیاد رکھنے کی وجہ

پھر جب بنیاد رکھنے کا وقت آیا خود جا کر بنیاد رکھدی، مولانا احتشام صاحب سے پوچھا تک نہیں انہوں نے قیام گاہ پر پہونچنے کے بعد دریافت کیا کہ حضرت آپ تو مجھے بنیاد رکھنے کے لئے ساتھ لائے تھے، کیا ہوا مجھے پوچھا تک نہیں! فرمایا ہاں بھائی تمہیں لایا تو تھا اسی لئے کہ تم صالح شخص ہو تمہارے ہاتھ سے بنیاد رکھوادوں گا، تا کہ میرے گناہوں کی نحوست اثر انداز نہ ہو، لیکن میں نے جو دیکھا تو گڈھا بہت گہرا کھدا ہوا تھا، مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اس میں اترنے میں تمہیں چوٹ نہ لگ جائے میں نے سوچا کہ حق تعالیٰ کو تم سے کام لینا ہے، تم بچ جاؤ چوٹ لگنی ہو تو مجھے لگ جائے میرا کیا میں تو بوڑھا ہو چکا، مجھے چوٹ لگے تو کیا مضائقہ ہے، اگر ختم بھی ہو جاؤں تو کوئی حرج نہیں۔

بڑی رقم واپس کر کے معمولی رقم قبول کرلی

جن صاحب نے بلایا تھا انہوں نے ساڑھے نوسو ۹۵۰/روپے ہدیہ میں پیش کئے

مولانا احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محض کرایہ کے پیسے لے لئے بقیہ واپس کر دئے، اسکے بعد نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں تشریف لئے گئے، وہاں ایک صاحب نے پندرہ روپئے نذر کئے وہ قبول کر لئے اور اس میں سے نصف یعنی ساڑھے سات روپے مولانا احتشام صاحب کو دیدیئے پوچھا کہ حضرت اس میں کیا بات تھی، انہوں نے ساڑھے نو سو روپے دیئے قبول نہیں کئے اور پندرہ روپئے قبول کر لئے، اور اس میں سے ساڑھے سات روپے مجھے دئے اس کی کیا وجہ؟ فرمایا بات یہ ہے کہ میرے ذمہ قرض تھا ساڑھے نو سو روپے، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ یا اللہ میرا قرض ادا کرا دے اس کے بعد ان صاحب کا خط پہنچا بلانے کیلئے میں سمجھا کہ میرے قرض کی ادائیگی کا انتظام ہو رہا ہے، اور یہ اشراف نفس ہے، اشراف نفس کے ساتھ لینا کہاں درست ہے، اسلئے میں نے نہیں لئے، اس کے بعد مسجد گئے نماز پڑھنے کے لئے خیال بھی نہیں تھا کہ کوئی کچھ دیگا اس بیچارہ نے محض اللہ تعالیٰ کی محبت کے واسطے دیا، جو ہدیہ مسنونہ ہے، جس کا قبول کرنا سنت ہے، اس لئے ہم نے قبول کرلیا اور تم چونکہ میرے شریک سفر ہو، اور ”الھدیۃ مشترکۃ“ لہٰذا آدھا تمہارا ہوا آدھا میرا، اس لئے ساڑھے سات روپے تم کو دیئے۔

نسخۂ جامعہ

ان حضرات کے یہاں ایک ایک چیز میں احتساب نفس ہوتا تھا، ہر چیز میں اتباع سنت ملحوظ ہوتا تھا، ہر چیز کا ماخذ سامنے رہتا تھا، اسی لئے پچھلے بزرگ حضرات جہاں کسی بزرگ کا تعارف کراتے ہیں، تو لکھتے ہیں ’نسخۂ فلاں صاحب نسخہ جامعہ ہیں یعنی ہر چیز کی رعایت اس میں ہے جیسے طبیب کا نسخہ ہوتا ہے، اس میں اخلاط اربعہ کی رعایت ہوتی ہے، اس کو معتدل بنایا جاتا ہے، اسی طریقہ پر وہ زندگی گزارنے کیلئے تربیت کا نسخہ ہیں، ان کے پاس جانے سے آدمی کی طبیعت بدلتی ہے۔

....

ننگے سر کھانا

وہی حضرت مولانا احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارن پور تشریف لاتے تھے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے بیٹے کی شکایتیں کیا کرتے ایک بڑی شکایت یہ تھی، کہ حضرت وہ تو ننگے سر بیٹھ کر کھانا کھالے، حضرت شیخ بھی ننگے سر بیٹھ کر کھانا کھالیا کرتے تھے، گرمی کے زمانہ میں ایک لنگی باندھے ہوئے ننگے سر دارالمطالعہ دارالتصنیف میں بیٹھے ہوئے مشغول ہیں کھانے کی اطلاع ہوئی اسی حال میں آ کر کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔

کبھی دیکھا کہ مولانا احمد شاہ صاحب تشریف لا رہے ہیں، فرماتے ارے بھئی دیکھو ٹوپی ہے کسی کے پاس؟ دیجیو ذرا، ٹوپی جلدی سے سر پر رکھ لی۔

گنگوہ میں ایک شخص بتلاتے تھے کہ میں نے مولانا احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کے متعلق دریافت کیا کہ بیعت کس سے ہوں؟ مولانا احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بتایا اس نے ایک دوسرے صاحب کا نام لیا۔ (وہ صاحب عالم نہیں تھے جن کا نام لیا) حضرت مولانا احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بولے: کتنی اچھی تعبیر دی۔ فرمایا:...... بھائی دیکھو تو سہی تمہیں جانا ہے حج کو ایک شخص تو یہاں سے دہلی تک کا راستہ جانے اور ایک یہاں سے مکہ تک کا جانے بتاؤ کس کے ساتھ جاؤ گے؟ ان کے صاحبزادے تھے مولانا محمود صاحب وہ بھی دیوبند آیا کرتے تھے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مجاز بھی تھے۔

اللہ سے ملانے کی شرط پر حاضری کی اجازت

ایک صاحب نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا، کہ میں آپ کی خدمت میں آنا چاہتا ہوں، شرط یہ ہے کہ اللہ سے ملا دیجیو۔ حضرت نے دریافت فرمایا: کیا کام کرتے ہو؟

گذارہ کا ذریعہ کیا ہے؟ کتنے روز کے لئے آسکتے ہو؟ اس نے کہا: کہ میں سرکاری ملازم ہوں، مجھے ایک مہینہ کی چھٹی مل سکتی ہے، اور جو ملازمت کی تنخواہ ہے وہی گذارہ کا ذریعہ ہے، چارپائی پر لیٹنے کا عادی ہوں۔

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا: چارپائی میرے یہاں نہیں چٹائی پر لیٹنا ہوگا، یہاں خرچ کی ضرورت نہیں جو میں کھاؤنگا وہ آپ کھائیں گے، ایک مہینہ کی تنخواہ بیوی بچوں کو بھیجدیجئے اور فوراً چھٹی لیکر آجائیے آتے ہی یہ خط مجھے دکھلادیجئے۔

وہ صاحب آئے حضرت نے مطالبہ کیا آپ کو تو کل پہنچنا چاہئے تھا، ایک دن کہاں خرچ کیا؟ اس نے کہا: فلاں عزیز سے دیر سے ملاقات نہیں ہوئی تھی، میں نے سوچا اس سے ملتا جاؤں، حضرت نے فرمایا: اتنے بڑے کام کے لئے زندگی میں صرف ایک مہینہ نکالا اسمیں بھی ایک دن خرچ کر دیا، مقصد تو اتنا بڑا کہ اللہ سے ملا دیجئے اور ساری زندگی میں اس مقصد کیلئے ایک مہینہ نکالا اس میں سے بھی ایک دن خرچ کر دیا، چنانچہ وہ صاحب ٹھہرے اور اسی مدت میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

دوزخ میں نہیں بھیجیں گے؟

ایک صاحب حضرت گنگوہیؒ کے یہاں مجلس میں بہت روتے تھے، کانپتے تھے، جب زیادہ بے تابی ہوئی، حضرت نے دریافت فرمایا کیا بات ہے، کیوں اتنا پریشان ہو؟ کہنے لگے دوزخ سے ڈر لگے ہے، گناہ بہت ہیں، حضرت نے فرمایا نہیں گھبرانے کی بات نہیں مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تیرے آدمی کو دوزخ میں نہیں بھیجیں گے۔

شیخ کے والد مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مسئلہ تلاش کر رہے تھے، نہیں ملتا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: فلاں مسئلہ نہیں ملتا۔ فرمایا: شامی میں دیکھو، کہا: حضرت دیکھ لیا، شامی میں نہیں ہے، فرمایا: بھئی اس میں ہے، پھر عرض

کیا: حضرت اس میں نہیں فرمایا اچھا فلاں جلد اٹھا کر میرے پاس لاؤ، اس زمانہ میں حضرت کی بینائی نہیں تھی، حضرت نے اس جلد کو اس طرح کھولا کہ دو تہائی ورق ایک طرف اور ایک تہائی ورق ایک طرف اور فرمایا: کہ اس صفحے میں نیچے کی جانب دیکھو دیکھا تو مل گیا، عرض کیا: کہ ہاں حضرت ہے، فرمایا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تیری زبان سے کبھی غلط بات نہیں کہلوائیں گے۔

مولانا وارث حسین صاحبؒ سے ایک رضاخانی کی بیعت

لکھنؤ میں ایک شخص تھے، مولوی حافظ وارث حسن صاحب مولانا فخر الدین صاحبؒ نے مجھ سے خود فرمایا کہ انہوں نے مولانا وارث حسن صاحب نے مشکوٰۃ حفظ کر کے حضرت شیخ کو سنائی اور قرآن پاک حفظ کر کے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا، انکے مریدین بھی بہت تھے، سرکاری ملازم وکیل، بیرسٹر، ڈپٹی کلکٹر اس لائن کے لوگ انسے بہت مرید تھے، کوڑہ جہاں آباد کے رہنے والے تھے، ان کے ایک بیٹے بھولے میاں صاحب لکھنؤ میں ایک مسجد ٹیلے والی کہلاتی ہے، اس میں رہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سینے سے چمٹا لیا

ایک شخص نے ان سے آ کر کہا، کہ میں مرید ہونا چاہتا ہوں، مگر فلاں فلاں کو میں مسلمان نہیں سمجھتا (اکابر دیوبند کے نام لیکر) وہ شخص پکا رضاخانی تھا۔ اسی حالت میں آپ مجھے مرید کرسکیں تو کرلیں فرمایا اچھی بات ہے، مرید کرلیا، پھر ایک روز وہ آیا اور بہت روتا ہوا آیا کانپتا ہوا آیا بہت پریشان، فرمایا: کیا بات ہے؟ بتایا: کہ توبہ کرنے آیا ہوں۔ میں نے خواب میں دیکھا: کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوزانوں مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے ہیں، حضرت کے پیر مبا

رگ پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں، اور دریافت کررہے ہیں حضور! میرا قصور تو بتائیے کیا ہے، یہ لوگ مجھے برا کیوں کہتے ہیں؟ حضور اقدس ﷺ نے دونوں ہاتھ گٹے سے پکڑے اور اس طرح سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا: بھئی میں تو برا نہیں کہتا۔

اس خواب کو دیکھ کر توبہ کی کہ میں آئندہ برا نہیں کہوں گا۔

بنارس کے ایک سادھو کا مراقبہ

بنارس میں کوئی سادھو مرتاض تھا سال بھر کے تین سو انسٹھ (۳۵۹) دن وہ مراقبہ میں رہتا تھا تمام ضروریات بشریہ سے فارغ ایک ہیئت پر بیٹھا رہتا تھا، سال بھر میں صرف ایک روز اپنی جگہ سے اٹھتا تھا، لوگ دور دور سے اس کو دیکھنے کے لئے آتے تھے۔

شاہ وارث حسن صاحب نے سنا کہ آج اسکے نکلنے کا دن ہے، وہ بھی اس کو دیکھنے کے لئے گئے، وہ نکلا بالکل سیاہ کوئلہ اور پتلی پتلی ہڈیوں پر چمڑا مڑھا ہوا، گوشت بالکل نہیں، اور بھوئیں نیچے تک آئی ہوئیں جیسے ہی اس کے پاس پہنچے تو پورا جسم ایسا ہوگیا جیسا آئینہ ہر ہر چیز کا انعکاس اس میں ہو رہا ہے، ہر چیز نظر آ رہی ہے، اس حالت کو دیکھ کر یہ بہت گھبرائے کہ یہ کیا ہوا، فوراً حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا تصور کیا جسم ٹھیک ہوگیا، جیسا پہلے اچھا خاصا تھا، سادھو نے بھوئیں یوں اٹھا کر کہا تیرا گرو کون ہے؟ بتلایا مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، سادھو نے کہا: مسجد ہے مسجد کی پشت پر صحن ہے اس میں گولر کا درخت کھڑا ہے، سہ دری بنی ہوئی ہے گولر کے درخت کے نیچے چارپائی ہے اس چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں، تکڑا گرو ہے۔

کفر کے ساتھ ریاضت

سوال:۔ کفر کے ساتھ بھی کیا یہ چیزیں جمع ہو سکتی ہیں؟۔

....

جواب:۔ جو چیز اللہ کے یہاں مقبولیت کی ہے، وہ تو کفر کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی جس چیز کا تعلق ریاضت سے ہے وہ جمع ہو سکتی ہے، آپ ڈاکٹر کارات دن مشاہدہ کرتے ہیں کہ آپریشن کر دیتے ہیں، تو کیا کفر کے ساتھ بھی یہ چیزیں جمع ہو سکتی ہیں، یہ قبولیت کی چیز نہیں یہ محنت کی چیز ہے، جو محنت کریگا کامیاب ہو جائیگا، شیطان کو تو کفر کے ساتھ بہت کچھ آتا ہے، اس کا تو کفر بھی قرآن شریف سے ثابت ہے۔

"اِسۡتَكۡبَرَ وَكَانَ مِنَ الۡكَافِرِيۡنَ" (سورۂ ص:۷۴)

[اس نے تکبر سے کام لیا، اور کافروں میں شامل ہوگیا۔] (توضیح القرآن:۱۴۰۵/۳)

آسمان پر جانا کشف ہونا اور بہت سی چیزیں اور "اِنَّ الشَّيَاطِيۡنَ لَيُوۡحُوۡنَ اِلٰى اَوۡلِيَآئِهِمۡ" شیاطین وحی بھی اپنے اولیاء کی طرف بھیجتے ہیں، (یعنی وساوس) دھوکہ ان چیزوں کو مقبولیت کی علامت سمجھنے سے ہوتا ہے۔ (سورۂ انعام:۱۲۱)

اتباع سنت

افریقہ میں کسی صاحب نے کسی جوگی کا مقولہ نقل کیا کہ امریکہ میں ایک شخص کہتا ہے، کہ مسلمانوں کے پاس کیا چیز ہے، جو ہمارے پاس نہیں جتنے تصرفات یہ کرسکتے ہیں اس سے زیادہ ہم کرسکتے ہیں۔

میں نے کہا مسلمانوں کے پاس اتباع سنت ہے، آجاؤ کرلو مقابلہ مسلمان صرف اتباع سنت چاہتا ہے، اور کچھ نہیں چاہتا۔

ہولی کے رنگ سے حفاظت

ایک دفعہ ہولی کا دن تھا، رنگ کھیلا جارہا تھا، مجھے سہارنپور سے سفر درپیش ہوا اسٹیشن تک پیدل ہی گیا، اسی رنگ میں کو اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی کہیں رنگ نہیں پڑا، ٹرین

میں سوار ہوا ہر دوئی گیا، ہر دوئی میں رکشہ کیا اور دوسرا آدمی میرے ساتھ رکشہ میں کوئی ہندو جنٹلمین تھا، ایک جگہ پہنچ کر جتھے کا جتھا کھڑا ہوا تھا پچکاریاں لئے ہوئے، ایک آگے کو میری طرف بڑھا میں نے رکشہ والے کی طرف ہاتھ آگے کر کے کہا: نہیں خبردار اشارہ کیا سب رک گئے، آپس میں کہنے لگے ایک دوسرے سے، ہیں دیکھ بھی لیا کریں آدمی کو یوں ہی کسی کے اوپر نہیں پڑ جایا کرتے، اس ہندو نے کہا کہ آپکی وجہ سے میں بچ گیا ورنہ میرا تو یہ الو بنا دیتے آپکے ساتھ کیوجہ سے بچ گیا۔

میں نے کہا آپ تو ساتھ رہتے ہی نہیں ساتھ رہیں تو وہاں بھی بچ جائیں مگر آپ کو تو پڑھایا ہی گیا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ نہ ملیو، ان سے چھوت چھات رکھیو۔

❑❑❑

....

اکابر کے اصلاح وتربیت کے بعض نمونے

اس بیان میں

اخلاص وللہیت، زہد وتقویٰ، دنیا سے بے رغبتی، تواضع وعبدیت سے متعلق حضرات اکابر کے چند سبق آموز واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

....

اکابر کے اصلاح وتربیت کے بعض نمونے

ہر ایک کو اپنے سے ہزار درجہ افضل سمجھتا ہوں

گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بخاری شریف کا سبق ہو رہا ہے، (فخر العلمائ) حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جیسے ذکی طالب علم موجود ہیں، اسمیں حدیث آ گئی:

"لا تُفَضِّلُوْنِي عَلىٰ يُونُسَ ابْنِ مَتّٰى" (اتحاف السادۃ: ۲/۱۰۵)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ مجھے یونس ابن متی پر فضیلت مت دو، طلبہ نے مطالبہ کیا کہ کیوں نہ فضیلت دیں، جب آپ ہیں افضل قرآن پاک میں ہے:

"تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلىٰ بَعْضٍ" (سورۂ بقرہ: ۲۵۳)

[یہ پیغمبر جو ہم نے (مخلوق کی اصلاح کے لئے) بھیجے ہیں۔ان کو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت عطا کی ہے۔] (توضیح القرآن: ۱/۱۶۰)

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے افضل ہونا یقینی چیز ہے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

نے جواب میں فرمایا: یہی تو علامت ہے افضل ہونے کی جو افضل ہوتے ہیں، وہ یوں ہی کہا کرتے ہیں، کہ مجھے افضل مت کہو، طلباء نہیں مان رہے ہیں، اشکال پہ اشکال پیدا کررہے ہیں، تو حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو لکھا ہے کہ پھر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری قوت سے کام لیا، فرمایا: طلبا سے پوچھا کہ بتاؤ تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا؟ سب نے کہا کہ سچا۔ فرمایا: میں اگر کسی بات کو قسم کھا کر بیان کروں اسے سچا سمجھو گے یا جھوٹا سب نے کہا کہ حضرت اس میں تو جھوٹ کا احتمال ہی نہیں بالکل سچ سمجھیں گے، ایک بات تو یہ ہوئی، دوسری بات یہ بتاؤ کہ میں تم سے افضل ہوں یا نہیں؟ سب نے کہا: بالکل افضل ہیں، ہم سے پھر قسم کھا کر فرمایا: کہ میں تم میں سے ہر ایک کو اپنے سے ہزار درجہ افضل سمجھتا ہوں۔

اور ایسے طریقہ پر کہا: کہ سارے مجمع کی چیخیں نکل گئیں سب بیتاب ہوگئے، اور حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، کہ مولانا ذبح کرکے مجمع کو تڑپتا ہوا چھوڑ کر اپنے حجرے میں تشریف لے گئے، اگلے روز جب سبق پڑھانے کیلئے تشریف لائے تو پھر دریافت فرمایا کہو بھائی کل والی حدیث کا مطلب سمجھ میں آ گیا طلبہ نے کہا جی خوب سمجھ میں آ گیا، اصلاح کا بڑا عجیب طریقہ تھا۔

گنگوہ نواب صاحب کی آمد

ایک نواب صاحب آئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت شیخ کے والد مولانا محمد یحیی صاحب رحمۃ اللہ علیہ منتظم تھے وہاں کے نواب صاحب کا ایک مستقل دوسرے مکان میں قیام تجویز کیا، خانقاہ کے حجرے میں نہیں اور حضرت گنگوہیؒ کا حال یہ تھا کہ معمولی بوریئے پر بھی بیٹھے بوری پر بیٹھے بیش قیمت قالین پر بھی بیٹھے، نہ چٹائی پر بیٹھنے سے عار، نہ بیش قیمت قالین پر بیٹھنے سے استکبار، اور اس وقت میں جب نواب صاحب آئے ہیں، تو تین بیش

قیمت قالین حضرت کے نیچے بچھے ہوئے تھے، حضرت مولانا محمد یحیی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں سے ایک قالین اٹھوا کر نواب صاحب کے لئے اس مکان میں بھجوادیا، جب حضرت بیٹھنے کیلئے اپنی مسند تشریف لائے، ہاتھ پھیرا قالین پر چونکہ بینائی تھی نہیں اس زمانہ میں قالین پر ہاتھ پھیرا دریافت فرمایا وہ قالین کہاں ہے؟ قالین نہیں! اب کوئی کچھ نہیں بولتا خطاب بھی کوئی خاص نہیں، پھر خطاب خاص کر کے فرمایا: مولوی صاحب وہ قالین کہاں ہے؟ ''مولوی صاحب کے معنیٰ'' مولانا یحیی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، انہوں نے جواب دیا: کہ حضرت! نواب صاحب کا فلاں مکان میں قیام ہے ان کے لئے وہ قالین بھجوادیا، حضرت نے فرمایا اچھا تو نواب صاحب قالین پر بیٹھنے تشریف لائے ہیں، ان کے یہاں کچھ کمی تھی قالین کی آدھی نوابی تو نواب صاحب کی یہاں جھڑ گئی اس فقرے سے کہ قالین پر بیٹھنے تشریف لائے ہیں، ان کے یہاں کچھ کمی تھی قالینوں کی، پھر جب کھانے کا وقت آیا تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں موجود تھے وہ وہاں سے کھسکنے لگے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے تاڑ لیا فرمایا کہ مولوی محمود کہاں چلے، نواب صاحب کو غریب طالب علموں کے ساتھ اگر کھانا پسند نہ ہو تو اپنا الگ کھالیں، ہم تم کو نہیں چھوڑ سکتے ہمارا تمہارا تو مرنے جینے کا ساتھ ہے۔ اس سے نواب صاحب کو خوب سمجھ میں آ گیا کہ غریب طالب علموں کی کیا حیثیت ہے اور ہماری کیا حیثیت ہے، میں تو سوچتا ہوں کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو کتنی خوشی ہوئی ہوگی جب انہوں نے یہ سنا کہ حضرت نے فرمایا: کہ ہمارا تمہارا تو مرنے جینے کا ساتھ ہے، اطمینان ہوگیا کہ ہم ساتھ ہیں۔

مولانا حبیب الرحمنؒ کی خدمت اور ان پر توجہ

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ تہجد کے وقت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو چائے پلایا کرتے تھے، اور چائے بہت بڑھیا بنایا کرتے تھے، اور پھر داد بھی چاہتے

تھے، چائے کیسی بنی؟ حضرت سے پوچھتے کہ حضرت چائے کیسی ہے؟ حضرت نے فرمایا: کچے پانی کی بو ہے، اب یہ حیرت میں کہ کچا پانی چائے میں کہاں سے آیا؟ اگلے روز پیالی کو دھو کر تولئے سے پونچھ کر انگیٹھی کے سامنے کیا اُسے آنچ لگی اس کے بعد اس میں چائے اتار کر دی، پھر حضرت سے پوچھا کہ حضرت آج چائے کیسی ہے؟ فرمایا، آج نہیں ہے کچے پانی کی بو۔

سب لوگ اپنی اپنی باتیں بتلاتیں ہیں، درخواستیں کرتے ہیں، دعا کے لئے کہتے ہیں، مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی درخواست نہیں کرتے دعا کے لئے نہیں کہتے تھے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی دریافت فرمایا: تم کچھ نہیں کہتے۔ انھوں نے کہا: کہ حضرت! کیا کہوں بس ایک تمنا ہے، یہاں تو خدمت کا موقع مل جاتا ہے، اگلے عالم میں بھی اللہ تعالیٰ عنایت فرمادے، فرمایا ضرور انشاء اللہ ضرور، میرے والد صاحب سناتے تھے کہ مولانا حبیب الرحمن رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں بیٹھے ہیں، اچانک چپکے چپکے، اِیْ، اِیْ، اِیْ کرتے مجلس سے باہر چلے گئے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تحمل ہی نہیں، کوئی کیا کردے۔ (توجہ کا تحمل نہیں ہے، توجہ برداشت نہیں ہوسکی اس لئے مجلس سے باہر چلے گئے)

مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور ان کے رفیق درس

میرے ایک استاذ بیان کرتے تھے، کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ساتھی جو رشتہ دار بھی تھے بچپن کے ساتھی بھی تھے، فارغ ہونے کے بعد انہوں نے دوسری لائن اختیار کرلی تھی، سرکاری ملازم ہوگئے تھے، وہ ایک مرتبہ سہارنپور آئے تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میرا ارادہ کچھ عرصہ یہاں قیام کرنے کا ہے، مجھے کچھ سبق دیدو وہ پڑھا دیا کروں گا، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ چھوٹی کتابیں تجویز کیں، انھوں نے کہا

کیوں یہ کیوں دے رہے ہو، بخاری دیدونا، تم سے تو اچھی پڑھا دوں گا، حضرت مولانا نے فرمایا: کہ یقیناً آپ بخاری مجھ سے اچھی پڑھائیں گے، بھئی! مجھ بیچارے کو بخاری پڑھانی کہاں آتی ہے، آپ ضرور اچھی پڑھائیں گے، کوئی شک نہیں ہے۔ جو چھوٹی کتابیں تجویز کیں اس لئے نہیں تجویز کیں کہ آپ بخاری نہیں پڑھا سکتے۔ استغفراللہ۔ یہ تو خیال میں بھی نہیں تھا، بات یہ ہے کہ جس زمانہ میں آپ نے پڑھا تھا اس زمانہ میں طلباء کا مزاج اور طرح کا تھا، وہ اساتذہ کا احترام کرتے تھے، ان کی بات کی دل کے اندر وقعت رکھتے تھے، کوئی بے ادبی گستاخی نہیں کرتے تھے، اب وہ حال نہیں رہا طلباء کے حالات خراب ہیں نئے آدمی کو الٹے سیدھے سوالات کر کے پریشان کرتے ہیں، بس یہ اندیشہ ہے اس وجہ سے میں نے تجویز کیا، اس لئے نہیں کہ آپ بخاری نہیں پڑھا سکتے ہیں، میں چونکہ انھیں میں رہتا ہوں میرا ذرا لحاظ کرتے ہیں۔

تو جنہوں نے مجھے سنایا وہ بتلاتے تھے کہ میں بھی خود اس سال بخاری میں تھا، ان کے چلے جانے کے بعد میں نے حضرت مولانا سے کہا کہ حضرت دے کے تو دیکھی ہوتی بخاری، کیا اکڑتے پھریں کہ میں تم سے اچھی بخاری پڑھا لوں، قسم ہے "وحدہٗ لاشریک لہٗ" کی ایسے ایسے سوالات کرتا کہ میاں کو چھٹی کا دودھ یاد آجاتا تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے دانت میں انگلی دبائی ہائیں ہائیں، خبردار خبردار، توبہ توبہ! اللہ کو عاجزی پسند ہے، یہ خودی اور بڑائی پسند نہیں، کیا طریقہ اختیار کیا تم نے۔

مدرسہ نے یہ گدی ہمیں اس لئے نہیں دی

حاجی مشتاق صاحب تھے علی آباد ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے، حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی مولانا ابواحمد بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ وہ بتلاتے تھے کہ میں سہارنپور گیا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ٹھہرا، جب

وہاں سے چلنے لگا تو حضرت مولانا اسوقت بخاری شریف پڑھانے کیلئے بیٹھ رہے تھے، میں نے مصافحہ کرلیا، رخصتی کا اور کہا کہ حضرت مجھے ذرا سا مشورہ بھی کرنا تھا، تو فوراً وہاں سے اٹھ گئے علیحدہ کھڑے ہوکر مشورہ کیا، میں نے کہا کہ حضرت اٹھنے کی کیا ضرورت تھی ایک منٹ کی تو بات ہی تھی، وہیں بیٹھے بیٹھے سن لیتے تو فرمایا کہ مدرسہ نے ہمیں یہ گدی یہ دری اسلئے دی ہے کہ اس پر بیٹھ کر سبق پڑھائیں اسلئے نہیں دی کہ دوستوں سے مشورہ کریں، دوستوں سے مشورہ کے لئے اس کا استعمال کرنا کہاں درست ہے۔

ہدیہ کی واپسی کا واقعہ

گنگوہ میں ایک صاحب سناتے تھے، میں بیعت تھا حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سہارنپور میں کچہری میں ملازم تھا، کوئی بات پیش آئی جسکی وجہ سے مجھے معطل کردیا گیا، میں اس مقدمہ میں حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتا ان سے کچھ قرابت بھی تھی، آتا بتلاتا تو فرماتے مقدمہ کی پیروی کرو اللہ مدد کریگا، پیروی کرتا رہا یہاں تک کہ مقدمہ میرے خلاف ہوگیا، میں نے آکر کہا حضرت نے فرمایا اچھا ایسا کرو اللہ کے ناموں میں سے فلاں نام ظہر کی نماز کے بعد اکیس (۲۱) مرتبہ پڑھو اللہ تعالیٰ خود غیب سے کوئی سامان پیدا کرے گا، اچھی بات ہے، میں نے زیادہ دنوں تک پڑھا بھی نہیں تھا کہ ایک افسر تھا ہندو ڈپٹی اس کا ایک تقسیم کا معاملہ تھا، زمین وجائداد کی تقسیم صحیح نہیں ہوپاتی تھی، وہ میرے سامنے آیا تو میں نے اسکا سب تقسیم کا معاملہ ٹھیک کردیا، وہ بہت خوش ہوا، اس نے کہا کہ تمہارا کوئی کام ہوتو بتاؤ، میں نے بتایا کہ میں اس طرح فلاں جگہ کچہری پر ملازم تھا، اور اس طرح معطل ہوگیا، اس نے کہا: اوہو یہ تو میرے گھر کی چیز ہے، فلاں منصف فلاں حاکم کے یہاں آپ کا معاملہ ہے، وہ میرا گہرا دوست ہے، میں اس کی گردن پکڑ کے زبردستی لکھوالوں گا، جو کچھ کہو کل آجاؤ، تو میں گیا کل کو تو معلوم ہوا کہ اس کا تو آج تبادلہ ہوگیا،

پیشکار سے بات کی پیشکار نے کہا کہ ہاں تبادلہ تو ہوگیا ہے لیکن کاغذات ابھی منتقل نہیں ہوئے ہیں، وہ موجود ہیں، میں نے دو روپے پیشکار کو دئے کہ اس نے راہ کی بات بتائی، وہ ان سے جن کی تقسیم کا معاملہ صحیح کیا تھا، آ کر ملے اور ان سے کہا کہ صاحب آپ کا تبادلہ ہوگیا، آپ جارہے ہیں، میرا ایک کام اٹکا ہوا ہے، کیا کام؟ کہا: یہ کام اچھی بات، وہیں کاغذات منگائے جس طرح میں چاہتا تھا اسطرح لکھدیا میں بہت خوش ہوا اور آ کر حضرت کو اطلاع دی کی اس طرح سے ہوگیا، تو میں نے پانچ روپیہ حضرت کی خدمت میں پیش کئے حضرت نے بڑی بشاشت کے ساتھ وہ روپے ہاتھ میں لیلئے ہاتھ میں روپے لیکر فرمایا بھائی اس مقدمہ میں تمہارے ذمے کچھ قرض بھی تو ہوگیا ہوگا، کہا: جی! ہاں جی قرض بھی ہوگیا، فرمایا: دیکھو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم یہ ہے کہ پہلے تو تنگی اور ترشی برداشت کر کے قرض خواہوں کا قرض ادا کیا جائے، اس کے بعد اپنے اہل وعیال پر فراغت کے ساتھ خرچ کیا جائے پھر اگر بچے تو مجھے دینے میں بھی مضائقہ نہیں میں نے لے لئے تمہاری خوشی کو اور اب میں تم کو اپنی طرف سے دیتا ہوں، میرے جی میں خیال آیا کہ کم ہیں روپے پانچ، شاید اس وجہ سے نہیں لیتے اس پر فوراً فرمایا کہ اسکی کوئی قید نہیں کہ پانچ ہی ہوں، پانچ ہوں، چھ ہوں، چار ہوں، سات ہوں، تین ہوں، جیسا موقع ہو اسمیں کوئی حرج نہیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت میری بیوی تو اس بات کو نہیں مانے گی، فرمایا تمہاری بیوی کون ہے، پھر خود ہی سوچ کر فرمایا محمد علی کی بیٹی جی! کہا: مکان تمہارا کہاں ہے؟ میں نے کہا: محلہ متربان میں فلاں جگہ۔ فرمایا: اچھا میں آؤنگا دوپہر کو، جی میں خیال آیا ان لوگوں کو کہاں فرصت آنے جانے کی، خود ہی فرمایا دوپہر کو نہیں بلکہ عصر کے وقت آؤنگا چنانچہ میں تو چلا گیا کچہری، عصر کے بعد عصر کی نماز پڑھ کے آیا تو معلوم ہوا کہ حضرت نے آ کر پوچھ پاچھ کی کون سا مکان ہے، اسی مکان میں جا زنجیر کھٹکھٹائی، بچہ تھا وہ آیا اس سے کہا کہ بیٹے والدہ سے کہو کہ ذرا دیوار کے پیچھے کھڑی ہو کر بات سن لیں اس نے یہاں آ کر کہا وہ کہہ ہی رہا تھا کہ حضرت نے خود ہی

فرمایا: بہن خاتون تم محمد علی کی بیٹی ہو نا، میں ہوں خلیل انبیٹھ والا، یہاں مدرسہ میں پڑھایا کروں ہوں، میں مبارکباد دینے آیا ہوں تمہارے شوہر مقدمہ میں کامیاب ہو گئے، ملازمت برقرار ہو گئی، تمہارے شوہر میرے پاس پانچ روپے لائے تھے، میں نے ان سے کہا کہ دیکھو بھائی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے پہلے تنگی ترشی برداشت کرکے قرض خواہوں کا قرض ادا کرو اور اس کے بعد فراغت کے ساتھ اہل وعیال پر خرچ کیا جائے پھر بچے تو مجھے دینے میں بھی اشکال نہیں میں اس واسطے آیا ہوں کہ تمہارا جی برا نہ ہو کہ روپے واپس کر دئے، بس یہ کہکر باہر ٹہل رہے تھے، کہا بس مجھے دیکھ کر بڑی شرم آئی سیدھی سیدھی بات جو جی کی تھی وہ کہی کوئی شریعت کی بات تھی وہ کہی، کوئی تکلف اور بناوٹ نہیں، یہی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ تھا، کہ وہاں بناوٹ نہیں تھی، سیدھی سیدھی سچی سچی باتیں تھیں، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی جھلک زیادہ حضرت مولانا ہی میں دیکھی آج تو تکلف اور بناوٹ بہت ہو گیا ہے۔

پنڈت کے پاس جانے کی نحوست

انہوں نے ہی سنایا کہ پھر ایک مقدمہ میرے اوپر او رہو گیا اور جانتے ہو کہ اہل غرض تو مجنوں ہوتا ہے، مجھے جس نے جو بتایا وہ میں نے کیا، کسی شخص نے کسی پنڈت کا نام بتایا کہ اسکے پاس جاؤ میں اسکے پاس گیا تو اس نے مجھے ایک پرندے کا پنجہ دیا کہ یہ عمامہ میں رکھو اور کہا کہ چنے بندروں کو ڈالو، میں نے وہ بھی کیا لیکن مقدمہ میرے خلاف ہو گیا جب خلاف ہو گیا تو اسی روز میں نے خواب میں دیکھا کہ میں گنگوہ گیا حضرت کی خانقاہ میں اور اندر جانے کی ہمت نہیں ہوئی خوف غالب ہے، دہشت بہت ہے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں، اور برابر میں ایک موڑھا ہے اس موڑھے پر (حضرت شیخ الہند) مولانا محمود حسن صاحب بیٹھے ہیں، اس زمانہ میں ان کو شیخ الہند کوئی نہیں کہتا تھا، مولانا محمود حسن

کہا کرتے تھے، تو شیخ الہند نے فرمایا: جو شخص ہر در کا کتا ہو اس کا یہاں کیا کام دو دفعہ فرمایا، اس پر حضرت گنگوہیؒ نے سر اٹھا کر فرمایا ارے میاں فلانے! ارے تم نے توبہ نہیں کی کیا، انہوں نے کہا کہ حضرت توبہ کر لی میں نے پھر حضرت شیخ الہند سے فرمایا پھر بھائی اب ان کے اوپر کیا الزام ہے، اچھا بس آنکھ کھل گئی، اب اتنی دہشت کہ گنگوہ تو گنگوہ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی جانے کی ہمت نہیں، ایک اور صاحب تھے جن کا نام حکیم خلیل احمد صاحب تھا، ان کو ساتھ لیکر گیا، تو حضرت تھانویؒ اس وقت حجرہ کا دروازہ بند کر رہے تھے، قفل لگا رہے تھے، سبق میں جانے کیلئے حکیم صاحب نے آگے بڑھ کر قفل لے لیا ہاتھ سے اور کہا کہ حضرت یہ ذرا سی کچھ بات کرینگے، حضرت بیٹھ گئے بات کو بتلایا کہ اس اس طرح سے ہوا حضرت نے فرمایا کہ بھائی گنگوہ جاؤ مزار پر حضرت گنگوہیؒ کے اور دیکھو تمہارا گھر بھی گنگوہ ہے، ایسا نہ ہو کہ پہلے گھر چلے جاؤ بلکہ سیدھے مزار پر جانا وہاں جا کر مزار پر مراقبہ کرو، اس کے بعد جو کیفیت ہو آ کے بتانا، میں گیا اسی روز میرے بھائی جو کہیں سے آئے ہوئے تھے مل گئے گنگوہ جانے کے لئے بیل گاڑی کرایہ کی اور بھائی کو بھی سب قصہ میں نے سنا دیا تو جنگل سے ہی اتار کر بھائی نے مجھ سے کہدیا کہ تم اس راستے سے چلے جاؤ باہر ہی باہر میں گیا عصر کا وقت تھا میں وہاں گیا، اب جب وہاں داخل ہونا چاہتا ہوں، تو اتنی تاریکی معلوم ہوئی جیسے بالکل اندھیری رات اور طبیعت پر دہشت غالب احاطے کے اندر جانے کی ہمت نہیں ہوتی رکا ہوا ہوں آگے جانب مغرب میں باڑ ہے اس کے قریب کھڑا ہو اوہاں سے بھی اندھیرا زیادہ معلوم ہوا ہمت نہیں ہوئی آخر گھر چلا گیا بھائی کو بتایا جا کر بھائی نے کہا تم نے غلطی کی تم پہنچ جاتے جو کچھ بھی گزرتی خیر اب تو رات ہو گئی اب ایسا کرو کہ فجر کی نماز وہاں جا کے پڑھ لو چنانچہ گیا اور جا کر فجر کی نماز وہیں پڑھی، حضرت کے مزار کے قریب جو مسجد ہے اس میں، اور مزار پہ تو نہیں جاسکا مسجد میں ہی مراقب ہو کر بیٹھ گیا کچھ دیر بعد سکون معلوم ہوا تو وہاں سے اٹھ کر سہارنپور گیا پھر حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ہی

کے پاس گیا، بتایا: حضرت نے فرمایا: تجدید بیعت کی ضرورت ہے، میں نے کہا حضرت مجھے تو معلوم نہیں کیا طریقہ ہے، جیسے آپ کہیں کرلوں، پھر حضرت سہارنپوری سے پوچھا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب اتنا کیوں خفا ہوئے، اس پر حضرت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: کہ دیکھو بھائی! گنہگار تو سبھی ہیں، لیکن کسی بڑے کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونے کے بعد کسی ایسے ویسے کے پاس جانا اپنے بڑے کو بدنام کرنا ہے، کہاں تو تمہارا تعلق حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا اور گئے پنڈت کے پاس، اور دیکھو حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمان نہ ہونا ان کا یہ احسان ہے، کہ انہوں نے متنبہ کیا باقی ہمارے حضرت کی نسبت تو نسبت محمدی تھی، وہاں تو عفو ہی عفو تھا کوئی انتقام تھا ہی نہیں۔

حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید کی گنگوہ آمد اور دو پیغام

حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے درخواست کی کہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنا چاہتا ہوں، انہوں نے اجازت دیدی کہ جاؤ مولانا بہت اچھے آدمی ہیں، سب سے اونچا لفظ ان کے یہاں یہی ہوتا تھا تعریف کا، وہ بہت اچھے آدمی ہیں، جاؤ ہمارا اسلام بھی کہنا، آئے گنگوہ آکر ٹھہرے جب یہاں سے رخصت ہونے لگے تو پھر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ مولانا کو میرا اسلام کہنا اور دو پیغام دینا، ایک تو یہ کہ ذرا ضبط سے کام لیا کریں، (کشف کو ظاہر بہت کرتے تھے، بہت ظاہر کردیتے تھے اپنے کشف کو) ایک یہ کہ خلق محمدی اختیار کریں، (خفا بہت ہوتے تھے، نکال دیتے تھے، آدمی کو اپنے یہاں سے) چنانچہ سب کے اوپر ڈانٹیں پڑی ہیں، ان کے یہاں حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی ڈانٹیں پڑیں۔

....

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی گنج مراد آباد حاضری

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود بیان کیا اس قصہ کو لکھا بھی ہے، کہ کانپور کے زمانہ قیام میں گیا گنج مراد آباد، مغرب کے بعد وہاں پہنچا، وہاں کسی مہمان پر ڈانٹ پڑ رہی تھی، مہمان کو ڈانٹ رہے تھے، کہ تم چلے جاؤ، مہمان نے کہا: کہ میں تو جانے کا نہیں، آج میں ٹھہرونگا، کہا: نہیں تمہیں جانا ہوگا، کہا: کہ نہیں میں نہیں جاؤنگا، اپنے خادم سے فرمایا: ان کا سامان باہر رکھدو، خادم نے باہر رکھدیا وہ پھر اٹھالایا، تو میں سوچ رہا کہ یااللہ! یہاں تو مہمان کی بڑی گت ہوتی ہے، میرا کیا حال ہوگا، میں نے سلام کیا پوچھا کون ہو؟ میں نے کہا: جی طالب علم ہوں، پوچھا: کیوں آئے ہو؟ جی زیارت کیلئے آیا ہوں۔ فرمایا: زیارت کے لئے آیا ہوں، زیارت کے لئے! تمہیں زمین نہیں نگل گئی، اتنا نہیں سوچا کہ رات کا وقت ہے کھانا کہاں سے کھلاؤنگا، گھر میں کھانا نہیں تھا، اپنے خادم سے فرمایا: کہ جاؤ ہماری لڑکی کے گھر سے کھانا لے کر آؤ، اب کشف شروع ہوا فرمایا تو نے مولوی یعقوب سے بھی تو پڑھا ہے، کہا: جی ہاں! ہاں وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔

کھانا آیا، کیا کھانا؟ مٹی کے پیالے میں ارہر کی دال اور گیہوں کی دو روٹی اسکے اوپر رکھی ہوئی اس طرح سے لایا، حضرت نے فرمایا: کیوں رے بدتمیز! کھانا اس طرح سے لایا کرتے ہیں، ڈھک کر نہیں لایا، اس نے کہا: حضرت ڈھکنے کے لئے کوئی برتن ہوگا نہیں، فرمایا: اور وہ جو کوٹھے میں کواڑ کے پیچھے چھینکے پر جو طباق رکھا ہے اس سے کیوں نہیں ڈھک کر لایا، اور پھر مجھ سے پوچھا کیا ہے کھانے میں؟ میں نے کہا ارہر کی دال گیہوں کی روٹی۔ فرمایا: ہاں کھاؤ اللہ کی بڑی نعمت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تو کئی کئی وقت یہ بھی نہیں ملتی تھی، اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب آئے ایک تخت تھا، اس پر مجھے بٹھادیا تھا، اس جگہ آئے اور وہاں کھڑے ہو کر نصیحت فرماتے رہے، میں کھڑا نہیں ہوا کہ اس وقت کا ادب یہی تھا،

نصیحت فرما رہے ہیں، رات میں ٹھہرا صبح کو مجھ سے پوچھا ٹھہریگا یا جاویگا، میں نے کہا: جاؤنگا میں، اچھا وہ گھوڑے پر سوار ہو کر گئے تھے، (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) وہ کہتے ہیں: جہاں میرا گھوڑا تھا، وہاں تک تشریف لائے میں نے سمجھا اپنے کسی کام سے تشریف لے جارہے ہیں، مگر نہیں وہ مجھے ہی رخصت کرنے کے لئے آئے تھے، اتنی شفقت فرمائی۔

میں نے کہا: مجھے کچھ پڑھنے کیلئے بتلا دیجئے۔ فرمایا: کیا پڑھنے کو بتاؤں؟ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ" دوسو مرتبہ "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" دوسو مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ پڑھنے کیلئے بتایا، گو مجھے آج تک اس کے پڑھنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ لیکن ایک بزرگ کا عطیہ میرے پاس ہے، میں اپنی اصلاح کیلئے وہاں نہیں گیا تھا، صرف زیارت کیلئے گیا تھا، جتنی ڈانٹ پڑی سہی، "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" اس سے قلب پر کچھ اثر نہیں پڑا آج لوگ اپنی اصلاح کے لئے آتے ہیں، اور ذرا سی بات برداشت کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔

مولانا احمد علیؒ محدث سہارنپوری کی گنج مرادآباد حاضری

کشف کا ان کے یہ عالم تھا، کہ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف طبع کرائی، اس کا حاشیہ لکھا اور اس کا ایک نسخہ لے کر گئے حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس۔ فرمایا: اچھا! آپ بڑے محدث ہیں، بخاری شریف پر حاشیہ بھی لکھا، فلاں صفحہ سطر میں یہ غلطی، فلاں صفحہ سطر میں یہ غلطی بیٹھے بیٹھے بتا رہے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری

حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ آئے۔ فرمایا: اچھا آپ بڑے فقیہ ہیں، ہدایہ پر حاشیہ بھی لکھا ہے، اچھا آپ یہ بتائیے آپ نے وہاں سے یہاں آتے ہوئے، راستہ

میں قصر کیوں کیا؟ دو ٹکڑے تھے، ایک ٹکڑے سے تک ان کا ارادہ تھا، اسمیں قصر نہیں تھا، وہاں سے پھر ارادہ ہوا یہاں کا، یہ ٹکڑا بھی ایسا کہ اس میں قصر نہیں، لیکن مجموعہ میں قصر تھا، انہوں نے یہ سمجھا کہ پورا سفر تو وہاں سے شروع ہوا ہے، لہٰذا وہیں کا اعتبار ہوگا، اور پورے سفر میں قصر ہے۔

مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری

حضرت مولانا عبدالحق حقانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر حقانی گئے ان سے فرمایا: آپ بڑے مفسر ہیں، قرآن کی تفسیر بھی لکھی ہے۔

"اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ" (سورۃ الغاشیۃ:۱۷)

[تو کیا یہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ انہیں کیسے پیدا کیا گیا؟]

(توضیح القرآن: ۱۹۲۰/۳)

ابل کا کیا ترجمہ کیا؟ کہا: اونٹ، بہت ہنسے، فرمایا: ہاں ایسی ہی تفسیر لکھی ہوگی، پھر فرمایا: کہ ابل سے مراد بادل۔

"حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ" (سورۂ اعراف:۴۰) [جب تک کوئی اونٹ ایک سوئی کے ناکے میں داخل نہیں ہوجاتا۔] (توضیح القرآن ۴۵۵/۱)

جمل کا کیا ترجمہ کیا؟ کہا: اونٹ، بہت ہنسے، فرمایا: یہاں جمل سے مراد موٹا رسا ہے، جس کے اندر کشتی کو باندھا جاتا ہے، یہ شان تھی ان کی۔

مفتی عزیز الرحمن دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری

حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی گئے، کسی بات پر دور سے ہی ناراض ہوگئے، ابھی تک یہ پہنچے بھی نہیں، وہاں دور سے ہی دیکھ کر ڈانٹ دیا "واپس چلے جاؤ" وہ

بھی واپس ہو گئے، انہوں نے بھی تکلیف نہیں کی آگے تک جانے کی۔

اس کے بعد ان کو القا ہوا کہ یہ بہت بڑے آدمی ہیں، اب اپنا آدمی دوڑایا کہ دیکھو ایسی ایسی صورت کا ایک آدمی جا رہا ہے، ان کو بلا کر لاؤ، تو پھر مفتی صاحب کو بلایا، مفتی صاحب آ گئے۔

دو پیغام

اسی وجہ سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دو پیغام بھیجے تھے، ایک ضبط سے کام لیں، ایک خلق محمدی اختیار کریں، جب خادم نے آ کر سلام کہا اور کہا: یہ کہا ہے کہ خلق محمدی اختیار کریں، اس بات سے بہت ناراض ہوئے کہ کوئی میرے پاس دین سیکھنے کیلئے تھوڑا ہی آتا ہے، کوئی کہتا ہے میرا مقدمہ ہو رہا ہے، اس کی کامیابی کے واسطے تعویذ دیدو، کوئی کہتا ہے، میرے بچے نہیں پیدا ہوتے، اس کے لئے تعویذ دیدو کوئی کہتا ہے، مجھے ملازمت نہیں ملتی، ان کاموں کے لئے ان کو ڈانٹوں نہیں، نکالوں نہیں تو اور کیا کروں؟ بیٹھے بیٹھے وہاں نصیحت کر رہے ہیں، خلق محمدی اختیار کریں۔

دوسرا پیغام پہنچایا کہ ذرا ضبط سے کام کریں اس پہ ایک آہ کھینچی، اور فرمایا: آہ صاجزادے! ایسا ظرف کہاں سے لاؤں، سمندر کے سمندر پیئے بیٹھے ہیں، اور ڈکار تک نہیں لیتے۔

۱۲ر رمضان المبارک اتوار کی شب بعد تراویح صلوٰۃ وسلام کے بعد۔

❑❑❑

....

طریق نجات وامن

حضرت نبی اکرم ﷺ سے فتنوں اور فسادات سے نجات پانے کا نسخہ دریافت کیا گیا تھا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے تین چیزیں ارشاد فرمائیں:

(۱)......زبان کو قابو میں رکھو۔

(۲)......تمہارا گھر تم کو سمائے رکھے۔ (بلا ضرورت گھر سے مت نکلو)

(۳)......اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔

اس بیان میں اسی حدیث شریف کی تشریح کی گئی ہے۔

....

طریق نجات وامن

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ!

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں۔انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا "ماالنجاۃ" یعنی نجات کا ذریعہ کونسی چیزیں ہیں، تو آنحضرت ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ"

(ترمذی شریف: ۶۳/۲، باب ماجاء فی حفظ اللسان)

دنیا میں فتنہ فساد ہو رہا ہے، چاروں طرف فتنے ہی فتنے ہیں۔اس فتنہ وفساد سے بچنے کی کیا صورت ہے، حضور ﷺ نے تین باتیں ارشاد فرمائیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بالکل ان ہی لوگوں کے لئے فرمائی ہیں، جو اعتکاف میں بیٹھے ہیں-کیا؟

"اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ"

(ترمذی شریف: ۶۳/۲، باب ماجاء فی حفظ اللسان)

آنحضرت ﷺ نے تین باتیں ارشاد فرمائیں اور تین کام ارشاد فرمائے، ایک اپنی زبان کو قابو میں رکھو، ترکیب نحوی کے اعتبار سے اس پر شراح نے اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ ثلاثی مجرد سے ہے تو "اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ" [تم مالک رہو اپنے اوپر اپنی زبان کے۔] تو بات صاف تھی، لیکن یہاں "اَمْلِكْ" ہے، اور "اَمْلِكْ" کے معنی مالک بنا دینے کے ہیں، ہاں مطلب یہی ہے، کہ زبان کے مالک بن کر رہو زبان کو اپنے اوپر مالک مت بناؤ کہ زبان نے جو چاہا بول دیا، بلکہ جو تم چاہو وہ بولو۔

"وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ" اور تمہارا گھر تم کو سمائے رکھے یعنی گھر سے باہر مت نکلو۔

"وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ" اور اپنی خطا پر روتے رہو، یہ تین باتیں ارشاد فرمائیں۔

غور کیجئے کہ جب کسی جگہ پر فساد ہو رہا ہو، گولی چل رہی ہو، فسادیوں کا بڑا جلوس نکل رہا ہو، طمطراق کے ساتھ پولیس فسادیوں کی گرفتاریوں کی فکر میں ہو، ایسی حالت میں آدمی کیا کریگا، اپنے گھر میں رہے باہر نہ نکلے باہر نکلے گا تو فتنہ فساد میں مبتلا ہوگا، ممکن ہے کہ اس کو فسادی سمجھ کر گرفتار کرلیا جائے، ممکن ہے کہ فسادی اس کو مار ڈالیں اسی واسطے فتنہ سے بچنے کی بہت سخت ضرورت ہے، احادیث میں وارد ہوا ہے، بعضے فتنہ ایسے ہیں، کہ اس میں لیٹا ہوا بنسبت بیٹھے ہوئے کے امن میں رہیگا اور سونے والا بہ نسبت جاگنے والے کے امن میں رہے گا۔ (مشکوۃ شریف: ۴۶۲ / ۲، کتاب الفتن)

ایک شخص لیٹا ہوا ہے اپنے گھر میں اور ایک شخص بیٹھا ہوا تو جو شخص لیٹا ہوا ہے، وہ زیادہ امن میں رہے گا بیٹھے ہوئے کی بہ نسبت، جو شخص بیٹھا ہوا ہے وہ زیادہ امن میں ہے بہ نسبت کھڑے ہونے والے کے، جو کھڑا ہوا ہے اس کی طبیعت میں تقاضا پیدا ہوگا، گھر سے باہر جانے کا، دیکھنے کا کہ ڈھول کیسا بج رہا ہے، تماشا کیسے ہو رہا ہے، فساد کیسے ہو رہا ہے، گولی کیسے چل رہی ہے۔ اور جب باہر نکلے گا لازمی طور پر اس فتنہ میں مبتلا ہو جائے گا۔

اور آہستہ چلنے والا امن میں ہوگا بہ نسبت دوڑنے والے کے غرض کہ جتنا آدمی دور رہیگا فتنوں سے اتنا ہی امن میں رہے گا، تو جب فسادات ہوں ایک فساد تو یہ ہے کہ جن کو ہم بھی فسادات سمجھتے ہیں، گولی چلنا پتھراؤ کرنا، ایک دوسرے کو قتل کرنا، مکان میں آگ لگا دینا دوکان میں آگ لگا دینا جو چیزیں آجکل ہوتی ہیں، ان فتنوں سے بھی بچایا گیا ہے، اور ان فتنوں سے ہر شخص بچنا چاہتا بھی ہے طریقہ اس کا بہترین یہی ہے کہ آدمی ایسے موقع پر گھر میں رہے، کواڑ بند کر کے رہے باہر نہ جائے ورنہ جو شخص فتنہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا، گردن بڑھا کر دیکھے گا فتنہ اس کو اپنی طرف کھینچ لیگا، ہوتا ہی یہی ہے۔

....

دوسرا فتنہ معاصی کا گناہوں کا فتنہ ہے اسے ہم لوگ فتنہ نہیں سمجھتے ہیں آدمی باہر نکلتا ہے تو معاصی میں مبتلا ہوتا ہے، نامحرموں پر نظر پڑتی ہے، بعضے آدمی ستر کا اہتمام نہیں کرتے ستر کھولے ہوئے پھرتے ہیں، رانیں کھلی ہوئی ہیں، گھٹنے کھلے ہوئے ہیں، عورتیں بے پردہ پھرتی ہیں، معاصی کی طرف کھینچنے والی چیزیں بے شمار موجود ہیں ایسے موقع پر ان معاصی سے ان فتنوں سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

"ولیسعك بیتك" گھر میں رہو، بے ضرورت گھر سے مت نکلو۔

"اَمْلِكْ عَلَیْكَ لِسَانَكَ" زبان کو قابو میں رکھو کوئی بات زبان سے غلط قسم کی نہ نکلے۔

کسی نے آکر دریافت کیا تھا: کہ حضور اقدس ﷺ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے آنحضرت ﷺ نے زبان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس کو قابو میں رکھو۔

ایک روایت میں آتا ہے، کہ سویرے سویرے انسان کے تمام اعضاء زبان سے عرض کرتے ہیں، کہ اللہ کی بندی تو سیدھی سیدھی رہنا ہم سب کا نظام درست رہے گا، تو اگر ٹیڑھی چلی ہم سب کا نظام خراب ہو جائے گا، زبان کے ذریعہ سے نظام درست رہتا ہے، اگر زبان صحیح چلے، غلط چلے گی تو خرابی پیدا ہوگی، شوہر بیوی کے درمیان لڑائی ہوتی ہے، زیادہ تر زبان درازی سے اگر ان میں سے ایک خاموشی اختیار کر لے، صبر وضبط سے کام لے دوسرا فریق تھوڑی دیر بک بک کر کے خود ہی خاموش ہو جائیگا، کہ یہ تو بولتا ہی نہیں۔

مولانا یحییٰ صاحب کا واقعہ

گنگوہ میں حضرت مولانا یحیی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد رہتے تھے، خانقاہ میں حضرت کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کے سب کام وہی انجام دیتے تھے، فتاویٰ وہی لکھتے تھے، مہمانوں کے قیام کا انتظام فرماتے تھے، ایک شخص نے آکر کہا مولوی یحی، انہوں نے اسکی طرف دیکھا تو اس نے بے تکی

گالیاں دینی شروع کیں، انہوں نے ادھر سے نظر ہٹا کر اپنے کام کی طرف توجہ کی کہ جو لکھ رہے تھے لکھنے لگے وہ گالیاں دیتے رہے تھک کر واپس چلے گئے، اگلے روز پھر اسی طرح سے آیا اور یہی کیا پھر گالیاں دیکر چلے گئے، تیسرے روز پھر اسی طرح سے کیا ایک منشی محمد حسین صاحب تھے مولانا یحیی صاحب کے کتب خانہ میں کام بھی کرتے تھے، ملازم کی حیثیت سے نہیں بلکہ دوستی کی حیثیت سے رہتے تھے، انہوں نے کہا مولوی یحیی! انہوں نے ان کی طرف دیکھا، منشی صاحب نے کہا کہ تمہاری زبان نہیں، زبان ٹوٹ گئی تمہاری غیرت کو کیا ہو گیا، دیکھتے نہیں یہ کتنا بُرا کہہ رہا ہے مولوی یحیی صاحب نے ادھر سے نظر ہٹا کر اپنے کام کی طرف لگا لی، اب منشی صاحب کو بڑا غصہ آیا، کہا: انہوں نے مجھے بھی اسی لائن میں شمار کیا، میں تو ان کا دوست ہوں، ان کی خیر خواہی کیلئے کہتا ہوں، جب وہ بہت بے قابو ہو گئے غصہ سے تب مولانا یحیی صاحب نے کہا منشی جی، مجھے ہی تو کہہ رہے ہیں جب آپ کو کہیں گے تو آپ جواب دے دینا، آپ کے منہ میں تو زبان ہے، بات ختم ہوگئی اور اگر جواب میں کہنا شروع کر دیتے خدا جانے کہاں تک نوبت پہنچتی اس واسطے زبان کو قابو میں رکھنے کی سخت ضرورت ہے، شوہر بیوی کے درمیان لڑائی کے وقت طلاق کے واقعات کثرت سے پیش آتے ہیں، زیادہ تر زبان درازی کی وجہ سے۔ بہت خراب نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

سمندر پر شیطان کا تخت

حدیث میں آتا ہے، کہ شام کو شیطان سمندر پر تخت بچھا کر بیٹھتا ہے، اور اس کے تمام چیلے دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، لوگوں کو گمراہ کرنے اور معاصی میں مبتلا کرنے کے لئے وہ آآ کر اپنی اپنی رپورٹ پیش کرتے ہیں آج میں نے کیا کیا کام انجام دیا، مثلاً ایک کہتا ہے کہ میں نے آج ایک شخص کی نماز قضا کرادی، شیطان کہتا ہے تو نے کوئی خاص کام نہیں کیا اسی طرح سب اپنی اپنی کارگزاری سناتے ہیں، اور شیطان سب کی تردید کرتا ہے، کہ

تونے کوئی خاص کام نہیں کیا، ایک آ کر کہتا ہے، کہ آج میں نے شوہر بیوی کے درمیان لڑائی کرادی شوہر باہر سے ڈیوٹی پر سے گھر میں آیا، بیوی نے مطالبہ کیا کہ آپ نے فلاں کام خراب کر دیا، شوہر نے جواب دیا میں نے خراب نہیں کیا، تو اس نے کیا، پھر میں نے شوہر سے کہا تم کہو کہ تو جھوٹ بولتی ہے میں نے خراب نہیں کیا تو نے خراب کیا، اور اس کا جواب اسے...... اس کا جواب اُسے بتاتا رہا، یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے دونوں میں بائیکاٹ ہوگیا، بیوی ناراض ہو کر اپنے باپ کے گھر چلی گئی، اب شیطان اس کو سینہ سے لگاتا ہے، کہ تو میرا صحیح خلیفہ صحیح جانشین ہے۔

کیوں! کیا بات؟ جب ان دونوں کے درمیان چھوٹ چھاٹ ہوگئی لڑائی ہوگئی بول چال بند ہوگئی بیوی چلی گئی اپنے باپ کے گھر اور شوہر رہ گیا یہاں، بچے یہاں کوئی باپ کے پاس رہے گا، کوئی ماں کے ساتھ ہوگا، بیوی وہاں جا کر اپنے خاندان کی عورتوں کے سامنے کہے گی کہ میرے شوہر نے مجھے یہ کہا، اپنی بات کبھی نہیں کہے گی، بلکہ شوہر نے یہ کہا اب اگر وہ باتیں صحیح ہیں جو شوہر کی طرف سے وہ نقل کر رہی ہے، تو یہ غیبت ہے غیبت کیلئے مستقل مجلس منعقد کرنا اتنے لوگوں کو غیبت میں شریک کرنا کس قدر گناہ کی بات ہے، اور اگر یہ باتیں غلط نہیں تب تو یہ بہتان ہے بہتان کے لئے مجلس منعقد کرنا گویا فعل منکر کے واسطے مجمع جمع ہوتا ہے، اسی طرح شوہر اپنے جاننے والوں سے خاندان والوں سے شکایت کرتا ہے کہ میری بیوی نے یوں کہا یوں کہا وہ اپنی بات نقل نہیں کرتا ہے، اگر بات غلط ہے تو بہتان ہے، اور اگر صحیح ہے تو غیبت ہے۔

ہفتہ میں دو دن اعمال کی پیشی

حدیث شریف میں آتا ہے، کہ ہفتہ میں دو دن ایک پیر کا دن ایک جمعرات کا دن ان دونوں دن بندوں کے اعمالنامے حق تعالیٰ کے دربار میں پیش کئے جاتے ہیں، اور

گنہگاروں کی مغفرت ہوتی ہے، لیکن جن دو شخصوں کے درمیان آپس میں نااتفاقی کی وجہ سے بول چال بند ہو چھوٹ چھٹاؤ ہو گیا ہو، ان کے اعمال نامے پیش ہی نہیں کئے جاتے، کہ مغفرت ہو جائے اِدھر مغفرت سے محروم، اُدھر مغفرت سے محروم۔

دعا کا مردود ہونا

حدیث میں آتا ہے جن دو شخصوں کے درمیان آپس کی نااتفاقی کی وجہ سے بول چال بند ہے تو دعا مردود ہوتی ہے، اس کی دعا بھی مردود، اس کی دعا بھی مردود، دونوں کی دعا قبول نہیں ہوتی دونوں کی دعا درمیان میں اٹکی ہوئی ہے۔

جذبات شوہر کے ساتھ بھی ہیں، بیوی کے ساتھ بھی ہیں، ان جذبات سے متاثر ومانوس ہو کر بیوی کہیں اور، اپنا منھ کالا کریگی، شوہر کہیں اور اپنا منھ کالا کریگا، اس سے جو اولاد وجود میں آئے گی، وہ کیا گل کھلائیگی، جس بچے کو باپ سے تعلق ہوگا، اس کی طبیعت میں ماں سے نفرت ہوگی، اور جس بچے کا ماں سے زیادہ تعلق ہوگا اس کے دل میں باپ سے نفرت ہوگی، اور ایسا درخت بو دیا یا یوں کہئے ایسا بیج بو دیا کہ جس سے عظیم الشان درخت پیدا ہوا اس کی شاخیں دور دور تک پھیلیں گی، اس میں کانٹے ہیں، اس میں زہریلے پھل ہیں کتنی بڑی مخلوق اس سے متاثر ہوگی۔ اس لئے حدیث میں ہے: "اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ"

اپنی زبان کو قابو میں رکھو، اور خاص کر بات ایسی کہی جاتی ہے کہ جس سے اس کا دل جلے متاثر ہو صرف اپنے دل کی بھڑاس نکالنا مقصود ہوتا ہے، کوئی دینی فائدہ اس پر مرتب نہیں ہوتا، اس لئے فرمایا گیا: "اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ"

اپنی زبان کو قابو میں رکھو اعتکاف میں بیٹھے ہوئے ہو، خدا کے گھر میں ہو، مسجد میں ہو، اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔

"وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ" اور یہ بیت آپ کو سمائے رکھے ایسا نہ ہو کہ اس بیت سے

باہر نکل جاؤ بلا ضرورت باہر نکلے گا، تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائیگا، ایسا ہی اگر فتنہ وفساد کے موقع پر آدمی گھر سے نکلے کہ باہر نکلا اور فوراً اس پر گولی لگ گئی۔

سنہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں مظاہر علوم کی خدمات

سنہ ۴۷ء کے ہنگاموں میں اس قسم کے تجربے بہت ہوئے سہارنپور میں مدرسہ مظاہر علوم میں جس جگہ دار جدید ہے اس وقت تو دار جدید

نہیں بنا تھا، ایک دو کمرہ تھا، جو لوگ پناہ گزین کی حیثیت سے آئے ہوئے تھے، اہل مدرسہ نے ان کیلئے کیمپ قائم کئے تھے، ان کو ٹھہرایا گیا ان کیلئے کھانے کا انتظام کیا گیا، بہت سے طلباء اساتذہ اسمیں لگ گئے کسی کو "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" یاد کرا رہے ہیں، کسی کو کلمہ یاد کرا رہے ہیں، یہ چیزیں وہ لوگ نہیں جانتے تھے، جو بھاگ کر آئے تھے، جن کو فسادی یا فساد زدہ قرار دیا گیا، اور تعجب کی چیز ہے کہ جو چیز ان کے یہاں زیادہ قابل قدر تھی جس کو گھر سے لیکر بھاگے تھے، وہاں چھوڑ نہیں سکتے تھے، وہ شراب کی بوتلیں تھیں ان کو ساتھ لیکر بھاگے اور پھر یہاں انکے سارے اوقات کو گھیر لیا مدرسہ والوں نے انکو یہ عذاب زیادہ سخت معلوم ہوا، جس مقام پر فساد ہوا، انکے گھروں کو جلایا گیا، اپنے گھروں کو وہ لوگ چھوڑ کر آ گئے ہیں، اس کے مقابلہ میں یہ عذاب زیادہ سخت معلوم ہوا، کہ "الحمد للہ" یاد کرائی جا رہی ہے، اور کلمہ یاد کرایا جا رہا ہے اِدھر اُدھر جانے کا موقعہ نہیں ہے، کام ہو رہا تھا لیکن اپنی خواہش پورا کرنے کیلئے جاتے، اور باہر نکلے کہ گولی لگ گئی، کہیں گولی لگی کہیں چھرا لگا، گردن پر چھرا مارا تو یہاں تک آ گیا۔

نکلے کیوں ہو جب ساری ضرورتیں اندر (وہاں) مہیا ہیں، کیوں نکلتے ہو کیوں وہاں جاتے ہو، یہیں ٹھہرو۔

"وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ" بیت: [گھر] تم کو سمائے رکھے گھر سے باہر نہ نکلو اگر نکلو گے تو یاد رکھو شیطان کی طرف سے بڑے بڑے حال پیچھے ہیں۔

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

شیطان کا اعلان

"قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ" (الآیۃ) (سورۃ الاعراف: ۱۶،۱۷)

شیطان نے کہا تھا کہ اے پروردگار تو نے مجھے تو بے راہ کرہی دیا آدم کی وجہ سے میں بھی آدم کی اولاد کو جنت میں نہیں جانے دونگا، میں صراط مستقیم پر بیٹھونگا اس کو آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے گمراہ کرونگا، بات بھی یہی ہے جب آدمی گھر سے نکلتا ہے، تو دائیں بھی فتنہ بائیں بھی فتنہ آگے بھی پیچھے بھی، ہر طرف سے فتنہ ہوتا ہے، لہٰذا بلا ضرورت باہر نکلے ہی نہیں، کیوں نکلے؟ جہاں گھر میں بیٹھے ہو آنکھیں کھول لے، بلا ضرورت کیوں کھولے کھولے گا تو کوئی چیز نظر آئے گی، پسند آئے گی، فتنہ ہوگا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک معمول

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جس زمانہ میں دہلی تھے تو قیامگاہ سے جب مدرسہ جاتے تو عام بازاری راستہ سے نہیں جاتے تھے، بلکہ چھوٹی چھوٹی گلیوں سے جاتے تھے، جہاں سے لوگوں کی آمدورفت کم ہو کسی نے پوچھا کیا بات ہے، آپ بازار میں نہیں آتے تو فرمایا کہ بازار میں ہر قسم کی چیز ہوتی ہے، ممکن ہے کہ کسی ایسی چیز پر نظر پڑ جائے جو پسند آجائے اور اپنے پاس اسکے خریدنے کی وسعت نہ ہو خواہ مخواہ اس کا خیال دل میں قائم ہو جائے اس خیال سے بچنے کے لئے ایسے راستہ سے جاتا ہوں، جہاں ایسی کوئی چیز نظر ہی نہ آئے اس واسطے "وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ" گھر میں رہو یہاں بھی آپ زبان بلا ضرورت استعمال نہ کرو، ضرورت ہو تو استعمال کرو، زبان کو بلا ضرورت استعمال نہ کرو، ضرورت ہو تو حدود میں رہ کر استعمال کرو۔

....

جنت کی ضمانت

حدیث میں ہے کہ (دو چیزیں اللہ نے بے ہڈی کی پیدا کر رکھی ہیں، انسان کے بدن میں، زبان وشرمگاہ، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا) جو شخص ان دونوں کا ضامن ہو جائے میری خاطر تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہو جاؤں گا، ان دونوں چیزوں کی حفاظت کی سخت ضرورت ہے۔

اسلئے "اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ" (ترمذی شریف: ۶۳/۲، باب ما جاء فی حفظ اللسان)

اپنی خطاؤں پر روتے رہو، نماز پڑھو قرآن پڑھو، تسبیح پڑھو ذکر کرو، اور جو وقت خالی ہو، اس میں اپنی خطاؤں کو یاد کرو اور اپنی خطا کو یاد کر کے روتے رہو کہ یا اللہ میں نے فلاں خطا کی تو معاف کر، اپنی خطائیں تو یاد ہونگی کیا کسی کے یاد دلانے کی ضرورت ہے؟ کچھ نہیں جب اپنی خطاؤں کو یاد کر کے آدمی نہیں روئے گا، تو دوسروں کی خطاؤں کا تذکرہ کریگا، فلاں نے یہ خطا کی، اسمیں یہ عیب، اس میں یہ عیب یہ غیبت و بہتان میں مبتلا ہوگا، معاصی کا ڈھیر جمع کریگا، اس لئے حضور اقدس ﷺ نے ان تین چیزوں کو نجات کا ذریعہ نجات کا راستہ بتایا، اگر آدمی زبان سے خیر کی بات کہتا ہے، قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے، ذکر کرتا ہے، تسبیح پڑھتا ہے، یقینا یہ خاموشی سے افضل ہے، بہت اونچی چیز ہے اور اگر خاموش رہے، یہ افضل ہے اس سے کہ مباح بات کرے جو مباح بات کرنا جائز ہے اسکے مقابلہ میں خاموش رہنا افضل ہے، یہ سوچے کہ اسکا حساب بھی تو دینا ہوگا، جو مباح کام کیا ہوگا، اس کا حساب دینا ہوگا، اور اگر ناجائز بات کہے جس کی وجہ سے اس کی پکڑ ہو جائے اس کے مقابل بالیقین خاموشی افضل ہے، بلکہ لازم ہے فرض کے درجہ میں ہے ناجائز بات زبان سے نہیں نکالنی چاہئے اور اکابر کے حالات سے معلوم ہوتا ہے، خاموشی پر وہ کتنا احتیاط فرماتے تھے۔

خلفاء راشدین میں سے بھی کسی کے متعلق ہے، کہ اپنی زبان پکڑ پکڑ کر وہ سزا دیتے تھے، کہ اس زبان نے خطرے میں ڈالا یہ زبان خطروں کا باعث ہے، یہ ٹھیک رہے تو ٹھیک ہے یہ اگر غلط چلے گی تو اس کی گرفت ہوگی، اس واسطے اس مقام پر جب اعتکاف کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے گھر میں آئے ہوئے ہیں، تو فتنوں سے امن کی جگہ ہے۔

مقام امن

"مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا" (سورۂ آل عمران: ۹۷)

[اور جو اس میں داخل ہوتا ہے امن پا جاتا ہے۔] (توضیح القرآن: ۲۱۰/۱)

ہے تو یہ حرم شریف کے متعلق کہ جو شخص حرم شریف میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہے وہاں وہ امن کے معنی دوسرے ہیں کوئی مجرم وہاں پر داخل ہو جائے وہاں سے اس کا نکالنا گرفتار کرنا درست نہیں، یا کوئی شکار وہاں پر چلا جائے، اس کو نہیں پکڑ سکتے لیکن فتنوں سے امن کی جگہ مسجد ہے جب آدمی مسجد میں آتا ہے، تو بہت سے فتنوں سے محفوظ ہوتا ہے، جو ادھر ادھر نامحرموں پر نظر پڑتی تھی، اس سے امن ہو گیا، لوگوں کی زبان سے جو گالیاں سننے میں آتی تھیں، اس سے امن ہو گیا، خود گالیاں دینے کی نوبت آتی تھی، اس سے امن ہو گیا، اور جو باتیں بازاروں میں اور فحش کام ہوتے تھے، سب سے امن ہو گیا یہاں آ گیا امن ہو گیا۔

اس امن کی قدر کرنے کی ضرورت ہے، قدر کریگا تو ان شاء اللہ اس قدر سے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ! نفع دے کہنے والے کو بھی سننے والے کو بھی۔ آمین! ثم آمین!

❑❑❑

لحاظِ مراتب

اسلام میں مراتب کے لحاظ اور رعایت کی خاص اہمیت ہے۔ احادیث مبارکہ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات کی روشنی میں اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔ ع

فرق مراتب نہ کنی زندیقی

لحاظِ مراتب

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

"امرنا ان ننزل الناس منازلھم" (اتحاف السادۃ المتقین:۲۵۴/۶)

[ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے مراتب کے مطابق معاملہ کریں۔]

ایک روایت میں ہے:

"أنزل الناس منازلھم" (اتحاف السادۃ المتقین:۲۵۴/۶)

یعنی ایک جگہ صیغہ امر ہے، ایک روایت میں:

"ولینزل الناس منازلھم" (اتحاف السادۃ المتقین:۲۵۴/۶)

امام اور مقتدی کو ایک ایک دوسرے کی رعایت

ہر شخص کو اس کے مقام پر رکھنا چاہئے جو عہدہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو عطا فرمایا اس کی رعایت لازم۔ مثلاً امام ہے، نماز پڑھاتا ہے، سب مقتدیوں کو امام کی رعایت لازم ہے، یہاں تک کہ بعض دفعہ امام سے غلطی ہوجاتی ہے، اسمیں بھی اقتداء لازم ہے، فرض نماز کی دو رکعت میں بیٹھنا لازم تھا نہیں بیٹھا، بھول میں کھڑا ہوگیا، کہتے بھی رہے مقتدی "سبحان اللہ، الحمدللہ" التحیات میں امام صاحب کھڑے ہوگئے مقتدی جانتے ہیں، یہاں

کھڑا ہونا غلط ہے، پھر بھی اقتداء لازم ہے، اس کی رعایت کرنا ضروری ہوتا ہے، اس طرح امام کو بھی یہ حکم ہے، مقتدیوں میں جو سب سے زیادہ کمزور ہے، اسکا لحاظ کرتے ہوئے، نماز پڑھائے یہ نہیں کہ لمبی قرأت شروع کردی، امام مقتدی کے درمیان ایک خاص ربط ہے، اس واسطے حکم ہے جو لوگ سمجھدار ذی علم ہیں وہ امام کے قریب کھڑے ہوں، اگر امام سے کوئی غلطی ہو جائے تو لقمہ دیا جاسکے اور امام کو حدث لاحق ہو جائے تو نائب بنانا آسان ہو، اور جس بیچارے کو خود کچھ پتہ نہ ہو وہ نیابت کو کیا سمجھے گا، اور جو لوگ طہارت ٹھیک طریقہ پر نہیں کرتے غلط طریقہ پر طہارت کرتے ہیں، نامکمل طہارت کے ساتھ نماز میں آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کی نحوست کا اثر امام پر پڑتا ہے، اس سے بھول ہوتی ہے، لہٰذا یہ ربط ہے اسلام میں امام اور مقتدی کے درمیان۔

امام اور مؤذن کا مقام

مؤذن کا بھی ایک مقام ہے۔

"الامام ضامن والمؤذن مؤتمن" (ترمذی شریف: ۲۹/۱)

امام تو ضامن ہوتا ہے، مقتدیوں کی نماز کا، گڑبڑ کردے گا، تو سارے مقتدیوں کی نماز خراب کردے گا، اور مؤذن امانت دار ہوتا ہے، وقت پر اذان کہے وقت پر لوگوں کو نماز کے لئے بلائے۔

دیوبند میں طالب علم کی امامت

دیوبند میں ایک طالب علم ایک مسجد میں رہتا تھا محلہ کی، کئی سال سے تھا فارغ ہو کر چلا گیا، جانے کے بعد وہاں سے اس نے خط لکھا محلہ والوں کو، میں مسلمان نہیں تھا، تم لوگوں نے میرے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہیں، انکا اعادہ کرلیں، اس بیچارے نے یہاں تک

لحاظ کیا کہ مقتدیوں کی نماز خراب نہ ہو جائے۔

محلہ کے لوگ مسئلہ پوچھنے کیلئے آئے، ہم نے کہا کسی نماز کا اعادہ نہیں اس بدبخت کا قول معتبر نہیں اس لئے کہ کافر کا قول معتبر نہیں کہ میں مسلمان نہیں تھا، اس لئے کسی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں اس نے جو کیا وہ بھگتے گا۔

لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر حیات میں لشکر روانہ فرمایا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر، وہ چل بھی دیئے لشکر کو لے کر، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز ہوئی اور زیادہ ناساز ہوئی تو لشکر جلدی واپس آ گیا آگے نہیں گیا یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے خلیفہ کا بھی ایک مقام ہوتا ہے، اب خلیفہ کو مشورہ دیتے ہیں، خیر خواہ لوگ کہ ابھی اس لشکر کو روانہ نہ کرو جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا، انہوں نے کہا نہیں جس لشکر کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا، سب سے پہلے میں اس کو روانہ کروں گا، مشورہ دیا گیا، تازہ تازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہے اندیشہ ہے کہ کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو جائے، بعض لوگ نبوت کے دعوے دار بھی تھے، اس قسم کا کوئی فتنہ نہ ہو جائے، مسیلمہ کذاب وغیرہ، لشکر ہوگا تو فتنہ کی سرکوبی آسان ہوگی، لہٰذا ابھی اس کو روانہ نہ کریں۔

بالکل نہیں! سب سے پہلے اس لشکر کو روانہ کروں گا چاہے کچھ ہو جائے، وحی منقطع ہو چکی:

"اینقص الدین وانا حی" (مشکوۃ شریف: ۵۵۶، باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ)

دین کے اندر کوئی نقصان پیدا ہو سکتا ہے، نفس کے خلاف کسی کی بات نہیں مانی

اور لشکر روانہ کر دیا، مشورہ دیا گیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار نہ بنائیں کہ نو عمر لڑکے ہیں کسی پرانے تجربہ کار کو بنائیں۔ فرمایا: جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سپہ سالار بنایا تھا، میں بھی اسی کو بناؤں گا، لہٰذا نص کے خلاف کوئی مشورہ نہیں کیا جائیگا، مشورہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے، تاہم لشکر روانہ کرنے کی تیاری ہوگئی، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو کہہ دیا اپنا لشکر لے کر چل دو، انھوں نے اعلان کر دیا سب لوگ جانے کی تیاری میں لگ گئے وہاں لشکر کے لئے یہ بات نہیں تھی، جیسے یہاں تبلیغی جماعت والوں کے یہاں قصہ ہوتا ہے، کہ تقریر کی پھر تشکیل کی کہ نام لکھاؤ وہاں تو سپہ سالار جس کا نام لیگا، اس کو چلنا ہوگا، سپہ سالار نے جس کو تجویز کر دیا وہ جائیگا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کی رعایت

اِدھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ فکر تھی کہ یہ نہ جائیں یہاں ٹھہر جائیں تو اچھا ہے، مشورہ کرنے میں سہولت رہے گی، اس مقصد کیلئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور جا کر بہت ادب سے عرض کیا: کہ آپ نے لشکر کی روانگی کا اعلان فرما دیا، سب جانے کو تیار ہیں، ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ہیں، لیکن اگر آپ بہ طیب خاطر اجازت دیں کہ عمر یہاں ٹھہر جائیں تو مجھے امور خلافت میں مشورہ کرنے میں سہولت اور مدد ملے گی، انہوں نے اجازت دیدی غور کا مقام ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام

حدیث میں آتا ہے، کہ ساری امت کا ایمان ترازو کے ایک پلڑے میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان دوسرے پلڑے میں ہو تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہی ایمان وزنی رہے گا۔

....

"خَيْرُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِيَاءِ بِالتَّحْقِيْقِ"

نبیوں کے بعد سب سے اونچا درجہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے، عمر کے اعتبار سے بھی بڑے، علم کے اعتبار سے بھی بڑے، تجربہ کے اعتبار سے بھی بڑے، عقل کے اعتبار سے بھی بڑے، ہر حیثیت سے بڑے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نوعمر لڑکے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین تھے، وہ چاہتے تو اپنے حکم سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو روک لیتے وہ چاہتے تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے پاس کہلا بھیجتے کہ میں نے عمر کو روک لیا ہے، وہ چاہتے تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہہ دیتے کہ میں ان کو روک رہا ہوں، مگر نہیں، جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنادیا تو اس کا لحاظ کرتے ہوئے خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گئے کتنا لحاظ کیا۔

ہر چیز کا ایک مقام ہے اور ضرور ہونا چاہئے پھر حق تعالیٰ نے ان کی رائے میں ایسی برکت دی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب لشکر روانہ کیا تو منافقین ومشرکین ومخالفین کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، وہ تو کہتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، اسلام کا زور ٹوٹ گیا اور ختم ہوگیا، مگر اب سمجھے کہ نہیں اسلام میں تو ابھی جان باقی ہے، لشکر روانہ ہوگیا۔

مانعین زکوۃ سے قتال

اب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا، جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے ان کے ساتھ اب کیا معاملہ کریں گے؟ فرمایا: میں ان سے قتال کرونگا اس پر ان کے ساتھ کوئی متفق نہیں تھا، سب کو اختلاف تھا، سب کہتے تھے کہ قتال نہ کیجئے فرمایا: کہ نہیں، قتال تو ضرور کرونگا چاہے تم میں سے کوئی میرے ساتھ نہ جائے،

میں تنہا جا کر قتال کرونگا، اور چلدیئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ دوڑے اور پکڑ کر کہا: کہ آپ تلوار کو میان میں رکھ دیجئے اور اپنی جدائی سے ہمیں دردمند نہ کیجئے۔ ہم آپ کی جدائی کو برداشت نہیں کرسکیں گے، آپ نے مشورہ مانگا تھا، ہم نے مشورہ وہ دیا جو ہماری سمجھ میں آیا، جب آپ طے کر چکے تو ہم ضرور آپ کا ساتھ دیں گے، یہ نہیں ہوگا کہ آپ تنہا چلے جائیں، اور یہ الفاظ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے وہ کہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے، غزوۂ اُحد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو، سامنے نہیں۔ اِدھر اُدھر دیکھا، تلاش کیا، ایک جگہ دیکھا کہ زخمی حالت میں ہیں، بہت قلق ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو اس طرح زخمی کر دیئے گئے، اور ہم لوگ زندہ سلامت پھرتے رہیں، یہ سوچ کر تلوار لئے کفار کے مجمع میں گھسنے کے لئے اس ارادہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"شم سیفک و لا تفجعنا بنفسک" (کنز العمال: ۶۵۸/ ۵، ح: ۱۴۱۵۸)

کہ تلوار میان میں کرلو، اپنی جدائی سے ہمیں دردمند نہ کرو، یہی الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمائے۔

میزبان اور مہمان کو ایک دوسرے کی رعایت

یہ اجتماع یہاں (مدرسہ ڈھابیل مسجد میں رمضان کے مہینہ میں اعتکاف کے سلسلے میں ہے اسکے متعلق کچھ عرض کرنا ہے، ایک جماعت تو ایسی ہے، جو میزبان کی حیثیت سے کام کررہی ہے، کچھ ان میں سے روپیہ خرچ کررہے ہیں، کچھ ان میں سے جسمانی خدمت کررہے ہیں، ان لوگوں کو شکر گزار ہونا چاہئے کہ اللہ نے ہم کو دین کی خدمت کیلئے

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

لگا دیا، ہمارا روپیہ ہماری محنت ایسے لوگوں پر خرچ ہو رہی ہے جو روزہ رکھتے اور نماز پڑھتے ہیں، ذکر کرتے ہیں تلاوت کرتے ہیں، اپنے اپنے گھروں سے چل کر آئے ہیں، خدا جانے کس کی دعاء کس کے ذکر وغیرہ کے طفیل میں ہماری نجات ہو جائے۔

جو میزبان ہیں انکو یہ تصور کرنا چاہئے۔

یحییٰ برمکی اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہما

حضرت یحیٰ برمکی رحمۃ اللہ علیہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ پر خرچ کیا کرتے تھے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ان کیلئے سجدہ میں دعاء کیا کرتے تھے، حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ سے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں پوچھا کیسی گزری؟ فرمایا: سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ دعا کیا کرتے تھے یا اللہ یحییٰ نے میری دنیا کی کفالت کی تو اس کی آخرت کی کفالت فرما۔

پس جو حضرات پیسے خرچ کر رہے ہیں مہمانوں کو کھانا کھلا رہے ہیں، خدمت کر رہے ہیں، برتن اٹھاتے ہیں صاف کرتے ہیں یہ محنتیں ان کی بہت اعلیٰ درجہ کی ہیں اور ایسے لوگوں پر محنت کر رہے ہیں، جو روزہ دار ہیں، رات دن قرآن کریم کی تلاوت میں لگے ہوئے ہیں، اللہ کو یاد کرنے کو آئے ہیں، کتنا اچھا مصرف ہے، خدانخواستہ یہ روپیہ اگر معاصی میں خرچ ہوتا سینما اور شراب میں خرچ ہوتا تو کتنا بڑا وبال ہوتا اللہ پاک نے توفیق دی ان کو خیال کرنا چاہئے، کہ ہمارے مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو، اولیاء اللہ کی انتہائی خواہش رہتی کہ مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچے مہمانوں کو راحت پہنچانے میں ان کا یہ عالم تھا۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ان کے مہمان کا واقعہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کھانا کھا رہے تھے ایک دوست بے تکلف

مہمان آ گیا، کھانا کیا تھا؟ سوکھی ہوئی روٹی اسکو دانت سے توڑتے اور نمک کی ڈلی منھ میں رکھ لیتے مہمان بے تکلف تھے کھانے میں شریک ہوگئے، اور کہا سعتر بھی ہوتا تو کیسے مزے سے کھاتے (سعتر ایک سبزی مثل پودینہ کے جس کے پتوں میں ذرا چرچراہٹ ہوتی ہے) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جلدی سے دسترخوان سے اٹھے اور بازار سے فوراً سعتر لے آئے اور لاکر مہمان کے سامنے رکھ دیا دونوں نے بڑے مزے سے کھایا، روٹی کے ٹکڑے کو دانت سے دبا کر توڑتے ہیں، جس طرح چنے کے دانے چبائے جاتے ہیں، اور پھر سعتر کے پتے منھ میں رکھ لیتے ہیں نمک کی کنکری بھی رکھ لیتے ہیں، کھانے کے بعد مہمان نے حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَنَّعَنَا بِمَا حَضَرَ"

اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں ماحضر پر قناعت کی توفیق دی، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: کہ اگر تجھے ماحضر پر قناعت ہوتی تو میرے وضو کا لوٹا گروی نہ رکھواتا۔

مہمان نے سعتر کی خواہش کی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس پیسے نہ تھے وضو کا لوٹا گروی رکھ کر سعتر لاکر مہمان کے سامنے رکھا تھا، اس قدر لحاظ کرتے تھے مہمان کا۔

اس واسطے جو حضرات روپیہ خرچ کر رہے ہیں، اور محنت کر رہے ہیں، وہ دلگیر اور بد دل نہ ہوں، حق تعالیٰ کا شکر ادا کریں، کہ اس نے توفیق دی بڑا انعام ہے، مہمانوں کے کھانے کا انتظام، سحری افطار کا انتظام بڑا انعام ہے، معمولی چیز نہیں حق تعالیٰ نے بہت بڑی دولت دی ہے، جو جو مہمان روزہ داران کے لائے ہوئے کھانے کا استعمال کریں گے، ہر ایک کے روزہ میں ان کا حصہ، ہر ایک کی تلاوت میں ذکر میں انکا حصہ ہے، اور اس سے مہمانوں کے اجر وثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

....

مہمان کی ذمہ داری

دوسری چیز مہمان حضرات کے متعلق ہے، کہ ان کو سوچنا چاہئے کہ ہم لوگ گھر سے چل کر آئے ہیں، اللہ کا شکر ہے ہمیں آگ نہیں جلانی پڑتی، روٹی نہیں پکانی پڑتی چاول نہیں پکانا پڑتے بازار سے سبزی خرید کر نہیں لانا پڑتی، اللہ نے ہمارے لئے پکے پکائے کا انتظام کر دیا، کتنا بڑا انعام ہے، یہ بیچارے اپنی کمائی میں سے ہمارے لئے محنت کرتے ہیں، پکا کر لاتے ہیں، ان کا کتنا بڑا احسان ہے، اگر کوئی بات مزاج کے خلاف ہو تو تحمل اور صبر سے کام لیں، یہ حضرات جو کھلاتے ہیں، محنت کرتے ہیں، آپ لوگ ان کے کچھ رشتہ دار تو ہیں نہیں حق تعالیٰ نے ان کے جی میں ڈالا تو آپ کی مہمان داری کر رہے ہیں جی میں نہ ڈالتے نہ کرتے کچھ آپ لوگوں کی زبردستی تو ہے نہیں پس اگر کسی بات میں تھوڑی بہت تنگی محسوس ہو، مزاج کے خلاف کوئی چیز ہو تو تحمل اور صبر سے کام لینا چاہئے، آخر یہ حضرات اتنے لوگوں کیلئے ہر طرح کا انتظام کر رہے ہیں، کتنا بڑا احسان ہے، کہ ہمیں ہر فکر سے بے نیاز کر دیا خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے فارغ کر دیا روزہ رکھیں تلاوت کریں، ذکر کریں، اس واسطے ہمیں تو بس رات دن انہیں چیزوں کی فکر میں رہنا چاہئے دوسری طرف دھیان و توجہ نہ دیں۔

حضرت مولانا طلحہ صاحب زید مجدہم کے مہمان کا واقعہ

سہارنپور کا واقعہ ہے حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک مہمان آئے انہوں نے کھانا پیش کیا تو مہمان صاحب کیا فرماتے ہیں، کہ یہ چیز تو میرے مزاج کے خلاف ہے، اس سے تو مجھ کو نزلہ ہو جاتا ہے، مولانا طلحہ صاحب نے فرمایا، غریب خانہ میں جو تھا وہ لا کر پیش کر دیا، اور میرے یہاں نہیں۔

....

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مہمان کا واقعہ

سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کتاب ختم ہوئی ایک بڑے مجمع کی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دعوت تھی، دعوت میں ایک صاحب گاؤں کے بھی آئے انہوں نے انتظام دیکھ کر فرمایا کہ یہاں کا انتظام اچھا نہیں ہے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے وہیں بلا کر ڈانٹا کیا میرا خط تیرے پاس گیا تھا، یا قاصد گیا تھا، پھر تو کیوں آ گیا یہ بتا تجھے کس نے بلایا تیرے گھر کا سارا انتظام ٹھیک ہے؟ مگر ڈانٹنے کے بعد اس کو کھانا بھی کھلایا، یہ نہیں کہ صرف ڈانٹا ہی ڈانٹا ہو۔ بہر حال کسی جگہ کے انتظام پر مہمان کو نکتہ چینی نہ کرنی چاہئے۔

مہتمم دارالعلوم کی دارالافتاء میں تشریف آوری

دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دارالافتاء میں مدعو کیا گیا، تشریف لائے میں اسی طرح بیٹھا رہا...... تشریف آوری محسوس نہ ہوئی حضرت مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈیکس کے پاس تشریف لا کر دوزانوں بیٹھ گئے، میں نے دفعتاً دیکھا تو کھڑا ہو گیا، مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ وہیں بیٹھیں گے، میں نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ حضرت اس وقت مستفتی نہیں بلکہ مہمان ہیں اور مہمان کا فریضہ ہے کہ جہاں اس کو میزبان بٹھائے وہاں بیٹھے، لہٰذا یہاں مسند پر تشریف لے آئیں، حضرت اور جس وقت مستفتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے تو وہیں بیٹھیں مضائقہ نہیں، آ کر بیٹھ گئے۔

تو عرض یہ کر رہا تھا، کہ مہمان کو چاہئے کہ وہ اس کا خیال رکھے، جہاں میزبان بٹھائے وہاں بیٹھے، جیسا کھلائے ویسا کھائے میزبان کے انتظام میں کیڑے

نکالنا اعتراض کرنا غلط ہے ہرگز مناسب نہیں۔

فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ڈانٹ

سہارنپور میں میرے اوپر بھی ڈانٹ پڑی ہے، رمضان المبارک میں کھانا کھانے کیلئے عمومی دسترخوان پر بیٹھ گیا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا آدمی آیا مجھے اٹھا کر لے گئے اور شیخ کی ڈانٹ پڑی کہ جب ہم نے تمہارے لئے یہاں انتظام کیا ہے تو وہاں کیوں بیٹھے، پس مہمان کو وہیں بیٹھنا چاہئے جہاں میزبان بٹھائے۔

مہمان کے کھانے میں فرق

اگر کھانے میں کچھ فرق ہو تو تب بھی مضائقہ نہیں اس پر بھی اعتراض نہ کرنا چاہئے کہ صاحب ہم کو تو ایسا دیا جاتا ہے، اور ان کو ایسا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ وہ کھانا کھلاتے اور متعدد دسترخوان ہوتے کھانا بھی الگ الگ ہوتا کسی کو اس دسترخوان پر بٹھایا کسی کو دوسرے پر۔

پس کسی کو مطالبہ کرنے کا حق نہیں کہ فلاں کو ایسا کھانا کیوں کھلایا اور ہم کو نمبر دو کا کیوں کھلایا جاتا ہے، پھر اس کا لحاظ بھی رکھنا چاہئے ایک تو عام کھانا ہوتا ہے، اور ایک خاص طور پر کوئی چیز کسی کو پیش کی جائے اس خاص چیز کو کسی دوسرے شخص کو دینے کا حق نہیں جس کو دی گئی، کھانا ہو کھا تو ورنہ واپس کردو۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک معمول

سہارنپور میں ایسا ہوتا تھا کہ کوئی صاحب چائے پیتے وقت اپنی چائے دوسرے کے سامنے پیش کردیتے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ڈانٹتے تھے آپ کو مالک تو نہیں بنایا میری

چائے دوسرے کو دینے کا آپ کو کیا حق ہے؟ آپ کو پینا ہو پیجئے ورنہ واپس کر دیجئے بہر حال آدمی دوسرے کے دستر خوان پر پہنچ کر حکومت کرے یا نخرے دکھائے یہ غلط طریقہ ہے اس سے احتیاط کرنی چاہئے۔

مجمع میں ایک دوسرے کی رعایت

نیز اس مجمع میں نگرانی کی جائے کہ کوئی شخص بیکار باتیں نہ کرے متعدد شکایتیں آتی ہیں، کہ کوئی صاحب نماز پڑھ رہے تھے وہیں قریب ہی بیٹھ کر کچھ لوگوں نے باتیں شروع کر دیں، یا لوگ سو رہے ہیں، اور زور سے قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا جس سے سونے والوں کو اذیت ہوتی ہے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

میں نے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فقرہ سنایا تھا، کہ بڑے سے بڑا عمل کسی مسلم کی ادنیٰ سی دل آزاری سے اللہ تعالیٰ کے یہاں بے رونق ہو جاتا ہے، اور بھئی! کسی شخص کو اگر بہت ہی پریشانی ہو اور کوئی چیز موافق نہ ہو وہ کیوں پریشانی اٹھائے ہمارے بس میں جتنا ہے پریشانی دور کریں گے کوشش کریں گے لیکن نہ ہو سکے تو ہمیں معذور سمجھیں۔

اس واسطے تمام حضرات کو آپس میں میل ملاپ کے ساتھ دوسرے کی دلداری کے ساتھ رہنا چاہئے، دل آزاری سے پورا پرہیز کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❑❑❑

اکابر کے سبق آموز واقعات

ایک اہل علم سے میری بات چیت ہو رہی تھی، انہوں نے کہا میرے پاس علم ہی کیا ہے، میں نے کہا کہ نہیں آپ نے پڑھا ہے، میں پوچھتا ہوں آپ نے اس علم کا کیا حق ادا کیا؟

کہنے لگا میں نے پڑھا ہی کیا ہے، میں نے کہا اچھا جی اگر فہرست مرتب کی جانے لگے اہل علم کی اور اہل جہل کی اور آپ کا نام اہل جہل میں لکھا جائے تو ناگوار تو نہیں ہوگا، ،جاہلوں کی فہرست میں آپ کا نام لکھ دیا جائے، یہ الفاظ تو آپ کے دوسروں کو فریب دینے کے لئے ہیں لیکن اگر حقیقت اپنے اندر موجود ہو اس چیز کی تو اس کا اثر دوسرا ہوتا ہے۔

برناڈ شاہ کا مقولہ

ایک عالم نے ایک جگہ تقریر کی اس تقریر میں کہا کہ کلمۂ حکمت جہاں سے بھی ملے لے لینا چاہئے، اور کہا کہ دیکھئے برناڈ شاہ سے کسی نے پوچھا کہ دنیا میں سب سے اچھی چیز کیا ہے؟ اس نے کہا: اسلام۔ پھر اس سے پوچھا: سب سے بری چیز کیا ہے؟ اس نے بتایا ''مسلمان''، کتنی انصاف کی بات کہی میں نے کہا کہ اس نے جو پہلا لفظ کہا ہے، کہ سب سے اچھی چیز اسلام ہے، یہ آپ کے دماغ کو رشوت دینے کے لئے کہا ہے، تا کہ آپ دوسرا لفظ سننے کیلئے تیار ہو جائیں، کہ سب سے بری چیز مسلمان ہے، اگر وہ پہلے یہ رشوت نہ دیتا تو آپ دوسرا لفظ سننے کیلئے تیار نہ ہوتے اس کی جان کو آ جاتے کہ مسلمان کو برا کہتا ہے۔

ذہنی رشوت

رشوت روپے پیسے کی ہی نہیں ہوتی، ذہن کی رشوت بھی ہوتی ہے، ذہن کی رشوت تو بڑی خطرناک رشوت ہے، اگر واقعتا اس کے نزدیک سب سے اچھی چیز اسلام ہے تو اس نے اسلام اختیار کیوں نہیں کیا، ساری زندگی اس کی مخالفت کرتا کرتا مرا ہے، اسی طریقہ پر دیکھنا یہ ہے کہ جو چیز آدمی نے اپنے لئے خود اختیار کی وہی چیز اگر دوسرا شخص اس کیلئے اختیار کرے، اور اس کے اوپر نہ ہو تو معلوم ہوتا ہے، کہ ہاں انکے نزدیک دونوں چیزیں برابر ہیں، جو لفظ خاکساری کا ایک شخص اپنے لئے لکھتا بولتا ہے، اگر وہی لفظ دوسرا اس کیلئے استعمال کرتا ہے، تو اس کو کیوں ناگوار ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس کا اپنے لئے خاکساری کا لفظ اختیار کرنا قلب کے اندر موجود نہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے نواب صاحب کے خط کا جواب

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک نواب صاحب نے خط لکھا کہ میں آنا چاہتا ہوں کچھ روز کیلئے اور میں ملازم ساتھ نہیں لاؤنگا، اپنا کام سارا خود کرونگا، اور خانقاہ کے لوگوں کے جوتے سیدھے کرونگا، حضرت نے جواب دیا یہاں بھی نوابی کریں گے، آپ نے سب چیز اپنے لئے خود ہی تجویز کرلی نواب کی نوابی نہیں گئی، آپ اپنی ضروریات کے لئے ملازم کو ساتھ لائیے اور اس نیت سے آئیے کہ جو کام آپ کے سپرد کیا جائیگا، وہ کریں گے اگر آپ کے سپرد کیا جائے جوتے سیدھے کرنا تو جوتے سیدھے کریں گے، اگر جوتے سیدھے کرنا نہیں کوئی اور کام سپرد کیا جائے تو اسکو کریں گے، نوابی کرنا سپرد کیا جائے نوابی کریں

گے تو سب سے بڑی چیز تو اپنے ارادے اور خودی کو چھوڑتا ہے، یہ ساتھ ساتھ ایسی لگی ہوئی ہے، کہ اسکے بغیر کام نہیں چلتا بڑی پریشانی ہوتی ہے، اپنی طرف سے تو یہ کہہ دیا اگر کوئی دوسرا نواب صاحب سے یہ کہے جوتے سیدھے کیجئے تو ان سے اپنا تو سیدھا ہوتا نہیں ملازم سیدھا کرتے ہیں، وہ دوسروں کے جوتے سیدھے کریں گے، جو لوگ واقعی اپنے آپ کو چھوٹا اور عاجز سمجھتے ہیں ان کا حال دوسرا ہوتا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی صاجزای کا واقعہ

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی صاجزادی صاحبہ میرے والد کی والدہ کے برابر میری دادی کی طرح تھیں، میں جایا کرتا تھا، ان کے یہاں اور جب میں سیانا ہو گیا، تو پردہ شروع کر دیا تھا، ان کے پردہ کا بھی عالم یہ تھا میں ایک مرتبہ گیا میں نے دروازے پہ اطلاع کی وہاں سے مجھے بلالیا کہ اندر کو آجاؤ، مکان کے صحن میں بیٹھی ہوئی تھیں، درمیان میں ایک رسی، رسی کے اوپر پردہ ڈال دیا، کہا بھائی بس میں تو اب شرعی پردہ کرونگی وہیں چادر اوڑھے بیٹھیں میں نے ان سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ نے مجھے فلاں دعا بتائی پڑھنے کے لئے کہنے لگیں کیا خبر کون نیک بی بی اللہ کی نیک بندی میری صورت میں آکر بتا گئی ہونگی، میں نے کہا اچھا اب مجھے بیداری میں بتا دیجئے کہنے لگیں میں بے حقیقت تمہیں بتاؤں تمہارے سامنے حدیث کا ذخیرہ ہے تم مجھے بتاؤ، انہوں نے یہ لفظ بے حقیقت ایسے طریقہ پر کہا کہ میرے بدن میں سناٹا نکل گیا۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، کہ میں جب مدینہ طیبہ حاضر ہوا حضرت اقدس سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ وہاں موجود تھے، راستے میں سامنا ہو گیا، میں اتنا

شرمندہ کہ میں ناپاک حضرت سے کس طرح ملوں، ایسے طریقے پر حضرت نے فرمایا سب کے دل بھر آئے وہ حقیقت کہتے تھے جو کچھ کہتے تھے، وہ تکلف کے الفاظ نہیں لاتے تھے، کہ میں ناپاک، حضرت سے کس طرح ملوں، مگر حضرت نے بڑی شفقت فرمائی اپنے ساتھ لے گئے روضۂ جنت میں نماز پڑھوائی اور مواجہ شریف میں حاضر کر کے صلوٰۃ وسلام پڑھایا، بڑی شفقت فرمائی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو فتویٰ کی اجازت

حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھ سے امیر شاہ خاں صاحبؒ نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منبر پر کھڑا کیا اور مجھ سے ایک سو فقہی مسائل دریافت فرمائے جن کے جوابات میں نے فقہ حنفی کے مطابق دیئے تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتماد اور اطمینان فرمایا اور فتویٰ لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

کوّے کا حکم

جس زمانہ میں حضرت نے ایک فتویٰ لکھا کہ کوّا حلال ہے جو کوا بستی کے اندر رہے یہ مرغی کی طرح ہے کہ دانا بھی کھالیتا ہے، غلاظت بھی کھالیتا ہے، جیسے مرغی کا حال ویسا ہی اس کا بھی حال لوگوں نے اس کو مردار سمجھ رکھا ہے، تو جو شخص اس کو کھائے گا اس خیال کی اصلاح کیلئے وہ ثواب پائے گا، اس پر بہت ہنگامہ برپا ہوا، جگہ جگہ مخالفتیں ہوئیں اور آج تک مخالفت چل رہی ہے۔

....

گستاخی کرنے پر نسبت کا سلب ہو جانا

پورب کے علاقہ میں کوئی بزرگ تھے بڑے بڑے صاحب نسبت روشن دل تھے، ان کے پاس جب یہ مسئلہ پہونچا کوے کی حلت کا انھوں نے کہا بس جی کوا تو حلال ہو گیا اب کچھ دنوں میں چیل بھی حلال ہو جائے گی، ان کی نسبت سلب ہو گئی قلب میں اندھیرا ہو گیا، بہت پریشان ہوئے ضربیں لگاتے ہیں، مراقبے کرتے ہیں کچھ نہیں ہوتا، ایک دوسرے بزرگ تھے ان سے جا کر کہا کہ میرے قلب کا اس طرح حال ہے، انہوں نے مراقبہ کیا اور بتایا کسی اونچی شخصیت کی، اونچی ہستی کی تم نے گستاخی کی ہے، کہا میں نے تو کسی کی نہیں کی کہا نہیں نہیں تلاش کرو ذہن میں یاد کرو، انہوں نے کہا ہاں ایک دفعہ ایسا تو ہوا تھا، کہا ہاں بس یہی بات ہے، اس کا حل یہ ہے کہ گنگوہ جاؤ وہ پیدل چلے گنگوہ کے ارادے سے چلتے چلتے جب سہارنپور پہنچے ایک مسجد میں رات کو ٹھہرے خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فرمارہے ہیں، میں نے معاف کیا میں نے معاف کیا، اب جو بیدار ہوئے تو قلب اسی طرح روشن تھا، سب نسبت موجود ہے، انہوں نے اتنی تکلیف اور گوارا نہیں کی کہ سہارنپور سے گنگوہ چلے جاتے، ملاقات بھی کر لیتے، وہیں سے واپس ہو گئے جس مقصد کے لئے جانا تھا وہ مقصد تو یہیں حل ہو گیا۔

مجلس نبوی میں مسند افتاء پر فائز ہونا

اسی زمانہ میں کسی نے سائیں توکل شاہ صاحب سے کہا سائیں توکل صاحب تھے انبالہ میں، اُمّی تھے، اور بڑے اونچے صاحب نسبت تھے، ان سے کسی نے کہا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے کوئے کے حلال ہونے کا فتوی دیا ہے، آپ کا کیا خیال ہے، اسکے متعلق پس انکا چہرہ غصہ کے مارے سرخ ہو گیا، کہا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے فتوی کے متعلق تم میرا خیال پوچھتے ہو، میں مجلس نبویؐ میں ان کو مسند افتاء پر فائز دیکھتا ہوں ان کے فتوے کے متعلق مجھ سے پوچھتے ہو۔

قلم عرش کو دیکھ کر چلتا ہے

حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے جو پہلے پیر تھے، ان کا نام بھی عبد الرحیم تھا، میاں صاحب میاں صاحب کہلاتے تھے، وہ بھی امی تھے، انکا تکیہ کلام تھا ''میرا چاند'' اس سے پرہیز کرو، بچو ان سے، میرا چاند! فلاں کام مت کرو، انکے ایک مرید نے پوچھا: اس آیت کا کیا مطلب ہے، کہنے لگے میں پڑھا ہوا تو ہوں نہیں، باقی اس آیت کا مطلب ایسا سمجھ میں آتا ہے، کہ جو بڑے بڑے بھاری پہاڑ ہیں، یہ قیامت کو ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنی ہوئی اون ہوتی ہے۔

''وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ'' (سورۃ القارعۃ:۵)

[اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔] (توضیح القرآن: ۱۹۵۲/۳)

ایسا سمجھ میں آتا ہے اس کا مطلب، باقی اگر تم کو اس کا مطلب پوچھنا ہو تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے پوچھو، اس نے کہا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب جانتے ہیں، اسکا مطلب انہوں نے فرمایا ارے ان کا قلم عرش کو دیکھ کر چلتا ہے، ان سے پوچھو۔

حضرت گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دو پیغام

حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے اجازت چاہی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی فرمایا جاؤ وہ بہت اچھے آدمی ہیں ان کو ہمارا بھی سلام کہنا ان کے یہاں تعریف کا بہت بڑا لفظ یہی تھا، کہ وہ بہت اچھے آدمی ہیں، چنانچہ وہ مرید گنگوہ آیا، ٹھہرا، جب رخصت ہونے لگا تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

مولانا (مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو ہمارا سلام کہنا اور دو پیغام دینا ایک یہ کہ خلق محمدی اختیار کریں (چونکہ بسا اوقات آنیوالوں پر وہ عتاب زیادہ فرمایا کرتے تھے) دوسرا کام یہ کہ ذرا ضبط سے کام لیا کریں، (چونکہ وہ اپنے کشف کو ظاہر فرمادیا کرتے تھے) جب قاصد نے پہلا پیغام پہنچایا جب ہی ناراض ہوئے کہ میرے پاس کوئی دین کی خاطر آتا ہے، جو لوگ آتے ہیں دنیا کی خاطر آتے ہیں، کوئی کہتا ہے میرے بچہ پیدا نہیں ہوا، کوئی کہتا میرا مقدمہ ہے، کوئی کہتا ہے، میرے بچوں کو ملازمت نہیں ملتی، ان پر ناراض نہ ہوں تو کیا کروں؟ وہاں (گنگوہ) بیٹھے بیٹھے نصیحت کر رہے ہیں، کہ خلق محمدی اختیار کریں، دوسرا پیغام پہنچایا تو اس پر ایک آہ کھینچی اور فرمایا کہ صاحبزادہ جیسا ظرف کہاں سے لاؤں کہ سمندر کے سمندر پیئے بیٹھے ہیں، مگر ڈکار تک نہیں لیتے (مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ عمر میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑے تھے کہ براہِ راست حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ اس لئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو صاحبزادہ فرمایا۔)

جہاں تک مجھے علم ہے، کہ سائیں توکل شاہ صاحب سے ملاقات نہیں ہوئی حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی، میاں شاہ عبد الرحیم صاحب سے بھی ملاقات نہیں ہوئی، اپنی اپنی جگہ پر ہیں، حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب سے بھی ملاقات نہیں ہوئی، وہ اپنی جگہ پر ہیں نہ خط وکتابت ہے نہ ملاقات ہے، لیکن ایک بارگاہ کے ہیں سارے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں، وہیں سے پہچانتے ہیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روحانی عجیب تعلق

تذکرۃ الرشید میں ہے کہ امیر شاہ خانصاحب گنگوہ آئے یہ امیر شاہ خاں بیعت تھے

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے، حافظہ بڑا قوی تھا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے حالات ایسے طریقے پر بیان کیا کرتے تھے، جیسے محدثین بیان کرتے ہیں، اتنی بات فلاں شخص نے بتلائی، ذرا ذرا سا بھی تغیر وتبدل بتلاتے، گنگوہ میں آئے تو حضرت مولانا سے بتلایا کہ میں حجاز میں ایک مسجد میں تھا، وہاں کوئی بزرگ بیٹھے تھے، ایک شخص آیا اور آکر بیٹھا تو بزرگ نے فرمایا میاں تمہارے سینے میں ایک شبیہ ہے صورت ہے اس بیچارے کو شرم آئی اس نے آنکھیں نیچی کرلیں، گردن جھکالی مگر انہوں نے سارا حلیہ بتادیا ایسی پیشانی ہے ایسی ناک ہے، ایسی آنکھیں ہیں، اور وہ تمہارے سینے میں ہے، جب انہوں نے سارا حال بتاہی دیا، تب اس بیچارے نے سر اٹھایا اور کہا کہ جی جوانی کے زمانہ میں مجھے ایک عورت سے عشق ہوگیا تھا، اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں اب بھی جب طبیعت زیادہ بے چین ہوجاتی ہے، تو آنکھ بند کرکے اس کا تصور کرلیتا ہوں، تو سکون مل جاتا ہے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر کچھ نہیں فرمایا، دوسری مرتبہ امیر شاہ صاحب آئے انہوں نے پھر اسی قصہ کو بیان فرمایا حضرت نے کچھ نہیں فرمایا، تیسری مرتبہ آئے پھر بیان کیا تو حضرت نے فرمایا میاں امیر شاہ تمہارا حافظہ کمزور ہوگیا؟ کہا کہ نہیں حضرت پہلی مرتبہ آیا فلاں مہینہ فلانی تاریخ فلاں دن تھا، مجلس میں فلاں فلاں آدمی موجود تھے، وہ وہاں بیٹھا تھا، وہ وہاں بیٹھا تھا، دوسری مرتبہ آیا تو یہ تھا، میں جو اس قصہ کو بار بار بیان کررہا ہوں، اس کے متعلق کچھ حضرت سے سننا چاہتا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ کوئی بڑی بات نہیں ان بیچاروں کو تصور کرنے کیلئے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی، میرا حال اتنے برس تک حاجی امداد اللہ صاحب کے ساتھ یہ رہا کہ معمولی سی نشت و برخاست بھی ان کے مشورہ کے بغیر نہیں ہوئی حالانکہ وہ مکہ مکرمہ میں تھے، میں گنگوہ میں تھا، اسکے بعد اتنے برس تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ یہی معاملہ رہا، کہ معمولی سی نشت و برخاست بھی بغیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ کے نہیں ہوئی۔

....

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا سفر لندن اشارہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر

حضرت شیخ الحدیث تشریف لے گئے لندن، لندن سے واپسی پر فرمانے لگے مجھ سے فرمایا مفتی جی کیا ہوا، وہاں جا کر، تم بتاؤ، میں نے کہا کہ بتاؤں، میں نے ذرا قوت سے کہا بجائے ادب کے دوبارہ میں نے کہا کہ بتاؤں، کہا ہاں پوچھ تو رہا ہوں، میں نے کہا مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں، پوچھئے ان سے جنہوں نے بھیجا آپ کو، کیا فائدہ ہوا! بس حضرت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، فرمایا ہاں بھئی بات تو یہی ہے، کئی مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ بھی فرمایا کہ جاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

مولانا عبدالرحیم متالا مرحوم کا خواب اور اس کی تعبیر

ہاں لندن میں ایک روز مولوی عبدالرحیم متالا آئے میرے پاس بہت گھبرائے ہوئے کہ خواب دیکھا کہ حضرت شیخ کا انتقال ہوگیا، اور یہاں ہم لوگ بہت پریشان ہو رہے ہیں، کہ قبر کہاں بنائیں، قبر کی جگہ نہیں مل رہی ہے، میں نے کہا نہیں کوئی پریشانی کی بات نہیں انتقال ہوگیا، مدینہ طیبہ سے منتقل ہو کر یہاں آئے یہ انتقال ہوا، اور آپ لوگوں نے شیخ کو بلا تو لیا ہے، لیکن آپ کے پاس ایسے آدمی نہیں ہیں، جنکو لا کر شیخ کی مجلس میں بٹھائیں، شیخ اور ان کی بات کو لوگ سمجھ سکیں یہ ہے وہ قبر کی جگہ جو تلاش کر رہے تھے، انہوں نے کہا کہ یا اللہ ہم تو گھبرا گئے تھے کہ یہ کیا ہوا۔

ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہر چیز جو وہاں چوبیس گھنٹے کا نظام تھا، ملاحظہ فرمایا اور تائید و تصویب فرمائی۔

خواب میں تین قبریں دیکھنا

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ تین قبریں ہیں، وہیں لندن میں ایک

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی، ایک حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اور ایک حضرت مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی، اور تینوں قبروں میں سے مکھیاں نکل رہی ہیں شہد کی، نکل کر وہ اڑ کر جارہی ہیں، میں نے کہا ٹھیک ہے، یہ فیض ہے، جو نکل کر جارہا ہے، تینوں بزرگوں کا۔

چار پیغمبروں کے چار خیمے

ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ چار خیمے ہیں، ایک خیمے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، ایک میں حضرت داؤد علیہ السلام ہیں، ایک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، یہ چاروں کے چاروں اپنے اپنے خیموں میں سے آئے اور ایک جگہ پر بیٹھے بیٹھ کر کچھ گفتگو فرمائی، کانفرنس فرمائی کچھ، مگر ہمیں کوئی لفظ سننے میں نہیں آیا، اسکے بعد پھر اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے ہیں، میں نے کہا ہاں اہل کتاب میں سے سب انھیں حضرات کے نام لینے والے ہیں، اور بات یہی ہے، کہ وہ تینوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاون اور مددگار ہیں، ہر ایک یہ چاہتا ہے، کہ ہماری امت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر کام کریں۔

ایک پادری کا مضمون

اسی زمانہ میں امریکہ سے انگریز پادری کا ایک مضمون شائع ہوا تھا، کہ یورپ کو اسلام سے زبردست خطرہ ہے، اسلام یورپ کے دروازے پر آ پہنچا ہے، اور وہ کسی تلوار کے زور سے نہیں آیا اس راستے سے آیا۔

اشارہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اوقات کی تقسیم

خیر پھر شیخ نے یہ کہا کہ بھائی کلکتہ والے بہت عرصہ سے بلا رہے ہیں،

....

میں اپنی بیماری اور کمزوری کا عذر کر دیتا ہوں، وہ کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ بھی تو جاتے ہیں، میں نے کہا کہ بھئی تم مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ پر کیا قیاس کرتے ہو اپنے کلکتہ کو، لیکن اب تو لندن بھی ہو آئے، اب کیا جواب دونگا، تو پھر میں نے عرض کیا کہ اس کا جواب میں نے دیا ہے، فرمایا کیا؟

میں نے کہا:۔

ضعفِ پیری کثرتِ امراض کردش مضمحل

لیک بہر محنت دیں ہمّتے دارد جواں

مکہ طیبہ پاک افریقہ رسیدہ فیض او

ساخت مرکز زامبیا رنگون، لندن، انڈماں

کرد اوقات عزیزش بر اشارت منقسم

گاہ او در طیبہ آید گاہ در ہندوستاں

بے اجازت نقل وحرکت وصل وہجرت ہیچ نیست

شد فنا قصدش بقصد سید پیغمبراں

خانقاہ ومدرسہ قائم نمودہ جا بجا

تربیت کردہ فرستد کارواں در کارواں

ترجمہ اشعار: ضعف پیری، کثرت امراض نے ان کو مضمحل بنا دیا، لیکن دین کی محنت کیلئے ہمت جوان رکھتے ہیں، مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ (زادہما اللہ شرفاً وکرامۃً) پاکستان، افریقہ، ان کا فیض پہنچ چکا ہے۔

زمبیا، رنگون، لندن، انڈمان میں مرکز قائم فرمائے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کے مطابق، اپنے اوقات عزیز کو تقسیم فرمایا ہے، کبھی مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفاً وکرامۃً) تشریف لے جاتے ہیں، کبھی ہندوستان، بے اجازت نقل وحرکت، وصل وہجرت، کچھ نہیں ان کا قصد سید پیغمبراں صلی اللہ علیہ وسلم کے قصد میں فنا ہو چکا ہے، جا بجا خانقاہ ومدرسہ قائم فرمائے ہیں، (علماء ومشائخ کی) تربیت فرما کر قافلے کے قافلے، ان مدارس وخانقاہوں میں) بھیجتے ہیں۔ (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔)

اس پر انہوں نے فرمایا:

کبھی میں نہ بغیر اجازت آیا اور نہ بغیر اجازت گیا، مدینہ طیبہ پہنچا تو اجازت سے وہاں سے یہاں آیا تو اجازت سے۔

(۴؍رمضان المبارک شب منگل بعد التراویح)

❑❑❑

(ماقبل گذشتہ صفحہ) حضرت اقدس فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ کے قصیدہ ''وصف شیخ'' کے یہ چند اشعار ہیں جو مع شرح طبع ہو چکا ہے، جس میں قطب عالم شیخ العرب والعجم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے اوصاف عالیہ اور دیگر اکابر اولیا کے حالات مبارکہ تفصیلی طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

اعتکاف اور اس کی عظمت

اس بیان میں

☆......ماہ مبارک اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔

☆......ماہِ مبارک کی صحیح قدر دانی۔

☆......ماہِ مبارک میں کن چیزوں سے احتیاط ضروری ہے؟

☆......اعتکاف کی عظمت۔

☆......اعتکاف میں کن چیزوں سے احتیاط ضروری ہے؟

....

اعتکاف اور اس کی عظمت

خدائے پاک کے احسانات

اگر کسی جگہ فساد ہو رہا ہو، جہاں کرفیو نافذ ہو، ایک دوسرے کو دیکھ کر قتل کے درپے ہوں، ایسے موقعہ پر کسی شخص کو کسی اونچی سرکاری حیثیت کا آدمی اپنے مکان میں اپنی حفاظت میں پناہ دے کتنا احسان مانتا ہے، یہاں اللہ نے اپنی حفاظت میں لے لیا یہ بہت بڑا احسان ہے، اللہ کا احسان ماننا اس کا شکر کرنا بہت لازم ہے، اللہ نے کتنا بڑا احسان کیا اولا ہمیں پیدا کیا وہ پیدا نہ کرتے تو کیا کچھ زور تھا ہمارا؟ ہرگز نہیں محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں وجود بخشا۔

پیدا کیا تو انسان بنایا جانور بھی تو اسی نے پیدا کئے ہیں، گدھا، کتا، بلی، سور، یہ سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، سانپ، بچھو، وغیرہ اگر بجائے انسان بنانے کے ہم کو سانپ، بچھو بنا دیتا تو کیا ہوتا جو شخص دیکھتا فوراً مارنے کو دوڑتا، گھبرا کر بھاگتا، اللہ نے کتنا عظیم احسان کیا کہ انسان بنایا، اگر وہ ہم کو گھوڑا گدھا بنا دیتے تو کیسے بوجھ لاد کر پھرتا، بیل بنا دیتا تو کیسے ہل میں جوتا جاتا، گاڑی میں جوتا جاتا، اس نے کتنا بڑا احسان وفضل فرمایا کہ انسان بنایا، انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے، جتنی مخلوقات کائنات میں پیدا فرمائی سب سے افضل انسان کو بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں انسان بنایا یہ کتنا بڑا احسان ہے، اس کے علاوہ یہ رات دن کے

ہم پر بے شمار انعامات و احسانات الگ ہیں، ہم کبھی ان پر دھیان نہیں دیتے، توجہ نہیں کرتے، شکرادا نہیں کرتے شکرادا کرنا تو بعد کی چیز ہے، ہمارے خیال میں بھی نہیں آتا ہمارا ذہن بھی ادھر نہیں جاتا کہ یہ بھی انعام کی چیز ہے۔

پھر انسانوں میں بھی کتنے انسان ایسے ہیں کہ کوئی بت کو پوجتا ہے کوئی پتھر کو پوجتا ہے، کوئی آگ کو پوجتا ہے، کوئی سورج کو پوجتا ہے، کوئی پانی کو، اللہ نے ان سب سے بچایا اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنی عبادت کیلئے مسلمان بنایا پھر مسلمانوں میں بھی کتنے مسلمان ایسے ہیں جو کبھی مسجد میں نہیں آتے کتنے مسلمان ایسے ہیں کہ قرآن پاک سے بالکل ناواقف پڑھے ہی نہیں، قرآن شریف، نماز نہیں پڑھنا جانتے ہیں کہ نماز کیا چیز ہے، اللہ نے کتنا بڑا احسان کیا کہ ہم کو اپنے گھر میں آنے کی توفیق بخشی، قرآن پاک کی دولت سے نوازا، قرآن پاک پڑھنے اور سننے کا موقعہ عنایت فرمایا ان احسانات کو جس قدر انسان سوچے گا اسی قدر دل کے اندر قدر کرے گا، خدا اتنی ہی ترقی عطا فرمائیگا، قرآن پاک میں ہے:

احسانات کی شکر گذاری

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ الخ" (سورۂ ابراھیم:۷)

اگر تم میری نعمت کا شکر ادا کرو گے تو میں نعمتوں میں زیادتی کروں گا، اور اگر ناقدری کرو گے تو یاد رکھو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

اسلئے اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کا شکرادا کرنا لازم ہے، آدمی کتے کو پالتا ہے، اس کو روٹی دیتا ہے، پانی دیتا ہے، کتا ساری رات مالک کے دروازے پر بیٹھ کر پہرہ دیتا ہے، مالک سامنے آتا ہے، تو کتا اس کے سامنے بیٹھ کر دم ہلا کر شکریہ ادا کرتا ہے، کتے کو شکریہ ادا کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے، ہمیں توفیق نہیں ہوتی اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود ہماری حالت جب جانوروں سے بھی گئی گزری ہے، اور کتے سے بھی گئی گزری ہے، تو ہم نے

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کیا شکریہ ادا کیا؟

رمضان المبارک عظیم احسان

اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا رمضان آیا، رمضان المبارک کا مبارک مہینہ اس نے عطا فرمایا، کتنے لوگ ایسے تھے جو پچھلے رمضان میں زندہ تھے موجود تھے اور قرآن بھی پڑھا سنا، روزہ بھی رکھا اعتکاف بھی کیا لیکن دوسرا رمضان آنے سے پہلے پہلے ہی انکو دنیا سے اٹھالیا ،اللہ نے ہمیں موقع دیا کہ دوسرا رمضان بھی ہمارے پاس آ گیا ورنہ شب برات میں بس ایک پتہ جھڑ جاتا ہے جتنے لوگوں کا انتقال حق تعالی کی طرف سے تجویز ہوتا ہے، شب برات میں ان کی روحیں ملک الموت کے حوالے کر دی جاتی ہیں کہ ان کی جانیں نکالنی ہیں، فلانے کی فلاں وقت ہر ایک کی تاریخ اور پوری تصویر اس میں موجود ہوتی ہے۔

یہ سال پھر ہمیں محنت کیلئے ملا تا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کریں، گناہوں سے توبہ کریں اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اپنے مولیٰ کو راضی کریں، اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں دو شخص ایک ساتھ ایمان لائے کچھ عرصہ کے بعد ایک کا انتقال ہو گیا اور دوسرا ایک ہفتہ کے بعد انتقال کر گیا، بعض لوگوں نے دعا کی یا اللہ اس کو بھی اسی کے ساتھ ملا دے چونکہ پہلا آدمی جہاد میں مرا شہید ہو کر مرا لہذا اس دوسرے کو بھی اسی کیساتھ ملا دے وہی درجہ عطا فرما دے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اچھی دعا نہیں کی اس کیلئے اس کے انتقال کے بعد اس کے گھر میں نمازیں پڑھیں، قرآن پاک کی تلاوت کی، نیک کام کیا گناہوں سے بچا ان کا کوئی حساب ہی نہیں اس کے اعتبار سے یہ اس سے بہت آگے بڑھ گیا، اس لئے حق تعالیٰ نے موقعہ عنایت فرمایا، سال بھر کا موقعہ عنایت فرمایا۔

....

سال بھر تو ہم غفلتوں میں پڑے رہے، معصیتوں میں پڑے رہے، شہوتوں میں پڑے رہے، خدا کی نافرمانی کرتے رہے، مگر اللہ تعالیٰ نے عظیم احسان فرمایا کہ پھر رمضان المبارک کا موقعہ عنایت فرمایا، یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ ایک سیزن ہوتا ہے، دنیا والوں کے لئے کمائی کا سیزن عید کا موقعہ آیا دھوبی بھی لگا ہوا ہے، کپڑے دھونے کے لئے جلدی جلدی عید کے واسطے درزی بھی لگے ہوئے ہیں، جنہوں نے کپڑے رکھے ہیں سینے کے واسطے ان کے کپڑے سی رہے ہیں۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے آخرت کی کمائی کے لئے مواقع تجویز فرما رکھے ہیں، ایک بہت ہی اچھا بہترین موقع رمضان المبارک کا ہے۔

حدیث پاک میں موجود ہے کہ رمضان میں ایک نفل پڑھنے کا وہ اجر ملتا ہے جو بغیر رمضان کے فرض پڑھنے کا اجر ملتا ہے، یہ اعمال کی قیمت اتنی بڑھا دی اللہ نے اور ایک فرض پڑھنے پر ستر فرض پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، کتنا بڑا فرق ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے، کہ روزہ دار کے منھ کی بو اللہ کو مشک سے بھی زیادہ پسند ہے، روزہ دار کی اتنی قدر و منزلت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں جو کچھ پیدا فرمایا انسان ان سب سے مقدم سب سے مکرم و افضل ہے کہ سب کو انسان کے نفع کے لئے پیدا فرمایا۔ "خُلِقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ" زمین میں جتنی چیزیں ہیں سب تمہارے نفع کے لئے پیدا کی گئی ہیں، مگر اللہ کے حکم کے ماتحت بندہ ان سے نفع حاصل نہیں کرتا۔ اور ان نعمتوں کی شکر گذاری نہیں کرتا بلکہ ان نعمتوں کو الٹا اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانیوں میں استعمال کرتا ہے۔

صبر کا مہینہ

یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے صبر کے معنیٰ اللہ کو راضی کرنے کے لئے نفس کو مجبور کرنا تنگی

....

ترشی برداشت کرنا نفس کو آزاد نہ چھوڑنا بلکہ تنگی ترشی برداشت کرنے پر اس کو مجبوس کرنا صبح صبح جی چاہتا ہے چائے پینے کو مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم نہیں، روزہ کا حکم ہے، لہٰذا آدمی چائے نہیں پیتا اپنی خواہش کو پورا نہیں کرتا، جو لوگ تمباکو کے عادی ہیں، ان کو بڑی دشواری پیش آتی ہے، پان کے عادی لوگوں کو دشواری پیش آتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی خاطر سب برداشت کرتے ہیں، گھر میں اللہ پاک نے کھانے کیلئے دے رکھا ہے، سب کچھ موجود ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کیلئے روزہ رکھا ہے، لہٰذا کھانے پینے سے بچ رہے ہیں، بیوی سے صحبت کرنے سے بچ رہے ہیں، یہ روزہ ہے یہ صبر ہے، جس کا مقام بلند مقام ہے انبیاء کے اوصاف کاملہ کو قرآن کریم میں دیکھا جاتا ہے، انکا ایک بڑا وصف صبر ملتا ہے۔

حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ" (سورۃ ص:۴۴)

[حقیقت یہ ہے کہ ہم نے انہیں بڑا صبر کرنے والا پایا، وہ بہترین بندے تھے۔]

(توضیح القرآن: ۱۴۰۱/ ۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مخصوص بندے سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کیلئے فرمایا کہ ہم نے ان کو صابر پایا۔

بندہ کی آزمائش

اس واسطے کہ اس دنیا میں آنے والوں میں جو شخص جس قدر اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوگا، مقرب ہوگا، اسی قدر اس کی آزمائش زیادہ ہوگی، آزمائش ہمیشہ ایسی چیزوں کے متعلق ہوتی ہے، جو نفس کے خلاف ہوں، ان کو برداشت کرنا نفس کیلئے دشوار ہو، وہ ہوتی ہے، آزمائش لہٰذا سب کی آزمائش حضرات انبیاء علیہم السلام کی

آزمائش خاص طور پر دیکھئے ان کے حالات کو کس کس طرح سے ان پر پریشانیاں آئی ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمان علیہم السلام سب کے ساتھ مصیبتیں آئیں، آزمائشیں آئیں۔

حضور اکرم ﷺ کی آزمائش

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ سب سے زیادہ میری آزمائش کی گئی، دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں حضور اکرم ﷺ کے لئے اللہ نے اصالۃً پیدا فرمائیں لیکن روزہ فرض کر کے خود آنحضرت ﷺ کو سب چیزوں سے سب روک دیا گیا، کوئی چیز آپ کی شان کے خلاف سامنے آئی لیکن پوری پوری طاقت ہونے کے باوجود انتقام لینے سے روک دیا گیا۔

حضرت رسول اکرم ﷺ کو لوگ گالی دیتے ہیں، پتھر برساتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں، کھانا پینا بند کر دیا، سلام وکلام قطع کر دیا، مکان کا محاصرہ کر لیا قتل کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن کسی چیز کے انتقام لینے کی اجازت نہیں، بلکہ حکم دیا گیا، صبر کرو، صبر کرو، صبر کا مقام بہت بلند ہے۔

صبر مہینہ

یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے، اس میں پیٹ کا صبر ہے، کھانے پینے سے روکدیا، زبان کا بھی صبر ہے، جو باتیں پہلے سے حرام تھیں وہ تو تھیں ہی حرام لیکن جو باتیں مباح تھیں ان سے بھی روکدیا، کہ بلاضرورت بات چیت مت کرو، چنانچہ رمضان المبارک میں اعتکاف میں سب سے بڑی چیز جو شاق گذرتی ہے وہ یہ کہ دنیوی بات بولنے سے روکدیا بولو مت خاموش رہو، قرآن پاک پڑھو تسبیح پڑھو، ذکر کرو آپس میں بات چیت

مت کرو، جب آپس میں باتیں کی جاتی ہیں، تو لامحالہ زبان سے کوئی نہ کوئی چیز ایسی نکلتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو، آدمی بیٹھا ہے عبادت کرنے کیلئے لیکن کرتا ہے، وہ کام جو اللہ پاک کو ناپسند ہے کس قدر بے محل اور بے تکی کی بات ہے۔

زبان میں قسم قسم کی چیزیں کھانے کا ذائقہ ہے روکدیا گیا صبح سے شام تک کوئی چیز کھانے پینے کی اجازت نہیں، جن چیزوں کی عادت ہے بغیر ان کے گذارہ دشوار ہے، پان والوں کو پان کی تمباکو والوں کو تمباکو کی بیڑی، سگریٹ اور حقے کی تو بہت ساری عادتیں لوگوں کے ساتھ لگی ہوئی ہیں، سب سے روکدیا گیا کسی عادت کو پورا نہیں کرسکتا۔

بیوی گھر میں ہے طبیعت میں تقاضا ہے، بیوی آمادہ اور تیار ہے، لیکن روک دیا گیا، رمضان میں روزہ کی حالت میں مسجد میں آکر سب کو جمع کر دیا یہاں یہ سوچنا چاہئے کہ اللہ کے خیمے میں آ گئے اللہ نے یہ جو امن کا خیمہ ہمارے لئے لگا رکھا ہے امن کے خیمے میں آ گئے شیطان ہمارے اوپر حملہ آور نہ ہو نفس ہمارے اوپر حملہ آور نہ ہو، ہر ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہو ہمارا ظاہر بھی اچھا ہو باطن بھی اچھا ہو، دل میں بھی کسی کی طرف سے کوئی کھوٹ نہ ہو۔

دل کی صفائی

حدیث شریف میں ہے:

"عن انس رضی الله عنه قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یابنی! ان قدرت ان تصبح وتمسی ولیس فی قلبك غش لاحد فافعل ثم قال یا بنی! وذٰلك من سنتی ومن احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی كان معی فی الجنة" (تهذیب تاریخ دمشق: ۱۴۵/۳، مشکوۃ شریف بحوالہ ترمذی: ۳۰/۱)

ارشاد فرمایا: کہ اے میرے پیارے بیٹے: حضور اکرم ﷺ بڑی شفقت سے فرماتے ہیں اے میرے پیارے بیٹے! اگر تجھ سے یہ ہو سکے کہ کسی کی طرف سے تیرے دل میں کوئی کھوٹ نہ ہو تو کر گذر، صبح کو اٹھے تو ایسی حالت میں اٹھے کہ کسی کی طرف سے جی میں کھوٹ نہ ہو شام ہو تو ایسی حالت میں شام ہو کہ کسی کی طرف سے جی میں کھوٹ نہ ہو، برائی نہیں، کینہ نہ ہو، بغض نہ ہو، حسد نہ ہو، شحناء نہ ہو، ان سب چیزوں سے دور رہے، دل تو آئینہ ہے دل تو گوہر ہے دل تو موتی ہے، اس میں حق تعالیٰ کی یاد ہونی چاہئے اس میں میل کچیل کا کیا کام حضور اکرم ﷺ نے ان کو نصیحت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ بیٹے دیکھ یہ میری سنت ہے کسی کی طرف سے دل میں کھوٹ نہ ہو اور جس شخص نے میری سنت کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس شخص نے مجھے محبوب رکھا وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔

کون مسلمان ایسا ہے جس سے پوچھا جائے کہ تم یہ چاہتے ہو کہ تم کو حضور اکرم ﷺ کی معیت جنت میں نصیب ہو جائے کون انکار کر دیگا، ہر شخص کی یہ خواہش ہو گی، کہ ہاں ہمیں بھی نصیب ہو جائے مگر بھائی نصیب تو جب ہی ہو گی، جب اس طریقہ کو اختیار کرے جسکو حضور اکرم ﷺ لے کر آئے۔

غیبت سے اجتناب

لہٰذا یہاں پر بہت ہی احتیاط کے ساتھ رہنے کی ضرورت ہے کہ زبان سے کسی کو برا نہ کہا جائے کسی طرح کا فقرہ نہ کسا جائے آج اگر ایک شخص کسی غلطی میں مبتلا ہے، اس کو نصیحت کرنے والا کئی غلطیوں کا ارتکاب کرتا ہے، آپس میں ایک دوسرے سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں، فلاں شخص کے اندر یہ خرابی ہے، یہ غیبت ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

"وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً" (پ: ۲۶، آیت: ۱۲)

....

[اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔] (توضیح القرآن: ۱۵۸۴/۳)

ایک دوسرے کی غیبت مت کرو، کسی نے کوئی خطا کی ہے وہ خطا خداوند تعالیٰ کی، کی ہے خداوند تعالیٰ غفور ہے، رؤف ہے رحیم ہے، وہ بڑی سے بڑی خطاؤں کو معاف کر دے لیکن اس کا تذکرہ جب ہم آپس میں کرتے ہیں، تو غیبت ہے، اس سے بچنے کی سخت ضرورت ہے یہ غیبت تو وہی بندہ معاف کرے گا، جس کی غیبت کی ہے، تو معاف ہوگی، اللہ تعالیٰ معاف نہیں کریگا، وہ خطا تو کرے خداوند تعالیٰ کی اور اس کا تذکرہ ہم آپس میں کر کے گناہ اپنے سر میں لیں غیبت کے پہاڑ کا سب بوجھ ہم اپنے سر پر رکھیں اللہ پاک کے سامنے نہایت خطرناک چیز ہے، پھر جو چیزیں حلال تھیں، روٹی چاول روز کھاتے تھے، رمضان المبارک میں ان سب سے تو رکھا روزہ اور مسلمان مردار بھائی کا گوشت کھایا۔

مردار بھائی کا گوشت بھی کھانا کہیں حلال ہے، جو شخص کسی مسلمان کی غیبت کرتا ہے، وہ ایسا ہے جیسا کہ ایک مسلمان مرگیا اور اس کی لاش کو توڑ کر کھایا یہ حرام چیز مردار چیز کھا رہا ہے، حلال چیز سے تو روزہ رکھا۔ اور مردار بھائی کا گوشت کھا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں پیدا کی تھیں کھانے کے لئے ان سے تو روزہ رکھا اور حرام چیز مردار چیز مسلمان بھائی کے گوشت کو کھا رہا ہے۔

حدیث میں آیا ہے، کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے شکایت کی گئی کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا ہے اور روزہ ان پر بہت بھاری گذر رہا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا انہوں نے گوشت کھایا ہے، غیبت کی ہے چنانچہ ان سے قے کرائی گئی اس میں سے گوشت کے ٹکڑے نکلے کسی شخص نے آ کر کوئی بات کہی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: خلال کرو، دانتوں میں اس نے کہا میں نے گوشت نہیں کھایا، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے کھایا ہے، مسلمان کا گوشت کھایا ہے، اس نے خلال کیا اور اس کے دانتوں سے ریشے

نکلے گوشت کے اس لئے اس غیبت سے بہت ہی بچنے کی ضرورت ہے، کسی کو برے لقب سے پکارنا پھر اگر اس کو کچھ نصیحت کرتے ہیں آپس میں تذکرہ کرتے ہیں، یہی لوگ اس کو نصیحت کرتے ہیں تو فقرہ کستے ہیں، اس کے لئے لقب تجویز کرتے ہیں۔

حالانکہ قرآن پاک میں ہے:

"وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ" (سورۃ الحجرات:۱۱)

کوئی دوسرے کے لئے لقب تجویز مت کرو، ایسا لقب تجویز کرنا کہ اس کے باعث گرانی خاطر ہو اس کی اجازت نہیں۔

کسی کا مذاق اڑانا

اور اس کا آپس میں مذاق اڑاتے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے:

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ" (سورۃ الحجرات:۱۱)

[اے ایمان والو! نہ تو مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ (جن کا مذاق اڑا رہے ہیں) کچھ ان سے بہتر ہوں۔] (توضیح القرآن: ۱۵۸۴/۳)

ایک دوسرے کا مذاق مت اڑاؤ غرض یہ کہ خطا تو کرے ایک اللہ کی خطا کی اس نے اور اس کی ایک خطا کی وجہ سے ہم لوگ کتنے گناہوں میں مبتلا ہو گئے۔

کسی کی طرف انگلی اٹھانا

ہمارے ایک استاذ مرحوم مغفور کہا کرتے تھے، کہ جو شخص کسی پر ایک انگلی اٹھاتا ہے یوں (دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) عیب کیلئے کہ فلاں کے اندر ایک

عیب ہے، ایک انگلی تو اس کی طرف اٹھا رہا ہے، اور تین انگلیوں سے اشارہ اپنی طرف کر رہا ہے، گویا کہ وہ اقرار کر رہا ہے، کہ تین عیب میرے اندر ہیں، تین عیب کا تو وہ اقرار کر رہا ہے، خدا جانے کتنے عیوب ہونگے اس کے اندر اس واسطے بہت احتیاط کی ضرورت ہے یہاں اعتکاف میں آ گئے ہیں، اللہ کے دربار میں آ گئے ہیں، رات دن یہ دعا ہونی چاہئے، کہ اے اللہ! ہماری عمر بھر کے آج تک کے سارے گناہوں کو معاف فرما۔

دعاء یہ ہونی چاہئے کہ اے اللہ جن گناہوں کی ہمیں عادتیں ہو گئی ہیں، گناہ کرتے کرتے عادتیں پک گئی ہیں، اس کو تیرے سوا کوئی نہیں چھڑا سکتا، اپنے فضل وکرم سے اس کو بھی چھڑا دے۔ جس طرح سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کوئی کسی عمر میں کوئی کسی عمر میں مسلمان ہوئے اور کفر وشرک ان کے اندر جو بھرا ہوا تھا، ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کرنے سے سارا کفر وشرک چھوٹ گیا ساری بری عادتیں چھوٹ گئیں، سارے گناہ ختم ہو گئے، اے اللہ ہمارے بھی سارے گناہ معاف فرما دے۔

اعتکاف میں احتیاط

زیادہ سے زیادہ وقت قرآن پاک کی تلاوت میں ذکر میں تسبیح میں لگانا چاہئے ضروری بات ہو کسی سے مسئلہ پوچھنا ہو مسئلہ پوچھ لو اجازت ہے، ممانعت نہیں ہے، باقی بے جا غلط باتیں لایعنی باتیں نہ کرو، اس سے بہت بچو، لایعنی باتوں کی تو باہر بھی اجازت نہیں چہ جائیکہ روزہ کی حالت میں مسجد میں تو رمضان میں جو روزہ ہے اعتکاف ہے یہ صبر کا مہینہ ہے اس میں زبان کو بھی صبر دلانے کی ضرورت ہے، جی چاہتا ہے فلاں بات بولنے کو، اس سے روک دیا جائے اسکی اجازت نہیں، آنکھ چاہتی ہے اِدھر اُدھر نظر کرنے کو آنکھ کو روک دیا جائے کہ اِدھر ادھر نہ دیکھو ہاتھ پیر چاہتے ہیں کچھ اور کام کرنے کو ان کو روک دیا جائے، پیٹ

چاہتا ہے، کسی چیز کے کھانے کو اس کو روک دیا جائے، جو چیزیں فی نفسہ جائز ہیں مباح ہیں مگر روزہ کی وجہ سے ممنوع ہیں، ان کا وقت افطار کا وقت ہے مغرب کا وقت ہے، جن چیزوں کو دل اختیار کرے کھالو پی لو مزے کرلو، اور جو چیزیں بلا روزہ بھی حرام ہیں، ان کی تو حرمت روزہ کی حالت میں اور زیادہ مؤکد اور پختہ ہو جاتی ہے، پھر اس چیز کی ضرورت ہے کہ ہم لوگ اعتکاف کو سمجھیں اعتکاف کس لئے ہے، یہ اسی لئے ہے کہ زندگی بھر کے گناہوں کو معاف کرانا ہے، سوچ سوچ کر یاد کرنا ہے، کہ میں نے فلاں گناہ کیا ہے۔ اور ہر گناہ سے توبہ کی جائے۔

"اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ"

[میں اللہ سے اپنے رب سے ہر ہر گناہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔]

استغفار کے وقت تصور

استغفار اس نیت سے پڑھا جائے جیسے آدمی نل کے نیچے بیٹھ جائے نل کو کھولا اس سے پانی کی دھار گر رہی ہے ایک کپڑا ہے، نجس ہے، برتن ہے نجس ہے، ہاتھ ہے، گندا ہے، مگر وہ دھار اس پر گر رہی ہے، اور یہ مل رہا ہے، آہستہ آہستہ اور پانی کی دھار کے ساتھ ساتھ اس کی گندگی، نجاست اور میل بھی دور ہو رہا ہے، اسی طرح یہ سمجھے آدمی کہ میں سر سے پیر تک گندا ہوں، گناہوں میں ملوث ہوں، میرا کوئی عضو ایسا نہیں جس نے گناہ نہ کیا ہو، اور یہ استغفار پڑھ رہا ہوں، جو اللہ تعالیٰ کی...... مغفرت کی دھار ہے۔

اس دھار کے ذریعہ سے میرے گناہ معاف ہو رہے ہیں، فلاں فلاں گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے، ہر شخص کو اپنے گناہ معلوم ہیں، سب گناہ کس کس کو بتائے کسی کو بتانے کی ضرورت بھی نہیں، استغفار اس نیت سے پڑھنا چاہئے۔

....

تیسرا کلمہ

تسبیح میں تیسرا کلمہ پڑھتے ہیں:

"سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر"

"سُبحانَ اللہ" کہتے وقت تصور

تیسرا کلمہ پڑھتے ہوئے تصور کرے "سبحان اللہ" اللہ پاک ہے، دنیا کی جتنی چیزیں دنیا کی جتنی مخلوقات ہمارے سامنے موجود ہیں، سب کے اندر نقصان ہے، سب کے اندر عیب ہے، سب کے اندر یہ خرابی ہے، اور کم سے کم یہ خرابی تو ہے ہی کہ فانی ہے ختم ہو جائیگی، اللہ تعالیٰ ان سب سے پاک وصاف ہے، جتنا نقصان دنیا کی چیزوں میں ہے، اللہ تعالیٰ میں کسی چیز کا کسی قسم کا نقصان نہیں، سب سے پاک ہے، سب سے منزہ ہے۔

"الحمد للہ" کہتے وقت تصور

"الحمدللہ" ساری خوبیوں کا مستحق وہی ہے، جتنی بھلائی دنیا کی کسی چیز میں ہمیں نظر آتی ہے یہ سب حق تعالیٰ شانہ کی دی ہوئی ہے، سب ناپائدار ہے، سب ختم ہو جانے والی ہے، لیکن حق تعالیٰ میں جو جو خوبی ہے، اور ہر خوبی کی اصل وہی ہے، اس کی خوبی ذاتی ہے، وہ کسی کی دی ہوئی نہیں ہے، وہ ختم ہونے والی نہیں ہے، ساری تعریفات کا مستحق وہی ہے، سارے کمالات کا مستحق وہی ہے، جو ذات سارے عیوب سے پاک، سارے کمالات کا مستحق ہے۔

"لا الہ الا اللہ الخ" کہتے وقت تصور

"لا الہ الا اللہ" بندگانی کے لائق وہی ہے، عبادت کے لائق وہی ہے، تعلق قائم

کرنے کے قابل وہی ہے، اپنا رابطہ لگانے کے لائق وہی ہے، رزق کا بھروسہ ہو اسی پر ہو، کہ وہی رازق ہے، پرورش کا خیال آئے تو ہمیں سوچنا چاہئے، کہ وہی ہمارا رب ہے، وہی ہماری تمام خطاؤں کا معاف کرنے والا ہے، تو وہی غفور ہے، وہ ہی رؤف ہے، وہ ہی رحیم ہے۔

توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو

غرض دنیا میں جس جس چیز کی ضرورت پیش آتی ہے، اور اس ضرورت کی وجہ سے غیر کی طرف التفات ہوتا ہے، تو آدمی پورے طور پر یہ سمجھے، غور کرے کہ ہماری ضرورتوں کا کفیل وہی ہے، وہی مالک ہے، جو چیز دیگا وہی دیگا، آخر یہ دنیا کی چیزیں یہ تو قاصد ہیں، اسباب ہیں، ملک بادشاہِ وقت کوئی چیز آپ کے پاس بھیجتا ہے، کبھی ڈاکیہ کی معرفت بھیجتا ہے کبھی اپنے کسی خادم کے ذریعہ بھیجتا ہے، یا آپ کے کسی عزیز کی معرفت بھیجتا ہے، لیکن یہ سب کے سب اس کے خادم وقاصد ہیں، دینے والا تو وہ بادشاہ ہے اسی طرح سے دنیا میں جو چیزیں ہیں، آم ہے آم کا دینے والا اللہ پاک ہے، درخت کو خادم بنادیا وہ اس کا ذریعہ بن گیا، تربوز ہے اس کا دینے والا اللہ پاک ہے، درخت کو اسکا قاصد بنادیا اس کے ذریعہ سے ملتا ہے، تو دینے والا وہ ہے ان تمام چیزوں کو خادم وقاصد کی حیثیت سے تجویز فرمایا۔

لہٰذا اصالتاً نظر ادھر ہی ہونی چاہئے، وہاں سے چلے گا تو ہم کو ملے گا وہاں سے نہیں چلے گا تو ہم کو نہیں ملے گا، اور جس کے پاس وہاں سے چلے گا، اسی کے پاس پہنچے گا کسی دوسرے کے پاس نہیں پہنچ سکتا، اور جو چیز دوسرے کی ہے، اُسے کوئی نہیں لے سکتا۔

اس لئے دل لگانے کے قابل بھروسہ کرنے کے قابل اعتماد کرنے کے قابل صرف اللہ ہے، "لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر" تین چیزیں اب تک

ہمارے سامنے آئیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ سارے عیوب اور ساری کوتاہیوں سے خرابیوں سے نقصانات سے پاک وصاف ہے، دوسری چیز یہ سامنے آئی کہ ساری خوبیوں اور سارے کمالات کا وہی مالک ہے، تیسری چیز یہ ہے کہ بھروسہ کے قابل اعتماد کے قابل وہی ذات ہے۔

''اللہ اکبر'' کہتے وقت تصور

اس کے بعد کہتے ہیں: ''اللہ اکبر'' اللہ تو اس سے بھی بڑا ہے، جو کچھ ہم نے سمجھا ہے اللہ تو اس سے بھی بڑا ہے، وہاں تک تو ہماری رسائی ہو ہی نہیں سکتی، اور وہ وراء الوراء ہے، بندہ عاجز ہے، اللہ قادر ہے، یہ عاجز اس قادر تک کیسے پہنچ سکتا ہے، بندہ جاہل ہے، وہ عالم ہے، جاہل عالم تک کیسے پہنچ سکتا ہے، بندہ فانی ہے وہ باقی ہے، فانی باقی تک کیسے پہنچ سکتا ہے، اس واسطے وہاں تک پہنچنے کی کوشش نہ کیجئے جو کچھ سمجھیں اور جو کچھ سمجھتے جائیں، یہ کہتے جائیں، ''اللہ اکبر'' اللہ تو اس سے بھی بڑا ہے، اس سے بھی بڑا ہے، وہاں تک ہم پہنچ ہی نہیں سکتے، اس تصور کے ساتھ ساتھ پڑھیں، تو انشاء اللہ ان کلمات کے انوار بھی مرتب ہوں گے، اور ان کے ثمرات و برکات بھی حاصل ہوں گے، استغفار پر وہ نیت رہے، اور تیسرے کلمہ پر یہ نیت رہے۔

سب سے بڑا احسان

ایک چیز درود شریف ہے، اس کے متعلق سوچنا چاہئے، کہ اللہ نے ہمارے اوپر جتنے احسانات فرمائے ہیں، ان میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ہماری ہدایت کیلئے اپنے سب سے بڑے افضل سب سے بڑے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور ہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بنایا، یہ سب سے بڑا احسان ہے حق تعالیٰ کا۔

لہٰذا حضور اقدس ﷺ کے ہمارے اوپر بے شمار حقوق ہیں، جو نعمت جس قدر قوی ہوتی ہے اس کے حقوق اسی قدر زیادہ متعلق ہوتے ہیں، اسی درجہ اس کا شکریہ ادا کرنا لازم ہوتا ہے، سب سے بڑی نعمت حضور اقدس ﷺ ہیں، اسلئے فرمایا گیا:

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ" (سورۂ آل عمران:۱۵۹)

[ان واقعات کے بعد اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بنا پر (اے پیغمبر!) تم نے ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کیا۔] (توضیح القرآن:۲۲۹/۱)

اللہ کی کتنی بڑی رحمت ہے (حضور اقدس ﷺ کو کہا گیا) کہ آنحضرت ﷺ لوگوں کیلئے نرم مزاج ہو گئے، سختی نہیں آنحضرت ﷺ کے مزاج میں ہر شخص آنحضرت ﷺ سے اپنی بات پوچھ سکتا ہے، ہر شخص کو آپ ہدایت کی طرف بلا سکتے ہیں، یہ کتنی بڑی کتنی عظیم نعمت ہے۔ اسی عظیم نعمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ الآية" (سورۂ آل عمران:۱۶۴)

[حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مؤمنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔] (توضیح القرآن:۲۳۰/۱)

اللہ نے احسان عظیم فرمایا کہ ہماری ہدایت کے لئے اللہ نے حضور اقدس ﷺ کو بھیجا جنہوں نے آکر تین کام کئے، قرآن پاک کی تلاوت کی تزکیۂ باطن کیا، تعلیم کتاب کی تعلیم حکمت کی اس لئے یہ بڑی نعمت ہے اس نعمت کا شکر بھی بہت بڑا ہونا چاہئے۔

درود شریف کے وقت تصور

اس نعمت کا شکریہ کے لئے حضور اقدس ﷺ نے ایک بہت آسان طریقہ بتایا کہ

درود شریف کی کثرت اور اتباع سنت کا اہتمام شکر ہے، ہماری ساری زندگی حضور اقدس ﷺ کے طریقہ کے مطابق گذر جائے اسی کی فکر کرنا یہ شکر ہے، لیکن بہت ہلکی سی چیز درود شریف کی کثرت ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے: جو شخص ایک مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس نعمتیں نازل فرماتے ہیں۔ ''صلی اللہ علیہ وسلم''

حدیث شریف میں آتا ہے: کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں، جو درود شریف کیلئے گشت لگاتے ہیں، جہاں کوئی شخص حضور اقدس ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے، وہ لا کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر کے پاس ایک فرشتہ مقرر ہے، جو شخص درود شریف پڑھتا ہے، وہ فرشتہ حضور اکرم ﷺ کو اس کا نام بتلاتا ہے، اس کے باپ کا نام بتلاتا ہے، اور یہ بتلاتا ہے کہ اس نے آپ پر درود پڑھا ہے، حضور اکرم ﷺ خوش ہوتے ہیں، تو دعاء رحمت فرماتے ہیں، تو ہمارا سلام حضور اکرم ﷺ تک پہنچ جائے آپ اس پر دعاء رحمت فرمائیں کتنی بڑی بات ہے، اس لئے درود شریف کثرت سے پڑھنے کی ضرورت ہے، یہ سوچتے ہوئے کہ یہ درود شریف حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش ہو رہا ہے، حضور اکرم ﷺ خوش ہو رہے ہیں، ملائکہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کر رہے ہیں اللہ کی طرف سے رحمتیں نازل ہو رہی ہیں، اور جو شخص درود شریف نہ پڑھے اس کی وعیدوں کو ذہن میں رکھے حدیث شریف میں آتا ہے، جس شخص کے سامنے میرا نام آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ شخص جنت سے بہت دور ہے ایک حدیث پاک میں ہے کہ جس کے پاس میرا نام لیا جائے وہ مجھ پر درود نہ پڑھے وہ بخیل ہے۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے، جس کے سامنے میرا نام آئے وہ درود نہ

....

پڑھے اس نے میرے ساتھ جفا کی، جو وعیدیں ہیں درود نہ پڑھنے کی ان کو دل میں ذہن میں رکھے اور جو روایات فضیلت کی ہیں، ترغیب کی ہیں ان کو ذہن میں رکھ کر پڑھے، اس تصور کے ساتھ ساتھ خواہ عمل قلیل ہو لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ مقبول ہے، بہ نسبت اس کے کہ عمل کثیر ہو مگر بے توجہی سے ہو، بے خیالی سے ہو اس واسطے ان چیزوں کو خیال میں رکھ کر پڑھیں ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا، لیکن کوئی شخص یہ سمجھے کہ یہ تسبیح و ذکر جو ہم کر رہے ہیں، اس کی وجہ سے ساتوں زمینیں ساتوں آسمان ہمارے سامنے کھل جائیں ہم وہاں ہر کسی کو دیکھنے لگیں ایسی تمنائیں نہیں کرنی چاہیں، یہ اخلاص کے خلاف ہے، تمنا صرف یہ ہونی چاہئے، کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو اور اس کی رضا پردۂ غیب میں ہے، اور یہاں اس کی رضا کی علامت حضور اکرم ﷺ کا اتباع ہے، جو کام حضور اکرم ﷺ کی اتباع کے ساتھ ہوگا وہ اللہ پاک کے یہاں خوشنودی کا ذریعہ ہوگا، اس لئے یہ کرنا چاہئے، نہ یہ سوچنا چاہئے کہ اب آسمان تک ہم پہنچ جائیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا اتنا وقت ہو گیا تسبیح پڑھتے ہوئے کچھ فائدہ نہیں ہوا، انہوں نے بتایا جو کچھ ہم نے بتایا ہے اسی نیت اور تصور کے ساتھ ساتھ پڑھو، میں نے تم کو بتایا ہے کہ اس کے پڑھنے سے یہ ثواب ملے گا، اخلاص کے ساتھ پڑھو اگر قیامت میں میدانِ حشر میں تم کو یہ ثواب نہ ملے گا، تو رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ لینا اللہ کے سامنے کہ اس نے مجھے دھوکا دیا ہے، بس اس واسطے جو کچھ حاصل کرنا ہے، وہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے، نہ کشف کے ذریعہ سے نہ کرامت کے ذریعہ سے، نہ دل کے بیدار ہونے کے ذریعہ سے نہ زبان پر الفاظ کے جاری ہونے کے ذریعہ سے نہ ملائکہ کی زیارت کے ذریعہ سے کوئی چیز نظر نہ آئے لیکن اللہ خوش ہو جائے، یہ بہت بڑی چیز ہے،

اور اگر کوئی چیز نظر بھی آنے لگے، کشف ہونے لگے تو کشف تو بھائی محنت پر ہے۔

حقیقت کشف اور قبول و وصول

کشف قبولیت کی علامت نہیں ایک قبول ہے، ایک وصول ہے، دونوں چیزیں الگ الگ ہیں، قبول کے لئے ضروری نہیں کہ وصول بھی ہو، اور وصول کے لئے ضروری نہیں کہ قبول بھی ہو، دیکھو ایک بادشاہ ہے، اس کا ایک بیٹا ہے جو ولی عہد ہے، کسی جگہ پر حکومت کرتا ہے، روزانہ اس کو بادشاہ کی طرف سے ہدایت پہنچتی ہے، اور وہاں کا کارنامہ روزانہ سارے کا سارا بادشاہ کے پاس آتا ہے، بادشاہ اس کے کارنامہ سے خوش ہو جاتا ہے، بظاہر بیٹے کو وصول نہیں دور ہے لیکن قبول ہے، کہ اسکی خدمات مقبول ہیں۔

دوسری صورت وصول ہے، ایک چور ہے نقب لگا کر شاہی محل کے شاہی خزانے تک پہنچ گیا ہے، وصول تو ہو گیا شاہی محل تک لیکن ہے وہ چور ایسا چور ہے کہ اگر پکڑا جائے تو سزا ہو گی، اسلئے جو ایمان نہیں رکھتے حضور اکرم ﷺ کا اتباع نہیں کرتے، مگر وہ محنت کریں ان کے قلب میں روشنی بھی پیدا ہو جائے وہ اور چیز ہے، وہ جنت میں تو نہیں جا سکتے، وہ اللہ کی رضا کا ذریعہ تو نہیں ہے۔

سادھو کا مینارۂ نور دیکھنا

گنگوہ میں ایک سادھو جو کوہِ ہمالیہ پر رہتا تھا اور بڑی ریاضت کئے ہوئے تھا، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ کر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا، اس نے بتایا کہ میں نے کوہِ ہمالیہ سے دیکھا، کہ روشنی کا ایک بہت بڑا مینار ہے، روشنی زمین سے لیکر آسمان تک جا رہی ہے، اس کی سیدھ میں چلا کہ دیکھیں یہ کہاں سے نکلا ہے؟ دیکھا تو یہ گنگوہ میں ہے، تو وہاں ہمالیہ پر سے ان کو نظر آیا ہے۔

....

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کشف ہونے کا واقعہ

پس جو گنگوہ میں حضرت کے شاگرد ہیں ان کو نظر نہیں آیا، تو انہوں نے اس نیت سے کبھی ذکر و شغل کیا ہی نہیں۔

حضرت گنگوہی کی مجلس میں بیٹھے بیٹھے ایک آدمی کو کشف ہونا شروع ہوا، اور دور دور کی چیزیں نظر آرہی ہیں، آدمی جانور باغ سب چیزیں نظر آرہی ہیں، تھوڑا وقت انکا اس حالت میں گذرا، حضرت کی بینائی نہیں تھی، اس زمانہ میں حضرت نے ایک ڈانٹ لگائی کہ کن خرافات میں مبتلا ہو، ان چیزوں کیلئے آئے ہو یہاں کچھ نہیں معلوم کہ کس پر ڈانٹ پڑگئی، ان کا کشف بند ہوگیا جیسے حافظ جی (نابینا) ہوتے ہیں، ویسے ہی ہوگیا، کیونکہ یہ تو درمیان راستے کے تماشے ہیں، ان تماشے میں لگ گیا، پھر منزل کیسے طے کریگا، مکان تک کیسے پہونچے گا، اگر ان میں ہی لگ گیا۔

لہذا اگر کسی شخص کو کچھ نظر بھی آجائے تو آنکھیں بند کرنی چاہئے، اس طرف نہ دیکھے مقصود یہ چیزیں نہیں ہیں، مقصود تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے، یہ چیزیں تو اوروں کو بھی نظر آجاتی ہیں۔

کبوتر کو کشف

میرے والد محترم وہ بتاتے تھے، کہ جانور کو بھی کشف ہوجاتا ہے، ان کے گھر میں ایک نیم کا درخت تھا، بتایا کہ یہاں نیم کا ایک درخت ہے، اس پر ایک جنگلی کبوتر نے گھونسلا بنا رکھا ہے، جس روز رات میں بارش ہونے والی ہوتی ہے، تو نیم کے درخت پر وہ کبوتر نہیں بیٹھتے شروع رات سے ہی گھر کے اندر آجاتے ہیں، اس کو دیکھ کر ہم سمجھ جاتے ہیں کہ آج رات کو بارش ہوگی۔

....

کتے کو کشف

ہمارے محلہ میں ایک ہندو تھا، نام تو خدا جانے کیا تھا، اس کا، اسکی دوکان تھی دوکان کے سامنے سڑک پر چارپائی لگا کر سوتا تھا وہ بتاتے تھے کہ آج رات کو بارش ہوگی، اس سے پوچھتے تھے کہ کیسے پتہ چل جاتا ہے تجھے، اس نے کہا کہ ایک کتا ہے میرا اس کی عادت ہے کہ جس رات بارش ہونیوالی ہوتی ہے، تو دوکان بند کرنے سے پہلے ہی آ تا ہے، اور جب بارش نہ ہونے والی ہو تو میرے ساتھ ہی رہتا ہے، اس سے سمجھ میں آ جاتا ہے، کہ بارش ہوگی، جو چیز کتے کو بھی حاصل ہو جائے ہندوؤں کافروں کو بھی حاصل ہو جائے اس کے حاصل کرنے کے لئے اتنی بڑی محنت وریاضت کرنے کی کیا ضرورت۔

صوفیاء کا ارشاد

حتی کے علماء نے اکابر صوفیا نے عرفاء نے لکھا ہے کہ جس ولی سے کوئی کرامت نہیں صادر ہوتی ہے، اس کی ولایت زیادہ قوی ہوتی ہے، بہ نسبت اس ولی کے جس سے کرامتیں صادر ہوں، کیونکہ اس کی ولایت ایمان بالغیب پر خاص ہے کوئی چیز دنیا میں اس کو نظر نہیں آتی اور ان کو تو کچھ نظر بھی آتی ہے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت سید احمد شہید نے لیلۃ القدر میں بہت کچھ دیکھا، لیلۃ القدر یا لیلۃ البراءت میں دیکھا کہ سارے درخت سجدے کررہے ہیں، سارے سمندر سارے ستارے سجدے کررہے ہیں، یہ سب چیزیں انہوں نے لکھ کر بھیجیں اپنے شیخ کے پاس حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے پاس انہوں نے جواب میں لکھا" تلك

احوال تربی بہا اطفال الطریقۃ" یہ احوال ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی پرورش کی جاتی ہے، جس طرح بچوں کو کھیل کھلونے دئے جاتے ہیں کھیلنے کے واسطے اسی طرح طریقت کے بچوں کی پرورش کے واسطے یہ احوال ہیں، قابل التفات نہیں، قابل التفات جو کچھ ہے، وہ بس اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اسلئے نیت صحیح ہو طریقہ صحیح ہو، پھر انشاء اللہ کامیابی ہوگی، جو عمل ہو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو اور جو عمل ہو وہ اللہ کو راضی کرنے کے واسطے ہو انشاء اللہ کامیابی ہوگی، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے، کہنے والے کو بھی سننے والوں کو بھی۔ آمین! ثم آمین!

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن۔

❑❑❑

شکر نعمت

اس بیان میں

☆......اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات

☆......نعمتوں کی شکر گذاری

☆......ناشکری اور ناقدری سے اجتناب

☆......میدان حشر میں ہونے والے سوالات

....

شکر نعمت

خطبہ مسنونہ کے بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

"وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْن" (سورۂ انبیاء:۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہاں کے لوگوں پر مہربانیاں کرنے کے لئے۔(بیان القرآن)

دنیا والوں کے لئے رحمت

اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے رسول کریم ﷺ سے فرمایا ہے: کہ میں نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، سارے عالم کیلئے حضور اقدس ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے، آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے انسانوں کے لئے بھی رحمت جانوروں کے لئے بھی رحمت ملائکہ کیلئے بھی رحمت انسانوں کیلئے بھی رحمت زمین کیلئے بھی رحمت۔

بے شمار انعامات

اللہ تعالیٰ کے انعامات تو بے شمار ہیں، قرآن پاک میں ہے:

"وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا"

[اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لوگ تو انہیں شمار نہیں کر سکتے۔] (توضیح القرآن: ۸۲۲/۲)

اللہ کی نعمتوں کو تم گننا چاہو تو گن نہیں سکتے انسان ان نعمتوں پر غور نہیں کرتا، دھیان نہیں دیتا کہ یہ نعمت ہے، اللہ نے آسمان بنایا چاند سورج ستارے اس میں لگائے، روشن کئے، اللہ بارش عطا فرماتا ہے، اللہ زمین سے پانی نکالتا ہے، طرح طرح کے کھیت پیدا ہوتے ہیں، غلہ جات، طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہیں، قسم قسم کے جانور پیدا کئے، اتنی نعمتیں ہیں حق تعالیٰ کی، کتنی نعمتیں ہیں، ان سب کا شکر ادا کرنا لازم ہے، جیسی نعمت ہوتی ہے ویسا ہی اس کا شکر ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔

کتے کی شکر گذاری

آپ ایک کتے کو پالتے ہیں، اس کو روٹی دیتے ہیں، ہڈی بوٹی دیتے ہیں، وہ ساری رات آپ کے مکان پر پہرہ دیتا ہے، چوروں کو اندر آنے نہیں دیتا، شکریہ ادا کرتا ہے، آپ کے ساتھ کسی کی لڑائی ہو جائے، تو کتا آپ کا حمایتی بن کر اُس کے مقابلہ پر آئے کتا ایک جانور ہے وہ اپنے منعم اور محسن کو پہچانتا ہے کہ میرے مالک کا مکان کونسا ہے، اس پر پہرہ دیتا ہے، مالک کی حفاظت کرتا ہے، مالک کو دیکھتا ہے، تو دم ہلاتا ہوا اُس کے سامنے عاجزی سے پیش آتا ہے، خوشی کا اظہار کرتا ہے، کہ مالک نے اس پر احسان کیا اس کو روٹی دی تو کتا اتنا احسان مانتا ہے، انسان جو اشرف المخلوقات ہے، اس کو زیادہ احسان ماننا چاہئے، اللہ نے اس کو عقل دی شعور دیا ہے، اس عقل وشعور کا تقاضا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچانے۔

پیشاب کا ہونا بھی نعمت ہے

ہمارے ایک بزرگ تھے مولانا شاہ احمد حسن پور مراد آباد کے رہنے والے،

اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے ان کو تکلیف ہوئی کہ پیشاب بند ہوگیا، پیشاب نہیں آتا ان کے سوراخ کر کے نلکی کے ذریعہ سے پیشاب کرایا جاتا تھا، برتن ہاتھ میں ہے اس میں ٹپکتا رہتا تھا پیشاب، ان سے پوچھا گیا کہ حضرت کس طرح سے آپ کو یہ تکلیف ہوئی؟ یہ مرض کس طرح پر شروع ہوا؟ یہ مرض کیسے لگا؟ تو فرمانے لگے بھائی یہ مرض میری بداعمالی سے شروع ہوگیا۔ کیا مطلب ہے بداعمالی سے؟

تو بتایا کہ دن رات کو میں تین دفعہ چار دفعہ اطمینان سے پیشاب کرلیا کرتا تھا، کبھی بھوٹی زبان سے توفیق نہیں ہوئی شکرادا کرنے کی، اے اللہ! تیرا شکر ہے، کہ پیشاب اپنے آپ ہوتا ہے، کبھی خیال بھی نہ ہوا کہ پیشاب کا صحیح طور پر ہونا یہ بھی ایک نعمت ہے۔ خدا تعالیٰ کی آج تکلیف شروع ہوئی تو پتہ چلا کہ کتنی بڑی نعمت ہے، اس کا شکرادا نہیں کیا، ناشکرا تھا، پکڑا گیا۔

ایک بادشاہ کا واقعہ

ایک بادشاہ کو پیشاب کی تکلیف ہوئی بند ہوگیا، بہت علاج کیا نفع نہیں ہوا، بادشاہ کے قلعے کی دیوار کے نیچے ایک فقیر پڑا رہتا تھا، لوگوں نے کہا کہ اس فقیر سے بھی دریافت کرلیا جائے، شاید اس کے پاس کوئی چیز ہو؟ چنانچہ بادشاہ کا خادم ملازم آیا، اس نے آ کر کہا کہ بادشاہ سلامت کا پیشاب بند ہوگیا، تکلیف ہے، تمہارے پاس کوئی دوا ہے؟ کہا کہ ہاں ہے، کہنے لگا کہ دیدو، کہا کہ تمہیں نہیں دونگا بادشاہ خود آئے لینے کے لئے، بادشاہ کو تکلیف تھی، لوگوں نے کہا کہ کہو تو زبردستی بلایا جائے، بادشاہ نے کہا کہ نہیں، یہ موقع زبردستی بلانے کا نہیں، بادشاہ خود گیا، بڑے ادب سے بیٹھا عرض کیا، فقیر نے کہا کہ دیکھو میرے پاس دوا تو ہے مگر ایسے نہیں دونگا آدھی سلطنت لکھا دو تب دونگا، بادشاہ نے کہا: اچھی بات ہے، اور کہدیا کہ اسکو آدھی سلطنت لکھدو، وزیروں

کے دستخط کروائے، فقیر نے اپنی گدڑی کھول کر اس میں سے کوئی دوا دی، پوچھا بادشاہ سے کیا چاہتے ہو اس نے کہا کہ پیشاب جاری ہونا چاہئے۔

ابھی مکان پر پہنچا نہیں تھا کہ پیشاب جاری ہوگیا، اب پیشاب اتنا آ رہا، اتنا آ رہا کہ رکنے کی نوبت نہیں آئی، برابر چلتا رہا، اب دوسری دقت پیش آئی، پھر فقیر کے پاس آئے کہ پیشاب برابر آ رہا ہے، جاری ہے، رکتا نہیں ہے، کہا کہ تم ہی نے تو کہا تھا کہ پیشاب نہیں آتا، پیشاب جاری ہو جائے ہو گیا، کہا کہ نہیں جس طرح سے پہلے آتا تھا، وقت پر آتا تھا وقت پر رکتا تھا، دن میں دو چار دفعہ آتا تھا، اسی طرح سے آئے جائے، کہا کہ ایسے نہیں ہوتا آدھی سلطنت اور دینی ہوگی، کہا بہت اچھا اور باقی ساری سلطنت لکھدی، دستخط کر دیئے مہر لگادی فقیر نے کچھ دیا، اب پیشاب بند رہا، فقیر نے کہا خبردار تم سلطنت ساری دے چکے ہو، اب تمہارا کچھ نہیں، کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگانا، بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، کہ میں کیا کروں، فقیر نے کہا کہ مجھے کیا خبر کیا کرو گے، گھاس کھودو، اتنا بے قابو ہوا بادشاہ جس کی حد نہیں، جب فقیر نے دیکھا کہ واقعی بادشاہ پر بہت بڑا اثر ہوا، اسکا دماغ معطل ہوا جا رہا ہے تو اس فقیر نے کہا کہ مجھے تمہاری سلطنت کی کچھ ضرورت نہیں، صرف یہ بتانا ہے کہ وہ سلطنت جس پر تم کو اتنا گھمنڈ اور غرور ہے، اس کی حالت حیثیت اتنی کم ہے، کہ پیشاب کے چند قطروں کے عوض تم اس کو دینے پر مجبور ہو گئے، یہ سلطنت ہے تمہاری کہ پیشاب کے چند قطروں کے عوض تم نے فروخت کر دی، حق تعالیٰ کی ایسی ایسی نعمتیں ہیں، پیشاب کا وقت پر آنا وقت پر بند ہو جانا، اتنی بڑی نعمت ہے، کہ اس کے عوض ساری سلطنت گئی۔

نعمت کی شکرگذاری

اس واسطے حق تعالیٰ کی جو نعمتیں ہیں، ان نعمتوں کی قدر کرنا، بہت ضروری ہے، ان نعمتوں کی آدمی قدر کرے گا، تو ان میں اضافہ ہوگا، ترقی ہوگی، اور اگر ناقدری

کریگا تو پکڑا جاویگا۔

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ"

اگر تم نعمتوں کی قدر دانی کروگے تو ہم نعمتیں زیادہ دیں گے، اگر تم شکر کروگے تو تم کو زیادہ نعمت دونگا۔ (بیان القرآن)

"وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ" (سورۃ ابراھیم: ۷)

اور اگر تم ناشکری کروگے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ (بیان القرآن)

اور اگر تم نے ناقدری کی تو جان لو کہ ہمارا عذاب سخت ہے، اس واسطے حق تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر دانی بہت ضروری ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نعمتوں کی قدر دانی فرماتے تھے، اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قدر دانی کی ترغیب دیتے تھے، ایسی ترغیب دیتے تھے، کہ آدمی حیرت میں رہ جاتا تھا کبھی کئی وقت کھانے کو نہیں ملا، اور پیٹ پر پتھر باندھے، اس کے بعد کچھ ملا تو بہت تھوڑا سا ملا اس کے بارے میں بھی فرماتے ہیں، کہ قیامت میں سوال ہوگا یہ نعمتیں ہیں حق تعالیٰ کی آدمی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھتا ہے، دھوپ سخت ہے بچاؤ کی کوئی جگہ نہیں ایک درخت مل گیا، اس کے سایہ کے نیچے بیٹھ گئے، کچھ آرام کیا، کتنی بڑی نعمت ہے، درخت کس نے اگایا اللہ نے اُگایا تم سوچتے ہو ہم نے بویا تھا، تم نے بویا تھا؟ کہاں بویا اللہ کی پیدا کی ہوئی زمین میں بویا یا کہیں اور؟ زمین اللہ کی پیدا کی ہوئی، اس میں بیج بویا اور جو بیج بویا تھا، وہ تم نے پیدا کیا تھا؟ اللہ نے پیدا کیا، اور اس بونے پر جو پانی دیا ہے وہ اللہ کی دی ہوئی بارش کا پانی ملا، پہاڑوں سے جو برف پگھل کر آیا وہ ملا چشموں کا ملا یہ پہاڑوں پر برف کس نے برسایا تھا، یہ دھوپ کس نے نکالی تھی، جس سے کہ برف پگھلی یہ چشمہ کس نے جاری کیا زمین میں یہ پانی کس نے پیدا کیا؟ یہ صرف اللہ کی پیدا کی ہوئیں چیزیں ہیں۔

اسی سے تو درخت اُگتے ہیں، اسی سے تو برف پڑتی ہے، اسی سے تو درخت پر پھل

لگتے ہیں، اسی سے تو سبزی پیدا ہوتی ہے، ہر چیز حق تعالیٰ کی دی ہوئی ہے، اس کی قدر دانی کی ضرورت ہے۔

زبان کی شکر گذاری

اللہ تبارک وتعالیٰ نے زبان دی ہے بولنے کے لئے، آدمی بولتا ہے یہ یاد رہے کہ زبان کا اللہ تعالیٰ نے مالک نہیں بنایا حق تعالیٰ کی امانت دی ہوئی ہے، اس کا تقاضا تھا تو یہ تھا کہ اسے صرف حق تعالیٰ شانہ کا کام لیا جائے، اللہ کا نام لیا جائے، قرآن شریف پڑھا جائے، درود شریف پڑھا جائے، استغفار پڑھا جائے، تسبیح پڑھی جائے، دین کی باتیں بتائی جائیں، اپنا کوئی کام اس سے نہ لیا جائے لیکن حق تعالیٰ نے اتنی پابندی نہیں لگائی، اپنا کام لینے کی اجازت بھی دیدی ہے، مگر اس طرح کے حق تعالیٰ شانہ کو فراموش نہ کرو، آدمی اللہ کے دین کو فراموش نہ کرے، اللہ کے ذکر کو فراموش نہ کرے، اس کو برابر یاد کرتا رہے، اصل مقصود زبان سے اللہ کا دین ہے، اللہ کا ذکر ہے، اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہے ہر وقت آدمی کی زبان!

حدیث میں آتا ہے، کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اسلام کے احکام یعنی نوافل مجھ پر بہت غالب ہیں، تو مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جس کے ذریعہ سے میں بکثرت ثواب حاصل کرسکوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لازال لسانك رطبا من ذكر الله" رواه الترمذی۔ (مشکوۃ شریف:۱۹۸)

تمہاری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہنی چاہئے، تو زبان کس کی ہے، پابندی عائد کردی گئی ہے، زبان پر، اس سے غلط بات نہ بولو دیکھو یہ زبان تمہاری نہیں ہے، خیال رکھو اس سے جھوٹ نہ بولنا، اس سے غیبت نہ کرنا، اس سے کسی پر بہتان نہ باندھنا، اس سے گالی گلوچ نہ کرنا، اس سے کسی کا مزاق نہ اڑانا، اس سے کسی کو ذلیل نہ کرنا،

ان کاموں میں انسان مبتلا ہوگا، زبان کو مبتلا رکھے گا، تو حق تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہوگی، بڑی ناقدری ہوگی۔

بچی کی شکر گذاری

ایک بچے کو اگر مدرسہ میں بھیجا جائے، قرآن شریف دے کر، جاؤ قرآن شریف پڑھ آؤ، اس کی قدر یہی ہے کہ مدرسہ میں آ کر قرآن شریف پڑھے لیکن اگر کوئی نالائق بچہ قرآن کا ورق پھاڑ کر اس کے اندر چیزیں لے لے نمک لے لے، مٹی لے لے، شکر باندھ لے، اس کی پڑیا بنالے کیا کہیں گے اس کو کہیں گے۔بہت نالائق ہے، جو قرآن پڑھنے کیلئے گیا تھا، اس کے ورق کو پھاڑ کر اس کو اس طرح کام میں لایا، کتنا غلط طریقہ ہے۔

ٹوپی اور داڑھی کی شکر گذاری

ٹوپی سر پر اوڑھنے کے لئے ہے، نماز پڑھنے کے لئے رکھی جاتی ہے، خدا تعالیٰ کی عبادت کیلئے رکھی جاتی ہے، سر متبرک مقام ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس ٹوپی کے ذریعہ سے اپنا جوتا صاف کرنے لگے، جوتے پر گرد پڑا ہوا ہے، ٹوپی سے اس کو صاف کرنے لگے، جوتا تو صاف ہو جائے گا، لیکن اس نے ٹوپی کی کتنی ناقدری کی، ٹوپی اس لئے نہیں ملی تھی کہ اس سے جوتا صاف کرلیا جائے، چہرے پر داڑھی ہے، حضور اقدس ﷺ کی سنت ہے، کتنی متبرک چیز ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس کو جوتا صاف کرنے کے لئے استعمال کرے تو کتنی ناقدری کی بات ہے، کسی چیز کو بے موقع استعمال کرنا، بڑی ناقدری ہے، اس لئے زبان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بڑی نعمت ہے، حق تعالیٰ نے جس چیز کو بولنے کی اجازت دے دی ہے، وہ بولنی چاہئے، جس کام کیلئے زبان دی ہے، وہ کام کرنا چاہئے۔

....

آنکھوں کی شکر گذاری

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنکھیں دے دی ہیں، کاہے کے لئے دی ہیں، ان آنکھوں سے قرآن پاک کی تلاوت کی جائے، حدیث پڑھی جائے، فقہ پڑھی جائے، تفسیر پڑھی جائے، بزرگوں کے حالات پڑھے جائیں، مطالعہ کیا جائے اور دنیا کی جو چیزیں ہیں، ان چیزوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کی جائے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اس سے نتیجہ نکالا جائے، جو انہوں نے آنکھ کے واسطے دی، لیکن اگر اسی آنکھ سے کوئی شخص غلط کام لینے لگے، نامحرموں کو دیکھنے لگے، کوئی شخص چھپ کر کام کر رہا ہے، اس کو تاکنے جھانکنے لگے، یہ غلط بات ہے، اس پر تو پکڑ ہوگی۔

بدن میں طاقت کی شکر گذاری

اس طریقہ پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بدن میں طاقت دی ہے، یہ طاقت کاہے کے لئے دی ہے، اس لئے دی ہے کہ اس سے دین کا کام لیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ، روزانہ روزے رکھتے تھے، ساری رات جاگتے تھے، نماز پڑھتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا بھئی تم کیا ہر دن روزہ رکھتے ہو، کہا: جی ہاں! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کرو، مہینہ بھر میں تین روزے رکھ لیا کرو، وہ ایام بیض کے روزے کہلاتے ہیں، تیرہ، چودہ، پندرہ، تاریخ کو، عرض کیا کہ حضرت میں ابھی جوان ہوں، میرے اندر طاقت ہے، مجھے اپنی جوانی سے کام لینے دیجئے، تو ان کی جو جوانی تھی طاقت تھی کاہے کے لئے تھی، اس لئے طاقت تھی کہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کو اللہ پاک کے حکم کو اپنی زندگی پر نافذ کریں، جاری کریں، روزہ رکھیں، برداشت کریں، طاقت تو برداشت کرنے کیلئے دی ہے، نہ یہ کہ گپ شپ مزے اڑانے کیلئے، بہرحال حضور اکرم ﷺ نے ان کو روکا کہنا یہ کہ وہ حضرات سمجھتے تھے، اس بات کو کہ جوانی اور طاقت کاہے کے لئے دی گئی ہے، یہ اسی واسطے دی گئی ہے، تا کہ اللہ کے دین کو اس کے اوپر نافذ اور جاری کیا جائے، اگر کوئی شخص اپنی جوانی کو بے محل خرچ کرنے لگے تو اس کی پکڑ ہوگی۔

میدان حشر میں ہونے والے سوالات

حدیث شریف میں آتا ہے، کہ میدانِ حشر میں جب سورج بالکل قریب ہوگا، اور انسان کا سر اور دماغ اتنا کھولتا ہوگا جس طرح سے ہنڈیا کھولتی ہے اور کسی کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا کسی کا گھٹنوں تک ہوگا کسی کا کندھوں تک ہوگا، کوئی شخص اپنے پسینہ میں بالکل ہی غرق ہوگا، ایسے وقت پر میدانِ حشر میں چند سوالات کئے جائیں گے بندے سے، جب تک وہ ان کا جواب نہ دے گا تب تک اپنی جگہ سے ایک قدم نہیں ہٹا سکتا، ایک سوال یہ ہے جوانی کاہے میں خرچ کی، اللہ کے کتنے بندے ایسے ہیں جو جہاد کرتے ہیں، اپنی جان کو جان نہیں سمجھتے، کئی کئی روز تک ان کو کھانے کو نہیں ملتا تلوار کے میدان میں جاتے ہیں، دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہیں، کتنے لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے دین کی خاطر اپنی جوانی سے کام لیتے ہیں، خدا کی عبادت کرتے ہیں، دوسرے کی اعانت کرتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ ایک شخص لکڑی کا گٹھر اٹھا کر لا رہا ہے، لیکن اس سے چلا نہیں جاتا، اس سے لکڑیوں کا گٹھر لے کر اسکو سر پر لاد کر اس کے گھر تک پہونچا دیتے ہیں، اور اس کو راحت پہونچا دیتے ہیں، جوانی سے کام لیتے ہیں، چوروں ڈاکوؤں کا اندیشہ ہے، تو پہرہ وہ دیتے ہیں، چور نہ آجائے ڈاکو نہ آجائے، اپنے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، تا کہ سب بستی والے امن وعافیت سے رہیں، ایک

سوال یہ ہوگا، میدان حشر میں روپیہ کہاں سے جمع کیا، اور کہاں خرچ کیا؟ یہ بات تو بہت مختصر سی ہے، کہ روپیہ کہاں سے جمع کیا، اور کہاں خرچ کیا، آپ خود سوچ لیں، کہ روپیہ میرے پاس کہاں سے آتا ہے، جائز طریقہ پر آتا ہے، یا ناجائز طریقہ پر آتا ہے، اور جہاں خرچ کر رہا ہے وہ ناجائز طریقے پر خرچ کر رہا ہے، یا جائز طریقے پر خرچ کر رہا ہے، یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ روپیہ تو ہم نے اپنے قوتِ بازو سے کمایا ہے، جہاں ہمارا دل چاہے ہے، خرچ کریں گے، یہ قوتِ بازو کس نے عطا فرمائی، اللہ نے عطا فرمائی، یہ دماغ کس نے عطا فرمایا، جس سے سوچنے کی تدبیریں اختیار کیں پھر مال کمایا اللہ ہی نے تو عطا فرمایا، لہٰذا یہ سمجھنا کہ ہمارا کمایا ہوا روپیہ ہے جہاں چاہیں خرچ کریں، ایسا نہیں، حق تعالیٰ کی طرف سے یہ پابندی ہے، غلط جگہ خرچ کرے گا تو آدمی کی پکڑ ہوگی۔

دو پیسے کے بدلے سات سو قبول نماز

حدیث شریف میں آتا ہے، کہ اگر دنیا میں کسی کے دو پیسے یا دھیلے قرض لئے تھے، اور نہیں دیئے اگرچہ وسعت تھی دینے کی مگر اس نے نہیں دیئے وہ پیسے تو قیامت کے دن سات سو مقبول فرض نمازیں اس کے بدلے میں دینی ہوں گی، تو بھائی سوچ لیں جتنی نمازیں پڑھتے ہیں کتنی نمازیں ان میں سے ایسی ہیں جو اللہ کے یہاں مقبول ہیں وہ اس کے پاس چلی جائیں گی، اپنے پاس کیا رہ جائے گا۔

مفلس کون ہے؟

حدیث پاک میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مفلس جانتے ہو کون ہے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا مفلس تو وہ ہے جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مفلس تو وہ ہے جس نے دین کے بہت

سارے کام کئے نمازیں بھی پڑھیں، اعتکاف بھی کئے تسبیح بھی پڑھی مگر ساتھ ساتھ یہ بھی کیا کہ کسی کا روپیہ رکھ لیا کسی پر ظلم کیا کسی کو دھپ مار دیا کسی پر زیادتی کی یہ کام بھی کئے، اب قیامت میں حساب کتاب جب ہوگا، وہاں لوگ آ کر مطالبہ کریں گے، کہ مجھے اس نے مارا تھا، کوئی کہے گا کہ میرا اس نے روپیہ رکھ لیا تھا، کوئی کہے گا، کہ میری اس نے زمین دبالی تھی، وہاں زمین روپیہ تو ساتھ ہوگا نہیں وہاں تو حساب نیکیوں اور بدیوں سے ہی ہوگا، حدیث شریف میں ہے کہ ایک قسم کی نیکیاں ایک حق والا لے لے گا، دوسرا حق والا دوسرے قسم کی نیکیاں لے لے گا، یہاں تک کہ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی، اور لوگوں کے مطالبات باقی رہ جائیں گے، تو پھر یہ ہوگا کہ ان لوگوں کے گناہ تول کر حقوق کے بقدر اس کو دیئے جائیں گے، فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے کہ مفلس وہ شخص ہے، کہ جو دنیا سے بہت کچھ نیکیاں کما کر لایا لیکن نتیجے میں کیا رہا، نیکیاں گئیں دوسروں کے پاس اور دوسروں کی بدیاں اس کے پاس آ گئیں، اس واسطے بڑی غلطی کی بات ہے، ہمارے یہاں عادت ہوگئی ہے، جہاں کہیں دو آدمی بیٹھے ہیں، تیسرے کی برائی بیان فرما رہے، فلاں کے اندر یہ عیب ہے، یہ عادت ہے، ایسا کیا اس نے ویسا کیا اس نے، یعنی مستقل طور پر وقت گزاری کا ایک مشغلہ بنالیا گیا ہے، حالانکہ اتنی خراب بات ہے کہ اس کے بدلے میں نیکیاں دلادی جائیں گی، اور دوسرے کے گناہ لاد دئے جائیں گے، سر پر پڑیں گے، تو جس شخص سے ناراض ہے، اس پر غصہ ہے اس کو اپنی نیکیاں دے دینا یہ کیسی عقلمندی کی بات ہے۔

کیا ایسے بھی ہوتا ہے، کہ ایک شخص کو کسی پر غصہ ہے تو اس کو اپنی کمائی دیدے گا، روپیہ دیدے گا، یہ تو عقل کے بھی خلاف ہے، کیا کوئی ایسا کر سکتا ہے؟ کوئی ایسا نہیں کر سکتا ہماری نیکیاں اللہ کے خزانے میں جمع ہوتی ہیں، آدمی جب دوسروں کی برائی بیان کرتا ہے، تو یوں دیکھے کہ وہ اپنی بھلائی اس کے حوالہ کر دیتا ہے، اللہ کے یہاں سے اس کو مل جائے

گی، اس لئے اس کا کوئی حرج نہیں، اس کو تو فائدہ پہنچ گیا۔

زبان کی حفاظت کی ضرورت

اس لئے زبان کی حفاظت کی ضرورت ہے، زبان کے ذریعہ سے آدمی جنت بھی کما سکتا ہے، دوزخ بھی کما سکتا ہے، اب ایک تو یہ کہ قرآن شریف کی آدمی تلاوت کرے، تسبیح پڑھے، درود شریف پڑھے استغفار کرے، دین کی باتیں کرے، اسلام کی باتیں لوگوں کو سکھائے، ملنے والوں کو سلام کرے، سلام کرنیوالوں کا جواب دے، یہ ساری چیزیں ایسی ہیں، جو جنت میں لے جانے والی ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک چونّی میں مغفرت

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث گزرے ہیں، انکے انتقال کے بعد کسی نے انکو خواب میں دیکھا، پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا، تو انہوں نے کہا کہ ایک چونّی میں بخشش ہوگئی، ایک درہم جو تقریباً چار آنے کا ہوتا ہے، اس میں بخشش ہوگئی، پوچھا کہ کیسے بخشش ہوگئی، کہا کہ ایک مرتبہ ایک شخص کو چھینک آئی اس نے "الحمد للہ" کہا حدیث پاک میں آیا ہے، کہ جب کوئی جب چھینک لے اور اس پر "الحمد للہ" کہے تو سننے والے کو چاہئے کہ وہ "یَرْحَمُكَ اللهُ" کہے، انہوں نے کہا کہ میں یرحمک اللہ کہنا بھول گیا، مجھے تھوڑی دیر بعد خیال آیا کہ اس شخص نے چھینک لی تھی، اور "الحمد للہ" کہا تھا، مجھے "یَرْحَمُكَ اللهُ" کہنا چاہئے تھا، اور میں نے ایسا نہیں کیا اس کو تلاش کیا مجھے معلوم ہوا کہ وہ کشتی میں بیٹھ کر دریا کے دوسری طرف چلا گیا، دوسری کشتی میں چونّی دیکر میں سوار ہوا، اور دریا کا سفر کیا، دوسرے کنارے پر جا کر میں نے اس کے سامنے پہنچ کر کہا "یَرْحَمُكَ اللهُ" یہ جو "یَرْحَمُكَ اللهُ" کہا وہاں جا کر اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت پسند آئی اور یہی دخول جنت کا ذریعہ بن گئی، غرض زبان کے ذریعہ سے

آدمی جنت بھی کما سکتا ہے، اور دوزخ بھی کما سکتا ہے، دوزخ کیسے؟ مثلاً جھوٹ بولا۔

جھوٹ کی بدبو

حدیث شریف میں آتا ہے، جو شخص جھوٹ بولتا ہے، تو اس جھوٹ بولنے سے اس کے منہ سے ایسی بدبو آتی ہے کہ فرشتہ رحمت کا میلوں تک دور چلا جاتا ہے، ہم کو وہ بدبو محسوس نہیں ہوتی، فرشتہ کو محسوس ہوتی ہے، جھوٹ ایسی بری چیز ہے۔

کسی کا مذاق اڑانا

اسی طرح کسی کا مذاق اڑایا، یہ بھی بری چیز ہے، قرآن پاک میں آیا ہے:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ لایسخر قوم مِن قوم عَسٰی اَنْ یَکُوْنُوْا خَیْرًا مِنْهُمْ" (سورۂ حجرات:۱۱) اے ایمان والو! نہ مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے، کہ کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو۔ (بیان القرآن)

اے ایمان والوں کوئی کسی دوسرے کا مذاق نہ آڑائے، کیا بعید ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک اس سے بہتر ہو، آج دنیا میں اس کا مذاق اڑ رہا ہے، اور کیا بعید ہے، کہ اللہ تعالیٰ اس کی حالت کو بہتر بنائیں، مذاق مذاق اڑانے والے کا حال خراب ہو، اللہ تعالیٰ کو حال بدلتے ہوئے کوئی دیر نہیں لگتی آج کسی شخص کا اچھا حال ہے، وہ کسی شخص کا مذاق اُڑاتا ہے تو حق تعالیٰ اگر اس کو اچھا حال دیدے اور اس مذاق اڑانے والے کو بدحال بنادے تو کیا مشکل ہے اسلئے یہ نہایت خطرناک چیز ہے۔

ایک لفظ کی حیثیت

حدیث شریف میں آتا ہے، کہ بعض آدمی زبان سے ایک لفظ کہدیتا ہے، اور وہ لفظ ایسا ہوتا ہے، کہ اگر میٹھے سمندر میں ڈال دیا جائے تو سارا سمندر کڑوا ہو جائے، اتنا خطرناک

لفظ ہوتا ہے، اس کے بدلے دوزخ میں چلا جاتا ہے، اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے، کہ آدمی ایک لفظ بولتا ہے کہ اگر اس کو کڑوے سمندر میں ڈالدیا جائے، تو سارا سمندر میٹھا ہو جائے، تو لفظ ایسا ہوتا ہے کہ اسکے بدلے میں وہ جنت میں چلا جاتا ہے، تو زبان کے ذریعہ آدمی جنت بھی کما سکتا ہے، اور دوزخ بھی کما سکتا ہے، پھر سمجھدار آدمی وہ ہے، جو اس کے ذریعہ سے جنت ہی کمانے کی کوشش کرے، دوزخ سے بچنے کی کوشش کرے۔

نعمتوں کا صحیح استعمال

یہی حال حق تعالیٰ کی ہر نعمت کا ہے، روپیہ پیسہ ہے، اس کے ذریعہ سے بھی آدمی دوزخ بھی کما سکتا ہے، اور جنت بھی کما سکتا ہے، جائز طریقہ پر کمائے اللہ کی خوشنودی پر خرچ کرے، اس کے ذریعہ سے جنت کما سکتا ہے، ناجائز طریقہ پر کمائے اللہ کی ناراضگی کے طریقے پر کمائے اس کے ذریعہ سے دوزخ کما سکتا ہے، اس لئے اللہ پاک کی تمام نعمتوں کی قدردانی کی ضرورت ہے، نبی پاک ﷺ نے ہر ایک چیز کے استعمال کا طریقہ سکھایا ہے، کہ ان نعمتوں کو اس طرح سے استعمال کروگے تو اللہ کے محبوب بنوگے، اور اس طرح سے استعمال کروگے تو اللہ کی ناراضگی حصے میں آئیگی، مسلمان کا دنیا میں آنا ہی اس مقصد کے لئے ہے، کہ وہ اللہ کو راضی کرے، جو کام بھی کرے اللہ کی رضامندی کیلئے کرے، اس کی خوشنودی کی فکر کرے، کوئی شخص یہ سمجھتا ہے، کہ میں باغات لگانے کے لئے آیا، قسم قسم کے میوے پھل میرے باغ میں لگیں اور میں تجارت کے اندر دور دراز تک اپنا پھل بھیجا کروں، روپیہ کمایا کروں، روپیہ کما کر اس کے ذریعہ سے مکان بنالوں، گاڑی لےلوں، اعلیٰ قسم کے کپڑے پہن لوں، شاندار طریقے پر رہوں یہ تو طریقہ غلط ہے، جس کام کے لئے پیدا کیا انہیں اس کو کرنا چاہئے، اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❑❑❑

تزکیۂ باطن میں فلاح ہے

یہ بیان دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر میں ہوا۔

اس بیان میں

☆......اہل دنیا کے نزدیک کامیابی کا مدار

☆......اصل کامیابی اور زندگی کا مقصد

☆......اتباع سنت کی اہمیت

☆......اخلاق رذیلہ سے حفاظت

☆......اخلاق حمیدہ کا حصول

☆......حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کامیابی کا راز

....

تزکیۂ باطن میں فلاح ہے

خطبۂ مسنونہ۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی۔ الخ" (سورۂ اعلیٰ:۱۴)

ترجمہ: بامراد ہوا جو شخص پاک ہوگیا۔ (بیان القرآن)

اہل دنیا کے نزدیک کامیابی

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے ان آیات میں فلاح اور کامیابی کا راستہ بتایا ہے، دنیا کے لوگوں کے خیالات میں ہر شخص نے اپنے خیالات کے تحت اپنے لئے راستہ تجویز کر رکھا ہے، اور سمجھتا ہے کہ میں نے اس راستہ کو طے کر دیا، تو میں کامیاب ہوگیا، ایک شخص ہے اس نے سوچ رکھا ہے، کہ اگر مجھے ایک پلاٹ مل گیا، اور میں نے ایک شاندار بلڈنگ بنادی تو میں کامیاب ہوگیا، چنانچہ پلاٹ کی فکر میں ہے، پلاٹ کے لئے جو پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں، ان سب کے بیلنے میں لگا ہوا ہے، درخواست ہے، سفارش ہے حاکموں کے دربار میں حاضری ہے، سب کچھ کر رہا ہے، پیسہ نہیں ہے، ادھار لے رہا ہے، بینک سے قرض لے رہا ہے، سودی قرض لے رہا ہے، اور یہ سب چیزیں تیار ہوئیں، اب اس کی تعمیر کے لئے نقشہ بنایا، اور سامان منگوایا یہی راستے اختیار کر لئے اور کامیاب ہوگیا، اور وہ سمجھتا ہے کہ میں کامیاب ہوگیا، اب اس دنیا کی زندگی میں مکان بنا کر وہ سمجھتا ہے کہ مجھے کامیابی مل گئی، یا یہ کے مجھے

زندگی جس مقصد کیلئے دی گئی ہے، وہ مقصد پورا ہوگیا، اے بھائی اللہ تبارک وتعالیٰ نے زندگی دی، زمین پر بھیجا کیا اس لئے بھیجا تھا کہ پلاٹ لے کر مکان تعمیر کرے، نہ خدا کو پہچانے نہ رسول ﷺ کو پہچانے، نہ قرآن پڑھے نہ حدیث پڑھے، اس لئے بھیجا تھا کہ مکان بنائے، مکان تو دوسرے لوگ بھی بناتے ہیں، جن کو نہ خدا سے تعلق نہ رسول سے تعلق، بلکہ مکانات کیا کچھ کم ہیں، امریکہ کی بلڈنگیں برطانیہ کی بلڈنگیں اور کہاں کہاں کی بلڈنگیں دیکھ لو، یہاں اپنے ملک میں بھی دیکھ لو دوسروں کے مکانات کتنے اونچے اونچے ہیں اگر یہ مکان بنانا ہی کامیابی ہے، اور اسی مقصد کیلئے حق تعالیٰ نے بھیجا ہے، تو سرورکائنات ﷺ کا مکان سب سے اونچا سب سے بلند ہوتا۔

آنحضرت ﷺ کا مکان

مگر احادیث میں آتا ہے، کہ چھوٹی سی کوٹھری تھی، وہ حضور اقدس ﷺ کا مکان تھا، رات میں آرام فرمانے تہجد کے وقت اٹھتے ہیں، نماز پڑھنے کیلئے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی ہیں، سجدہ کیلئے جگہ نہیں ہے، سجدے میں جاتے ہیں تو ان کے پیر کو ہاتھ لگاتے ہیں، تو وہ پیر سکیڑ لیتی ہیں، تب سجدے کی جگہ ہوتی ہے، اتنا مکان کس کا مکان؟ سرکار دوعالم ﷺ کا مکان تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار کا مکان، کل کائنات جن پر قربان ہوجائے، ان کا مکان اگر مکان ہی بنانے کیلئے انسان کو بھیجا ہوتا تو سب سے پہلے حضور اقدس ﷺ اپنا مکان سب سے اونچا بنواتے مگر وہاں پر بس اتنا مکان۔

صحابی کا مکان گرادینا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ تشریف لے جارہے تھے، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ساتھ تھے، راستہ میں ایک مکان دیکھا اونچا قبہ نما، فرمایا کس کا مکان

ہے؟ معلوم ہوا فلاں انصاری کا مکان ہے، چلے گئے، واپس بھی آ گئے، جب وہ انصاری حاضر ہوئے، انہوں نے سلام کیا ادھر سے تو حضور اقدس ﷺ نے اُدھر کو چہرہ مبارک پھیر لیا، اُدھر آئے اور سلام کیا حضور اقدس ﷺ نے دوسری طرف چہرۂ مبارک پھیر لیا، گھبرا گئے، زمین و آسمان ان کی نظروں میں تاریک ہو گئے، سرورِ عالم ﷺ نے نظریں پھیر لیں، مجلس میں بیٹھنے والوں میں سے کسی سے پوچھا؟ کیا بات ہے کیا میری کوئی شکایت پہنچی ہے؟ آج نظریں پھری ہوئی ہیں، رخ بدلا ہوا ہے، حضور اقدس ﷺ کا حضور اقدس ﷺ کے صحابی کیلئے زندگی دشوار ہوگئی، اس حالت سے کہ حضور اقدس ﷺ کا رخ اس سے پھر جائے، جن سے پوچھا، انہوں نے جواب دیا، کہ ہمیں خبر نہیں، البتہ اتنا معلوم ہے کہ تمہارے مکان کے قریب سے گزر ہوا، پوچھا یہ کس کا مکان ہے؟ بس فوراً اٹھ گئے حضور اقدس ﷺ سے کچھ نہیں کہا، جا کے کدال ہاتھ میں لیا توڑ دیا مکان کو، ایک ایک اینٹ الگ کر دی اور ملبہ بھی وہاں سے پھینک دیا، جگہ خالی صاف کر دی، اور پھر خدمت میں حاضر ہو کر عرض بھی نہیں کیا، کہ حضور اقدس ﷺ میں نے مکان توڑ دیا، گرا دیا، آپ غور کر لیں اگر ہم میں سے کسی کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آتا، تو ہم کیا کرتے پہلے حضور اقدس ﷺ سے پوچھتے کہ حضور اقدس ﷺ کیا مکان کی وجہ سے ناراض ہیں، مکان کی بھی ضرورت ہوتی ہے، بیوی بچوں کے رہنے لئے، گرمی سے بچنے کے لئے، سردی سے بچنے کیلئے، بارش سے بچنے کے لئے، مکان کی ضرورت ہوتی ہے، میں نے تو کوئی گناہ کا کام نہیں کیا، جو آنحضرت ﷺ ناخوش ہو گئے، مگر وہاں اتنی گنجائش نہیں تھی، وہاں تو شان ہی دوسری تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی، اگر ہم میں سے کوئی ہوتا، تو کہتے حضور اقدس ﷺ اگر آپ ناخوش ہیں تو مکان کو فروخت کر دوں کسی کو ہبہ کر دوں، گرا دوں اور پھر گرا دینے کے بعد آ کر اطلاع کرتے، کہ حضور اقدس ﷺ جس مکان کی وجہ سے آپ ناخوش تھے، وہ مکان میں نے گرا دیا، خود ہی ایک مرتبہ گزر ہوا، حضرت نبی کریم ﷺ وہاں سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہاں ایک مکان دیکھا

تھا وہ کیا ہوا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ گرا دیا گیا۔

مکان کی تعمیر

بعد میں فرمایا کہ مکان کی تعمیر وبال ہے، جتنی ضرورت ہے، مجبوراً اتنا بنانے کی اجازت ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے روپیہ کو برباد کرنا چاہتے ہیں، اس کے جی میں تعمیر کا شوق ڈالدیتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص یوں سمجھتا ہے، کہ میں دنیا میں اس مقصد کے لئے آیا ہوں، کہ مکان تعمیر کروں، اونچا مکان میرے پاس ہو، شاندار بلڈنگ میرے پاس ہو، تو غور کرلے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہ کوئی ہے، نہ ہوسکتا ہے، ان کا مکان کس شان کا تھا، اس شخص کی شان زیادہ بلند ہے، یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان زیادہ بلند ہے، جو چیزیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، ساری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمادیں، اگر مکان کا عمدہ ہونا بڑھیا ہونا، اونچا ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوتا، عزت کی چیز ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان سب سے اونچا ہوتا، مگر ایسا نہیں اس لئے جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں دنیا میں اسی مقصد کیلئے آیا ہوں، کہ شاندار مکان بناؤں، تعمیر کراؤں تو غور کرلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر۔

ایک مرتبہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے تھے، تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی والدہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے، ایک مکان کی دیوار کو لیپ رہے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا بات ہے، عرض کیا کہ حضور! یہ دیوار پرانی ہوگئی ہے، اس کو لیپ رہا ہوں تاکہ گرے نہیں، کچھ دن کھڑی رہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت اس سے زیادہ قریب ہے، موت کو یاد رکھنا چاہئے، دیوار تو کچھ کھڑی بھی رہ جائیگی، اندازہ لگایا جاسکتا ہے، موت کا تو اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا بعض مرتبہ تومند جوان آدمی بھی بیٹھے بیٹھے ایک دم ختم ہوجاتا ہے بوڑھا بھی ختم ہوجاتا ہے، بچہ بھی ختم ہوجاتا ہے، کسی

کے متعلق معلوم نہیں کس کی موت کب آئیگی۔

عہدہ اور بادشاہت

اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے، کہ اگر میں پارلیمنٹ کا ممبر بن جاؤں اور آگے بڑھ کر وزیر بن جاؤں تو مقصد میں کامیاب ہوگیا، مگر غور کرنیکی بات ہے، آج کی دنیا میں سب کو یہ تجربہ ہورہا ہے، کہ آج ایک شخص ممبر ہے کل کو اس نے استعفیٰ دے دیا، کیا حیثیت باقی رہ گئی، کل کو پارلیمنٹ سے نکالدیا گیا، کیا حیثیت باقی رہ گئی، کل کو وزارت ختم ہوگئی کیا حیثیت باقی رہ گئی۔ میرے ایک دوست بیان کرتے تھے، فلاں علاقے میں ہندوستان کی بات نہیں باہر کی بات ہے، بغداد کی بات ہے، بغداد میں جب انقلاب ہوا، جو بادشاہ تھے انکی کچھ حیثیت بھی نہ رہی، جس پارٹی نے انقلاب کیا تھا، انہوں نے بادشاہ کو بلایا، اور کہا کہ آپ کے لئے یہ طے کیا گیا کہ کھڑے ہوجائیں، آپ کو گولی ماردی جائیگی، بادشاہ نے کہا مجھ کو گولی مارتے ہو، میں نے کل تم کو پھانسی کے تختے سے بچایا تھا، انہوں نے جواب دیا یہ سب کچھ نہیں، جماعت کا فیصلہ ہے کہ آپ کو گولی ماردی جائے، بادشاہ ابھی ابھی بادشاہ تھے، انقلاب ہوتے ہی کیا ہوا، سامنے کھڑا کرکے گولی ماردی گئی، کیا کامیابی ہے یہی کامیابی قابل اعتماد ہے، یہ ایسی چیز ہے، جس پر انسان زندگی کے بیش بہا اوقات کو صرف کرے، ہرگز نہیں۔

بادشاہت کے مقابلہ میں عبدیت کو اختیار فرمانا

حضرت رسول اکرم ﷺ تشریف فرما تھے، ایک فرشتہ آیا، اور ساتھ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے، فرشتے نے آکر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں، نبی تو آپ ہیں نبوت کے ساتھ عبدیت چاہتے ہیں، یا بادشاہت چاہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے سامنے غلامی چاہتے ہیں، اللہ کا بندہ بننا چاہتے ہیں یا بادشاہت چاہتے ہیں، حضور اقدس ﷺ

نے دیکھا حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف اس طرح سے دیکھا جیسے کہ کوئی مشورہ لینے کیلئے دیکھتا ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام چھوٹے سے ہو گئے، اور اس سے اشارہ کیا کہ عاجزی اختیار کیجئے، عبدیت اختیار کیجئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا میں بادشاہت نہیں چاہتا، میں تو عبدیت چاہتا ہوں، بندہ بننا چاہتا ہوں، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا آکُلُ الا کَمَا یَاکل الْعبد" میں تو کھانا بھی اس طرح بیٹھ کر کھاتا ہو، جس طرح سے ایک غلام بیٹھ کر کھاتا ہے، تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چیز پسند فرمائی امتی ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مسلمان اس چیز کو پسند کرے۔

ہوائی جہاز کا حال

ایک شخص یہ سوچتا ہے، کہ میرے پاس ہوائی جہاز آ جائے میری ملکیت میں آ جائے اور وہ اڑا کرے مجھے بڑی آمدنی ہوگی، بڑی محنت کر کے پاپڑ بیل کے کوشش کر کے ہوائی جہاز حاصل کر لیا، سمجھا کہ میں کامیاب ہو گیا لیکن جس مقصد کیلئے وہ اس دنیا میں بھیجا گیا تھا، کیا وہ مقصد پورا ہو گیا لیکن بھائی کیا حال ہے ہوائی جہاز کا ایک پُرزہ خراب ہو جائے دھم سے نیچے آ گیا، جہاز بھی گیا، جہاز اڑنیوالا بھی، اور جہاز میں بیٹھنے والے بھی سب فنا ہو گئے، تباہ ہو گئے، کس کیلئے اتنی محنت کی تھی، وہ آن کی آن میں ختم ہو گیا، یہ کامیابی نہیں تباہی ہے، بربادی ہے، کتنا روپیہ برباد گیا، کتنی محنت ختم ہوگئی، اور خود جو جہاز میں تھا خود وہ بھی ختم ہو گیا۔

قیامت کے دن اللہ تبارک تعالیٰ کے سامنے حاضری ہوگی، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، کہ زندگی کا جو کچھ مقصد تم نے سمجھا تھا، جس مقصد کے لئے تم کو زندگی دی گئی تھی، تم تو وہاں کامیاب ہو گئے تھے، اور اب ہم سے کیا چاہتے ہو؟ کامیابی تو وہاں سے حاصل ہوگی، ہم سے کیا ڈھونڈتے ہو۔

....

نوٹوں کی گڈیوں کا حال

ایک شخص سمجھتا ہے کہ میرے پاس روپیہ زیادہ جمع ہو جائے، نوٹوں کی گڈیوں کی گڈیاں جمع ہو جائیں میرے پاس تو میں کامیاب ہوں، کیا واقعی کامیاب ہے وہ؟ ایک دیاسلائی جو لگ جائے تو سارے نوٹ جل کر ختم ہو جائیں، جس محنت اور کوشش کو ایک دیاسلائی ختم کر دے، وہ کامیاب ہے، کس قسم کی قابل اعتمادی ہے وہ چیز؟ حق تعالیٰ ایک کیڑا دیمک کا مسلط کر دے تو سب کو کھا کر ختم کر ڈالے، اللہ تعالیٰ نے ایسی ایسی مخلوق کو پیدا فرمایا ہے، کسی شخص نے کئی برس تک محنت کی نوٹ جمع کئے، اللہ نے ایک کیڑا مسلط کر دیا، سب ختم کر دیا، کیا اسی کا نام کامیابی ہے؟ یہ سب لغویات ہیں، کامیابی نہیں ہے۔

گاڑی کا حال

ایک شخص سمجھتا ہے کہ مجھے گاڑی مل جائے موٹر مل جائے اعلیٰ قسم کی تو میں کامیاب ہوں، موٹر مل بھی گئی کتنا روپیہ خرچ ہوا، کتنی محنت کی اس کیلئے کہاں کہاں کوششیں کیں، مل بھی گئی بیٹھ کے چلے اکسیڈنٹ ہو گیا، ڈرائیور بھی گیا موٹر والا بھی گیا، ٹوٹ گئی گاڑی تباہی آ گئی، یہی کامیابی کی چیز ہے کیا؟ ہرگز کامیابی کی چیز نہیں۔

اصل کامیابی

کامیابی وہ ہے جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ کامیاب ہے، اللہ پاک نے انسان کو پیدا کیا، اور تمام کائنات کو انسان کیلئے پیدا فرمایا، تو حق تعالیٰ جس چیز کو کامیاب فرمائیں وہی کامیابی ہے، چنانچہ اس آیت میں جو میں نے پڑھی کامیابی بتائی ہے:

"قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى" (سورۂ اعلیٰ: ۱۴)

....

کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاک وصاف کر دیا، جو نفس انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے، اس میں جانوروں کی صفات بھی موجود ہیں، جنات کی صفات بھی موجود ہیں، شیطانوں کی صفات بھی موجود ہیں، ان سب برائیوں اور خرابیوں سے جس شخص نے اپنے آپ کو پاک وصاف کر دیا وہ کامیاب ہے۔

انسان کی پیدائش کا مقصد

انسان اشرف المخلوقات ہے، جتنی چیزیں پیدا کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ نے سب کو انسان کی خاطر پیدا فرمایا ہے، انسان کو بھی تو کسی کام کیلئے پیدا فرمایا ہوگا، جو شخص یوں سمجھتا ہے، کہ میں گائے پالوں گا گائے کا دودھ نکالوں اُسے بیچا کروں پیسے حاصل کیا کروں، رات دن گائے کی خدمت میں لگا رہتا ہے، انسان اشرف المخلوقات ہے، یہ تو بتائے کہ گوبر گوہ کے واسطے پیدا کیا گیا، رات دن اس کی خدمت میں لگا رہے، ضرورت کے واسطے اسکے پالنے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن یہ نہیں کہ اپنی زندگی کو وقف کر دے، اور یوں سمجھے کہ ہم تو گائے ہی پالنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے، ہرگز نہیں گائے پالنے کی نفع اٹھانے کے لئے اُسے اجازت ہے لیکن اپنی زندگی کو یوں سمجھنا کہ ہم تو گائے پالنے کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہیں، غلط ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو انسان کیلئے پیدا کیا اور انسان کو اپنی ذات عالی کے لئے، پیدا کیا کہ تم ہمارے حکموں پر چلو سب چیزیں تمہارے ماتحت اور تابع ہیں۔

اعلیٰ درجہ کا نمونہ

اللہ تبارک وتعالیٰ جیسے زندگی چاہتے ہیں، انسانوں سے اس واسطے اعلیٰ درجہ کا نمونہ حضرت نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو بنا کر بھیجا، تیئس (۲۳) سال نبوت کی زندگی ہے تیئس سال کی مبارک زندگی کا ہر ہر لمحہ ہر ہر منٹ لکھا ہوا ہے، فلاں وقت کیا کیا کس طرح کیا

ہے، حضور اقدس ﷺ نے تجارت بھی کی ہے، حضور اقدس ﷺ نے سفر بھی کیا، شادی بھی کی، حضور اقدس ﷺ کے گھر میں انتقال بھی ہوا، بیوی کا بھی انتقال ہوا، اولاد کا بھی انتقال ہوا، حضور اقدس ﷺ نے دشمنوں کے ساتھ بھی معاملات کئے جنگ کی بھی نوبت آئی، صلح تک بھی نوبت آئی، حضور اقدس ﷺ کو لباس پہننے کی بھی نوبت آئی، مکانات میں رہنے کی بھی نوبت آئی، غرض یہ کہ ساری زندگی کا نمونہ حضور اقدس ﷺ کو بنا کر بھیجا کہ اس طریقہ پر زندگی گزارو، ہم تمہارے ساتھ ہیں، تمہاری زندگی کامیاب ہے، کسی نے کہا ہے، کسی نے کیا آپ کے یہاں کے شاعر ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کہا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ رہے ہیں۔ ؎

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیــــرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیــــرے ہیں

مسلمانوں سے تو اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے طریقہ پر چلیں جب حضرت نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر چلے گا تو کل کائنات اس کے ماتحت ہو جائے گی، اور اس کے نمونے حضــرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں موجود ہیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا حال تھا۔

افریقہ کے جنگلات میں اسلامی چھاؤنی کا قیام

ملکوں کو فتح کرتے ہوئے افریقہ پہنچے۔ وہاں پر چھاؤنی ڈالنے کا ارادہ کیا، فوجی چھاؤنی ڈالنے کا، مگر وہ جنگل پُرخطر، بھیڑیے، شیر، ہاتھی، پُرانے پرانے سانپ، اژدہا، وغیرہ موجود، تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر اعلان کرتے ہیں، اے جنگل کے رہنے والو ہم اصحاب رسول ﷺ ہیں، غلامانِ محمد ہیں، یہاں چھاؤنی ڈالیں گے، تم اس کو خالی کر دو، اگر خالی نہ کیا تو ہم جس کو دیکھیں گے، اس کو مار ڈالیں گے، ان کا اعلان کرنا تھا جتنے خطرناک جانور تھے اپنے اپنے

بچوں کو لے کر نکل گئے، تخلیۂ آبادی کا حکم دیا، چل دیئے تھوڑی دیر میں جنگل خالی ہوگیا، ان حضرات نے اطمینان سے وہاں پر اپنی چھاؤنی ڈالی، خیمے گاڑ دیئے، یہ کیا چیز تھی، کیا طاقت تھی انکے پاس یہ حضور اقدس ﷺ کی اتباع کی طاقت تھی، حضور اقدس ﷺ کے طریقہ کی پیروی کی طاقت تھی، اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے اطمینان کی طاقت تھی ان کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اطمینان تھا، اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلے ہیں، تو اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک نہیں فرمائیں گے، ہماری اعانت اور مدد فرمائیں گے، ایک نہیں بہت سے واقعات ہیں۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ایک صحابی حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ ایک جہاد میں مشرکین کے ہاتھ لگ گئے، پکڑ لیا، انہوں نے، لا کر اپنے یہاں باندھ دیا، موقع پا کر یہ نکل کر چلدیئے وہاں سے شام کا وقت ہے چلتے ہیں سامنے ایک پہاڑی جس میں ایک شیر رہتا تھا، شیر ان کو دیکھ کر غراتا ہوا انکی طرف لپکا، ان کو پھاڑنے کے واسطے، لیکن یہ بھاگے نہیں، انہوں نے اس کا مقابلہ نہیں کیا، ڈنڈے سے لاٹھی سے، تلوار سے، کھڑے ہوگئے، اور کہا دیکھ میں حضور اقدس ﷺ کا خادم اور غلام ہوں، میں راستہ بھول گیا ہوں، مجھے مسلمانوں کے لشکر میں جانا ہے، انہوں نے فرمایا، شیر نے یہ سنکر اس طرح دم ہلا دی، جیسے پلا ہوا کتا اپنے مالک کیسامنے دم ہلاتا ہے، اور ان کے قدموں پر ان کے پیر پر سر رکھدیا، اسکے بعد ایک طرف چلدیا، یہ بھی پیچھے پیچھے چلدیئے، تھوڑا سا دور چلے تو سامنے کو دیکھا کہ مسلمانوں کا لشکر نظر آرہا ہے، شیر واپس چلا اپنے راستے کی طرف اور صحابی رضی اللہ عنہ لشکر کی طرف گئے۔

ذلت و رسوائی کی وجہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتباع کی حیثیت ہی کچھ دوسری ہے، صاف صاف لفظوں

میں کہہ دیتا ہوں، کہ آج ہمارے اوپر ذلت ورسوائی مسلط ہے، ہر جگہ ہم ذلیل وخوار ہیں، کس وجہ سے؟ اسلئے کہ ہم نے آقائے نامدار سرورکائنات ﷺ کے اتباع کو ترک کردیا، ہماری زندگی میں کامیابی کا راستہ وہ ہے جو حضور اقدس ﷺ نے اختیار فرمایا، آج مسلمان حضور اقدس ﷺ کے راستہ کو نہیں دیکھتا، دیکھتا ہے کہ امریکہ نے کس طرح ترقی کی، کیا کیا کام کئے ہمیں بھی وہی کرنے چاہئیں، دیکھتا ہے کہ روس نے کس طرح ترقی کی، کیا کیا کام کئے ہمیں تو وہی کرنا چاہئے، دیکھتا ہے کہ چین نے کس طرح ترقی کی، کیا کیا کام کئے ہمیں بھی وہی کام کرنے چاہیں، یہ ہے، اللہ کے حبیب ﷺ کے راستے کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور حضور اقدس ﷺ کے دشمنوں کا راستہ اختیار کیا، اس میں عزت کہاں ہے، اسمیں ذلت ہی ذلت ہے، ہرگز عزت نہیں۔

عزت کا راستہ

عزت تو وہاں ہے۔

"وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ" (سورۂ منافقون:۸)

عزت تو اللہ کے لئے ہے، اللہ کے رسول ﷺ کے لئے اور مومنین کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى" (سورۂ اعلیٰ:۱۴)

کامیاب ہوا وہ شخص جس نے تزکیہ کیا، اپنے باطن کو پاک وصاف کرلیا، برے اخلاق سے، اعلیٰ اخلاق حاصل کرلئے، وہ کامیاب ہوا، برے اخلاق کیا ہیں؟

تکبر کی مذمت

مثلاً طبیعت کے اندر تکبر ہے، تکبر کیا چیز ہے؟ تکبر کہتے ہیں کہ آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھے، دوسرے کو چھوٹا اور حقیر سمجھے، یہ تکبر ہے تکبر کرنا حرام ہے تکبر کے ذریعہ سے آدمی

دوزخ میں جاتا ہے، حدیث شریف میں آتا ہے، حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"الکبریاءُ ردائی" (مشکوۃ شریف: ۲/۴۳۳)

بڑائی میری چادر ہے، جو شخص بڑائی اختیار کرتا ہے، وہ میری چادر چھیننا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی چادر کو جو شخص چھیننا چاہئے گا، اس کا ٹھکانا کہاں ہے، جہنم میں جائے گا، آگ میں جلے گا، ذلیل وخوار ہوگا، حدیث شریف میں آتا ہے، جس شخص کے اندر تکبر ہوگا، اسکو دوزخ میں جلا جلا کر جب تک اس کو تکبر سے پاک وصاف نہیں کردیا جائے گا، تب تک وہ جنت میں جانے کے قابل نہیں ہوگا، آج تکبر عام ہو رہا ہے، چھوٹے سے چھوٹا بچہ بھی اپنے آپ کو عقل ودانش کے اعتبار سے اور اپنے مرتبے کے اعتبار سے بڑا سمجھتا ہے، اپنے آپ کو اونچا سمجھتا ہے، باعزت سمجھتا ہے، دوسرے کو ذلیل وحقیر سمجھتا ہے، نہایت خطرناک چیز ہے، حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

تکبر عزازیل را خوار کرد

بزندان لعنت گرفتار کرد

تکبر نے شیطان کو ذلیل، لعنت کے قید خانہ میں گرفتار کیا، تکبر کو اپنے جی سے نکالے آدمی چھوٹا بن کر رہے، حضور اقدس ﷺ نے بادشاہت کو پسند نہیں فرمایا، عبدیت کو پسند فرمایا ہے، آدمی چھوٹا بن کر رہے۔

حقوق کی ادائیگی

بیٹا باپ کے حقوق کو پہچانے، ماں کے حقوق کو پہچانے، بھائیوں کے حقوق کے پہچانے، چچا، خالو اور ماموں کے حقوق کو پہچانے، پھوپھی کے حقوق کو پہچانے، پڑوسیوں کے حقوق کو پہچانے مسافروں کے حقوق کو پہچانے اللہ نے سب کے حقوق کو مقرر فرمایا ہے، اور ان حقوق کو پہچان پہچان کر ادا کرے، ساری دنیا کے حقوق کو اپنے ذمہ نہ لے لیں،

دوسروں کے حقوق ادا کرنے کو تیار نہیں، اور مطالبہ یہ کرتا ہے، کہ لوگ ہمارے حقوق ادا نہیں کرتے، کہاں سے ادا کریں گے حقوق۔

مخلوق پر مہربانی

حدیث شریف میں آتا ہے:

"اِرْحَمُوْا مَنْ فِيْ الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ" (مشکوۃ شریف: ۲/۴۲۳)

تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ ؎

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

پڑوسی کا حق

جو شخص اپنے پڑوس کا خیال نہیں رکھتا، حدیث شریف میں آتا ہے جو شخص رات کو پیٹ بھر کر کھانا کھا کر سوئے، اور اس کے پڑوس میں کوئی بھوکا ہو وہ شخص مومن کہلانے کا مستحق نہیں مومن کی یہ شان نہیں کہ اپنا پیٹ بھرلے اور پڑوسی بھوکا رہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ وہ شخص مومن نہیں جس کیوجہ سے پڑوسی ڈر میں مبتلا رہے کہ خدا جانے کس وقت کیا مصیبت ڈالے گا، ہمارے اوپر ذرا ذرا سی بات پر رنجش رکھتا ہے، سلام وکلام بند کرتا ہے۔

ذاتی رنجش کی نحوست

حدیث شریف میں آتا ہے، اگر ذاتی رنجش کی وجہ سے دو مسلمانوں نے آپس میں سلام وکلام بند کردیا، روٹھ رہے ہیں، ایک دوسرے سے دونوں کی دعا مردود، نہ اس کی

دعا قبول نہ اس کی دعا قبول اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ اس کی دعا چڑھتی ہے، نہ اس کی دعا چڑھتی ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہفتہ میں دو مرتبہ جمعرات کو اور پیر کو اللہ کی بارگاہ میں اعمال پیش کئے جاتے ہیں، گنہگاروں کی مغفرت ہوتی ہے، لیکن جن دو مسلمانوں کے درمیان آپس میں نا اتفاقی ہے، سلام وکلام بند ہے، ان کے اعمال پیش ہی نہیں ہوتے، کہدیا جاتا ہے کہ جب تک یہ آپس میں صلح نہیں کریں گے، اس وقت تک ان کی مغفرت نہیں ہوگی، غیرت کا مقام ہے، کہ ذرا ذرا سی بات کی وجہ سے ہم لوگ آپس کی رنجش میں سلام وکلام بند کر لیتے ہیں، حقوق کو ضائع کر دیتے ہیں، یہ وبال اپنے سروں پر ہے۔

معافی تلافی کی فضیلت

اگر ذرا سی اونچ نیچ کر کے، اپنے بھائی کے ساتھ باپ کے ساتھ معاملہ صاف کرلیں، تو بہتر ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ اچھا ہے وہ جو سلام کی ابتدا کرے، دوسرے کو سلام کرے، اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمائیں، اسکو چاہئے، کہ وہ بندوں کی خطاؤں کو معاف کرے، گناہوں کو معاف فرمائیں، اس کو چاہئے کہ وہ بندوں کی خطاؤں کو معاف کرے، دوسروں کی خطاؤں کو معاف کرو تو...... اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو معاف کریگا۔

"من لا یرحم لا یرحم" (کنز العمال: ۱۶/۱۵۲)

جو شخص رحم نہیں کرتا، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحم نہیں ہوتا۔

آج ہم مصیبتوں میں مبتلا ہیں، لیکن غور کرنے کی بات ہے، کہ وہ چیز آئی کہاں سے اپنے ہی تو اعمال سے نکل رہی ہے، کسی اور کی بھیجی ہوئی ڈالی ہوئی نہیں ہے، جو اعمال ہم کر رہے ہیں، مصیبت کے اعمال کر رہے ہیں، لعنت کے اعمال کر رہے ہیں، اسی وجہ سے یہ ساری مصیبتیں آ رہی ہیں، اگر تکبر کو دور کر کے، تواضع اور خاکساری اختیار کرلیں ہر شخص

دوسرے کو اپنے سے اعلیٰ اچھا اور بڑا سمجھے، جہاں سامنے نظر پڑے فوراً سلام کرے، ہر کسی کے سامنے چھوٹا بن کر رہے، دل سے اس کی عزت کرے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی عزت دوسروں کے دلوں میں پیدا فرمائیں گے، جب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی عزت کرنے کیلئے تیار نہیں تو غیر لوگ ان کی عزت کیوں کریں گے، اپنے اوپر گھمنڈ نہ ہو، اپنے روپیہ پر گھمنڈ نہیں، اپنی اولاد پر گھمنڈ نہیں، اپنی طاقت پر گھمنڈ نہیں، اپنی پارٹی پر گھمنڈ نہیں، اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر ہو، ان سب چیزوں کو آزمائش اور امتحان کا ذریعہ بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے امتحان کے واسطے یہ چیزیں دے رکھی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى" (سورۂ اعلیٰ: ۱۴)

بامراد ہوا جو شخص پاک ہو گیا۔ (بیان القرآن)

کامیاب ہوا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاک وصاف کرلیا، برائی اور برے اخلاق نکال دیئے، برے اخلاق کیا ہیں، تکبر برا ہے اس کو اپنے اندر سے نکال دیا۔

حسد کی مذمت

حسد برا ہے اسکو اپنے اندر سے نکال دیا، حسد کس کو کہتے ہیں، کسی شخص کو حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کا دیکھ کر جلنا اور یہ تمنا کرنا کہ یہ نعمت اس سے چھن جائے، تو اچھا کسی طرح سے یہ نعمت اس سے زائل ہو جائے، اللہ نے کسی کو بیٹا دیا ہے، اور اس شخص کے یہاں بیٹا نہیں، وہ اس کو دیکھ کر جل جاوے کہ اگر اس کا بیٹا مر جائے تو اچھا، اس کا بیٹا مر جائے تو کیا تمہارے یہاں بیٹا پیدا ہو جائے گا، اس کے مرنے سے یہ کیا ہے، یہ حسد ہے، نہایت خطرناک چیز ہے کسی نے مکان بنایا تو اس سے حسد کسی کو اچھی ملازمت ملی تو اس سے حسد کسی نے اچھے کپڑے پہنے تو اس سے حسد، کسی کے پاس کچھ روپئے جمع ہو گئے تو اس سے حسد کسی کو اخلاق اچھے مل گئے تو اس سے حسد، کسی کے پاس علم آ گیا تو اس سے حسد "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ"

قرآن پاک میں مستقل سورت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا:

"وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ" (سورہ فلق:۵)

حاسد کے حسد سے پناہ مانگی گئی، اس لئے اپنی طرف سے حسد کو دور کیا جائے، ایک محلے کا کتا دوسرے محلے میں پہنچ جائے تو اس محلے کے کتے ایک دم اس پر بھونک کر پیچھے لگ جاتے ہیں، کہ ہمارے علاقہ میں آیا کیوں، حالانکہ وہ ان کی روٹی کو تو چھیننے کیلئے نہیں آیا، جو بوٹی ان کو ملے اس کو چھیننے کیلئے نہیں آیا، گزر رہا ہے، گزرتا ادھر کو گزر گیا مگر دوسرے کتے نے کہا ہمارے محلے میں کیوں آیا یہ حسد کتوں کی علامت ہے، انسان تو اشرف المخلوقات ہے، اسکو چاہئے کہ اعلیٰ اخلاق اختیار کرے، کتوں کے اخلاق اختیار نہ کرے۔

بخل کی ذمت

انسان کے اندر بخل ہے، جس کی وجہ سے کسی کو کچھ دینا گوارا نہیں کرتا، حالانکہ مال و دولت حق تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے کہ اس سے اپنی ضروریات پوری کرے، اور جو چیز اپنی ضروریات سے زائد ہو، اس کے ذریعے دوسروں کی ضرورت کو پورا کرے، مگر بخل ہے اس وجہ سے دوسرے کی ضرورت کو پورا کرنے کو تیار نہیں کسی کو پیسہ دینے کو تیار نہیں، کو کھانا کھلانے کو تیار نہیں، کو کپڑا دینے کو تیار نہیں، اللہ نے آخر جو روپیہ زیادہ دیا ہے، تو کس واسطے دیا ہے، جو خزانہ زمین میں دفن کیا جاتا ہے، مشہور ہے کہ اس کے اوپر سانپ بیٹھ جاتا ہے، جو نہ خود اس خزانہ کو استعمال کرتا ہے نہ کسی کو استعمال کرنے دیتا ہے۔ تو سانپ بنا کر رکھنے کے لئے نہیں دیا، کہ اپنے پاس جمع رہے، نہ خود استعمال کرے نہ کسی کو استعمال کرنے دے۔ روپیہ تو زیادہ اس واسطے دیا گیا، کہ جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو، اس کے ذریعہ سے دوسروں کی ضرورتیں پوری کرو، اعلیٰ بات تو یہ ہے: کہ

"وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" (سورۃ حشر:۹)

....

ترجمہ: اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں، اگر چہ ان پر فاقہ ہی ہو۔ (بیان القرآن)

مسلمان پیدا ہوا کس لئے؟ خود مشقت اٹھا کر دوسروں کو راحت پہونچانے کیلئے خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھانا کھلائے، مسلمان اس لئے پیدا ہوا ہے، خود تکلیف میں مبتلا رہے مگر دوسروں کو آرام پہونچائے، اسلئے پیدا ہوا ہے مسلمان نہ یہ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کو اکٹھا کر کے رکھتا رہے، اور مخلوق خدا کو فیض نہ پہنچائے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چوں حق برتو پاشد تو برخلق پاش

جب حق تعالیٰ بارش برسا رہے ہیں، تمہارے اوپر نعمتوں کی اچھے سے اچھا کھانے کو دے رکھا ہے، اچھے سے اچھا پہننے کو دے رکھا ہے، اچھے سے اچھا مکان دے رکھا ہے، تمام ضروریات بے تکلف پوری ہو جاتی ہیں، تو جو چیزیں تمہاری ضروریات سے زائد ہیں اس کے ذریعہ سے دوسرے عاجزوں کی ضروریات پوری ہوں۔

اہل بیت رضی اللہ عنہم کا فقر و فاقہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تین تین چاند ہم دیکھ لیتے تھے مہینوں کے اور ہمارے گھروں میں آگ نہیں سلگتی تھی، کیا تھا کسی نے پوچھا حضرت کھاتے کیا تھے، فرمایا: کھجور کھالی، پانی پی لیا، ایک کھجور کھالی دو کھجور کھالی صبح کو شام کو اور جس وقت تک خیبر فتح نہیں ہوا اس وقت کھجوریں بھی پیٹ بھر کر نہیں ملیں ایسی زندگی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اور یہ مت سمجھنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عاجز اور مجبور تھے، ایسی زندگی پر۔

حدیث میں آتا ہے: کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ تم چاہو تو ان پہاڑوں کو تمہارے لئے سونا بنادوں میں نے عرض کیا، میں نہیں چاہتا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہیں جاتے تو پہاڑ سونے کے بن کر ساتھ ساتھ چلے جاتے خدمت کیلئے،

مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں چاہا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز مجھے کھانا ملے تا کہ کھا کے عبادت کروں حق تعالیٰ کا شکر ادا کروں، اور ایک روز بھوکا رہوں، تا کہ صبر کروں، یہ طریقہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کا بتایا فرماتے ہیں:

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى"

جو لوگ عربی جانتے ہیں، طالبعلم خوب جانتے ہیں، کہ "اَفْلَحَ" ماضی ہے، جو گذشتہ زمانہ پر دلالت کرتا ہے، کہ کامیاب ہوگیا، وہ شخص اور اس کے بعد 'قد' داخل کیا تحقیق کے لئے، کہ تحقیق کامیاب ہوگیا، وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا، پاکیزہ بنایا آگے فرماتے ہیں:

ذکر اللہ کی فضیلت

"وذكر اسم ربه" اور اپنے رب کا نام لیتا ہے۔ "فَصَلّٰی" اور نماز پڑھتا رہا، پس نماز پڑھی، اپنے رب کا نام لیا کیا مطلب رب کا نام لینا کھانا کھانے کیلئے بیٹھتا ہے تو رب کا نام لیتا ہے، پانی پیتا ہے تو رب کا نام لیتا ہے، بسم اللہ پڑھتا ہے، مسجد کے فرش پر داخل ہوتا ہے۔

"بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ"

[اللہ کے نام کے ساتھ اے اللہ ہمارے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھولدے۔]

مسجد سے باہر نکلتا ہے، تو کہتا ہے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهٖ" (کنز العمال: ۶۶۰/۷)

[اے اللہ! میں ابلیس اور اس کے لشکر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔]

غرض یہ کہ ہر ہر کام میں اللہ کا نام لیتا ہے، حتی کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں چراغ جل رہا تھا، چراغ گل ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"

اس پر بھی اللہ کا نام لیا، جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا، حضور ﷺ نے اللہ سے تسمہ مانگا، آنحضرت ﷺ کی بی بی نے عرض کیا، حضرت ذرا سا تسمہ یہ بھی اللہ سے مانگتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: تسمہ کوئی اور دیتا ہے کیا؟ تسمہ بھی وہی دیتا ہے، یہ سب چیز اسی کے قبضہ وقدرت میں ہے، جو چیز جس راستے سے مانگی جائے، اللہ سے مانگی جائے، اللہ پاک عطا فرمانے والے ہیں، اللہ کا نام کثرت سے لیا جائے، ایک صحابی نے عرض کیا کہ حضور اقدس ﷺ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا یزال لسانك رطبا من ذکر اللہ" (مشکوۃ شریف:۱۹۸)

تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہنی چاہئے، آدمی اپنی زبان کو معصیت اور لغویات میں صرف نہ کرے، اللہ کے ذکر میں مشغول رکھے، قرآن شریف کی تلاوت کرنا، درود شریف پڑھنا تسبیح پڑھنا وغیرہ:

"سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" (مشکوۃ شریف:۲۰۰)

دعائیں رات دن کی مختلف کاموں کیلئے آئی ہیں، ان کو پڑھتے رہنا خدا نے جو زبان دی ہے، اس زبان کو معصیت میں صرف نہ کرے، خاموش رہے اللہ کا نام لیتا رہے، ذخیرہ اللہ تعالیٰ کے خزانے میں جمع ہوتا رہے گا، آخرت کے لئے ہر چیز کیلئے، مقدار متعین کی ہے، شریعت نے پانچ وقت کی نماز ایک دن رات میں فرض کیں، روزے سال بھر میں ایک مہینے کے فرض کئے، زکوٰۃ چالیسواں حصہ سال بھر گزرنے پر بھی پورا کرو۔

فرماتے ہیں: "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی"
کامیاب وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا۔

اتباع نبوی ﷺ

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں، میں مکارم اخلاق کی تکمیل اور تتمیم کیلئے بھیجا

گیا ہوں، اچھے اخلاق کیلئے اعلیٰ اخلاق کیلئے، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اچھے اخلاق سکھلائے قرآن کریم میں آتا ہے:

"یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ اٰیَاتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ" (سورۂ جمعہ: ۲)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن پاک کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے، اور ان کے نفسوں کو پاک وصاف کرتے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتباع مسلمانوں کی زندگی کیلئے راہِ عمل ہے صحابہ کرام کی اتباع کے متعلق کسی نے کہا۔ ؎

اصحاب رسالت قدرت کے کچھ ایسے سنوارے ہوتے ہیں
جو ان کی روش پر چلتے ہیں، اللہ کے پیارے ہوتے ہیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتباع جو شخص کرے گا، اللہ کا پیارا بنے گا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسی زندگی اختیار فرمائی، ایسی زندگی اختیار کی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس اور خورد ونوش

عام لباس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوتا تھا، احادیث کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ ایک لنگی باندھ لی ایک چادر اوڑھ لی عام لباس یہ تھا، احادیث میں آتا ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو بغل کی سفیدی نظر آنے لگی، بغل کی سفیدی کب نظر آئے گی، جب کرتا پہنے ہوئے نہ ہوں خالی چادر ہو، عام لباس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا، روایات میں آتا ہے، کہ سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوئیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیسے آنا ہوا، عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں نے روٹی پکائی میرے جی نے نہ چاہا کہ میں روٹی کھاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کھائیں، اسلئے روٹی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے لائی ہوں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میں نے تین روز سے کچھ

نہیں کھایا، مدتوں میں کبھی روٹی پکنے کی نوبت آئی تھی۔

ذکر اللہ کی کثرت

حج عمر بھر میں ایک مرتبہ فرض فرمایا، لیکن جو ذکر ہے، اس کیلئے کوئی حد متعین نہیں کی، بلکہ فرمایا:

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا" (سورۃ احزاب:۴۱)

اے ایمان والو تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو۔ (بیان القرآن)

"وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ" (سورۃ اعلیٰ:۱۵)

اور اپنے رب کا نام لیا۔ (بیان القرآن)

"وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا" (سورۃ احزاب:۲۱)

اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو۔ (بیان القرآن)

تو کامیابی کے واسطے ایک چیز یہ بیان کی، اپنے نفس کو پاک وصاف کرنا، جانوروں کے اوصاف سے، شیطانوں کے اوصاف سے، جنات کے اوصاف سے پاک وصاف رہو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اختیار کرنا، دوسری چیز بیان کی، اللہ کا ذکر کثرت سے بیان کرنا۔

نماز کی فضیلت واہتمام

تیسری چیز بیان کی "فَصَلّٰی" نماز پڑھنا، پانچ وقت کی نماز تو ہے ہی، اس پانچ وقت کی نماز کے علاوہ کچھ سنت مؤکدہ بھی ہیں، فجر سے پہلے دو سنت مؤکدہ، ظہر کے بعد دو سنت موکدہ، مغرب کے بعد دو سنت مؤکدہ عشاء کے بعد دو سنت مؤکدہ، اس کے بعد کچھ نوافل بھی ہیں، نوافل کیا ہیں، اشراق کی نماز، حدیث شریف میں آتا ہے، جو شخص فجر کی

نماز جماعت سے پڑھے اور پھر اسی جگہ پر بیٹھے اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہے، یہاں تک کہ جب سورج ذرا بلند ہو جائے، تو اس وقت اشراق کی نماز پڑھے تو حدیث شریف میں آتا ہے، کہ اس کو ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے، ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، او آدم کے بیٹے سویرے سویرے میرے دروازے پر آجا چار رکعت نماز پڑھ لے تیری ساری ضرورتوں کا ذمہ دار میں ہوں، حاجتیں تیری سب پوری کروں گا تیرا فقر ختم کر دوں گا، اگر تو میرے دروازے پر نہ آیا کمانے کے لئے چل دیا اپنی قوت پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے مشغلے میں لگ گیا، اپنے دھندے میں مشغول ہو گیا، تو یاد رکھ تیری کوئی ضرورت پوری نہیں ہونے دوں گا، اور فقر کا دروازہ تیرے اوپر کھول دوں گا، اسلئے اشراق کی نماز، تہجد کی نماز، اوابین کی نماز، تحیۃ المسجد، غرض یہ کہ حضور اقدس ﷺ کو نماز سے اتنا گہرا تعلق تھا، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، سفر میں جائے آدمی تو جانے سے پہلے دو رکعت گھر میں پڑھ لے، اس سے گھر بار کی حفاظت اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، دوکان کی مکان کی سب کی حفاظت رہے گی، جہاں پہونچا منزل پر وہاں دو رکعت نماز پڑھ لی، وہاں کے جو فتنے ہیں اور شرارتیں ہیں اللہ تعالیٰ ان سے حفاظت فرمائیں گے، نماز ہے اعلیٰ درجہ کی چیز حضور اقدس ﷺ کا حال یہ تھا کہ جب آنحضرت ﷺ کو کوئی اہم بات پیش آتی تو نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے زور سے ہوا چلنے لگی اٹھ کر نماز کی نیت باندھ لی، آندھی اگر آئے زور سے درخت گریں، مکان گریں، آدمی اڑ جائیں، آپس میں ٹکرا جائیں، تباہ و برباد ہو جائیں، زور کی بارش ہونے لگی، تو نماز کی نیت باندھ لی چاند گرہن ہوا تو نماز کی نیت باندھ لی، بارش ہوئی تو استسقاء کی نماز پڑھی، غرض یہ کہ نماز اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کا بہترین ذریعہ ہے، اس لئے فرمایا "فَصَلّٰى" کامیابی کیساتھ نماز، اس کے بعد فرماتے ہیں:

"بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا" (سورۂ اعلیٰ: ۱۶)

اے لوگو! تمہارا حال تو یہ ہے کہ تم دنیا کی زندگی کو ہی اختیار کرتے ہو، دنیا کی زندگی میں جو نفع تم کو نظر آتا ہے، محسوس ہوتا ہے، اس کو لیتے ہو، ملازمت کرتے ہو، تنخواہ لیتے ہو، اس کا نفع معلوم ہوتا ہے، لیکن چار رکعت نماز پڑھی، اس کا اجر تمہاری نظروں کے سامنے نہیں اس لئے طبیعت آمادہ نہیں ہوتی، اُدھار کیلئے تیار نہیں، کہ حق تعالیٰ وہاں عطا فرمائیں گے، وہ تو دنیا میں بھی کامیابی دیتے ہیں، وہاں تو دیوے گا ہی، دنیا میں بھی کامیابی اسکو دیتے ہیں، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو اختیار کرتا ہے، اسکا قلب مطمئن رہتا ہے کہ اس کی مثال نہیں بیان کی جاسکتی۔

رشوت کی مذمت

اس کے برخلاف کچہری میں کسی نے رشوت دیدی وہ لیکر وہاں سے چلا کسی نے آکر کان میں کہا کہ جاسوس آپ کے پیچھے لگ گیا بس اس کا اطمینان جاتا رہا، سائیکل پر بیٹھ کر وہاں سے چل رہا ہے، پریشان ہے جو شخص اِدھر سے اُدھر سے سامنے سے نظر آتا ہے، نظر آتے ہی گھبراتا ہے کہ جاسوس ہے پتہ چلے گا تو ابھی گرفتار کریں گے، راستہ طے کرنا دشوار ہوگیا، آخر ایک نالہ آگیا، اس نے موقع پاکر وہ نوٹوں کی گڈی نالے میں ڈالدی، پھینکدی تو اب اطمینان ہوگیا کہ میرا کوئی کچھ نہیں کرسکتا، وہ روپیہ جس کو اطمینان کا ذریعہ سمجھا تھا، وہ اطمینان کا نہیں انتشار کا ذریعہ ہے، وہ تو وبال ہے وہ تو مصیبت ہے، دیکھئے جس چیز کا نفع اس دنیا میں نظر آتا ہے، لوگ اس کو اختیار کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا" (سورۃ اعلیٰ:۱۶)

تم لوگ تو دنیا کی زندگی اختیار کرتے ہو، جو چیزیں یہاں تمہیں نافع نظر آتی ہیں، محسوس ہوتی ہیں، اسی کو تم اختیار کرتے ہو، آخرت کی طرف توجہ نہیں کرتے ہو۔

"وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی" (سورۃ اعلیٰ:۱۷)

حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی چیز ہے۔

دنیا وآخرت کا موازنہ

دنیا کی ہر چیز تو فنا ہونے والی ہے، کسی کی عمر ۲۰ رسال کی ہوئی کسی کی عمر ۵۰ رسال ہوئی، ۷۰ رسال ہوئی، ۱۰۰ رسال ہوئی، سوسال تک تو مشکل سے ہی پہنچتے ہیں، اس سے پہلے پہلے نمٹ لیتے ہیں، چلو سوسال ہوئی ڈیڑھ سوسال ہوگی، آخر کب تک آخر فنا ہے، یا نہیں؟ دنیا میں کیا ہے، آخرت میں کیا ہے؟ دونوں کی زندگیوں کا موازنہ کیا جائے، دنیا میں کتنی حاجتیں کتنی مصیبتیں پیچھے لگی ہوئی ہیں، جس کی حد نہیں، سانپ ہے وہ انسان کا دشمن ہے، کاٹ لے آدمی مرجائے، بھیڑیا ہے، وہ انسان کا دشمن ہے، شیر ہے وہ انسان کا دشمن ہے، ہاتھی ہے وہ انسان کا دشمن ہے یہ جانور انسان کے دشمن ہیں، انسان کے اندر امراض لگے ہوئے ہیں بخار ہوگیا وہ اسکا دشمن پلیگ ہوگیا وہ اس کا دشمن، کالرا ہوگیا وہ اس کا دشمن کتنے امراض انسان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، کتنے انسان خود دشمن ہیں انسان کے، یہاں کسی کا بیٹا مرگیا کسی کا بھائی مرگیا کسی کا باپ مرگیا، اس کا رنج وغم مستقل کسی کی شادی ہو مگر اولاد نہیں ہوئی، اس کی فکر، اولاد ہے، مگر ماں باپ کا کہنا نہیں مانتی اسکی پریشانی، ہر جگہ پریشانی ہی پریشانی ہے، اس دنیا کی زندگی میں لیکن آخرت کی زندگی میں کیا حال ہے، جس کو خیر کہا گیا وہاں جوانی ملے گی ایسی کہ اس کے بعد بڑھاپا نہیں، وہاں طاقت ملے گی ایسی اس کے بعد کمزوری نہیں، اور صحت ملے گی ایسی اس کے بعد بیماری نہیں، اور راحت ملے گی ایسی اس کے بعد موت نہیں اس لئے فرماتے ہیں:

"وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی" (سورۃ اعلیٰ: ۱۷)

آخرت بہتر ہے، اور باقی رہنے والی ہے، اور تم یہ نہ سمجھو یہ احکام جو بیان کئے جا رہے ہیں، صرف تمہارے واسطے بیان کئے جا رہے ہیں، تم کو اس کا مکلف کیا جا رہا ہے، یہ پچھلی امتوں

میں یہ بات نہیں تھی، پچھلی امتوں میں بھی یہ بات تھی اس لئے آگے فرماتے ہیں:

پہلی امتوں سے عبرت

"اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی" (سورۂ اعلیٰ:۱۸)

یہ جو احکام اور ہدایات تم کو دی جارہی ہیں یہ پہلی امتوں کی پہلی کتابوں میں بھی تھے:

"صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی" (سورۂ اعلیٰ:۱۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو صحیفے نازل ہوئے تھے، ان میں بھی یہ احکام موجود تھے، لہٰذا ان کے حالات معلوم کرو، جنہوں نے ان احکام پر عمل کیا انکی زندگی کتنی خوشگوار بنی کتنی اعلیٰ درجے کی ہوئی، اللہ تعالیٰ کے کتنے مقرب ہوئے، اور جنہوں نے، ان چیزوں کو اختیار نہیں کیا، وہ کیسے کیسے قہر اور عذاب میں مبتلا ہوئے، موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر کس کس طرح سے عذاب آیا، کہیں مینڈکوں کا عذاب آیا، کبھی خون کا عذاب آیا، کبھی ٹڈیوں کا عذاب آیا، کہیں کسی اور چیز کا عذاب آیا، کتنے دن تک بھوکے پیاسے میدان تیہ میں پھرتے رہے، خدا کی پناہ کیسی کیسی آزمائشوں میں مبتلا کئے گئے عمل نہ کرنے کی وجہ سے، لہٰذا ان احکامات اور ہدایات پر عمل کرنا ثواب اور خیر ہے، دنیا کے اعتبار سے بھی خیر ہے، اور آخرت کے اعتبار سے بھی خیر ہے، اس چند روزہ زندگی پر آدمی مشغول ہو کر یہ نہ سمجھے کہ ان احکام کو چھوڑ کر جو کچھ نفع ہمیں نظر آرہا ہے، اس کو اختیار کرے، یہ طریقہ مومن کا نہیں ہے۔

اتباعِ سنت کی فضیلت

مومن کا طریقہ تو یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلے آج ہمارے یہاں محبت کا دعویٰ کرنے والے تو بہت ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیکن بھائی محبت کے

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

واسطے کچھ طریقے تو ہونے چاہئیں، کچھ گواہ تو ہونے چاہئیں، گواہ کیا ہیں، حضور اقدس ﷺ کے طریقہ کو اختیار کرنا ہے، جو شخص جس قدر حضور اقدس ﷺ کے طریقہ کو اختیار کرتا ہے، اسی قدر محبت کا دعویٰ صحیح ہے، حدیث میں آتا ہے:

"مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ" (مشکوۃ شریف:۳۰)

جو شخص میری سنت سے محبت کرتا ہے، وہ مجھ سے محبت کرتا ہے، حضور اقدس ﷺ کی محبت کی علامت کیا ہے؟ حضور اقدس ﷺ کی سنت کو اختیار کرنا ہے، اپنی زندگیوں میں حضور اقدس ﷺ کے طریقے کو مسلمان اختیار کریں تو حضور اقدس ﷺ کی محبت کی علامت ہے، تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّةِ" (مشکوۃ شریف:۳۰)

جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے میرے ساتھ ہوگا، جنت میں، اس واسطے ہم لوگوں کو چاہئے، کہ اپنی زندگیوں پر نظر ثانی کریں۔

فیصلہ کریں اور طے کریں، کہ حضور اقدس ﷺ کی سنت کو ہر ایک کے طریقے کے مقابلے میں اختیار کرنا ہے، اسی میں کامیابی ہے، وہی نجات کا ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا بھی اور حضور اقدس ﷺ کی خوشنودی کا بھی اور دنیا میں مصیبتیں آتی ہیں، ان مصیبتوں سے نجات کا ذریعہ بھی یہی ہے، اور حضور اقدس ﷺ کے طریقے کو چھوڑ کر حضور اقدس ﷺ کے دشمنوں کا طریقہ اختیار کر کے نجات حاصل نہیں ہوسکتی، نہ دنیا میں ہوسکتی، نہ آخرت میں ہوسکتی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں کہنے والے کو بھی اور سننے والوں کو بھی۔ آمین!

❑❑❑

....

شکرانِ نعمت

اس بیان میں

☆......اللہ پاک کی چار عظیم نعمتوں کو بیان کیا گیا ہے

☆......ان نعمتوں کی شکرگذاری کا طریقہ بتایا گیا ہے

☆......اصل کامیابی کا راز

☆......زبان کے فوائد اور اس کے مہلکات کو بیان فرمایا ہے۔

شکرانِ نعمت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

"لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ" **(سورۂ ابراھیم:۷)**

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، کہ تم اگر نعمتوں کا شکر کرو، تو میں نعمتوں میں زیادتی کرونگا، حق تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں، ان کا دھیان رکھنا قدردانی ہے، ان سے غافل ہوجانا ناقدری ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اَرْبَعٌ مَنْ اُعْطِیَهُنَّ فَقَدْ اُعْطِیَ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ قُلْبٌ شَاکِرٌ وَلِسَانٌ ذَاکِرٌ وَبَدَنٌ عَلَی الْبَلَاءِ صَابِرٌ وَزَوْجَۃٌ لَا تَبْغِیْهِ خَوْنًا فِیْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهٖ" رَوَاہُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔

(مشکوۃ شریف:۲/۲۸۳)

[چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو وہ چار چیزیں دیدی گئیں اس کو دنیا وآخرت کی خیر دیدی گئی۔

(۱)......شکر گذار دل۔

(۲)......ذکر کرنے والی زبان۔

(۳)......بلاؤں پر صبر کرنے والا بدن۔

(۴)......ایسی بیوی جو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں شوہر کی خیانت نہ کرے۔]

یہ چاروں چیزیں اتنی اہم اور اتنی عظیم الشان ہیں کہ جس شخص کو یہ چار چیزیں مل گئیں اس کو گویا دنیا و آخرت کی خیر مل گئی۔اس کی دنیا بھی بن گئی اور آخرت بھی بن گئی۔ دنیا بھی کامیاب اور آخرت بھی کامیاب۔

قلب شاکر: ان چار چیزوں میں پہلی چیز قلب شاکر۔شکرگذار دل ہے۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرکر کے ان کا شکر ادا کرے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں،جسمانی نعمتیں بھی بے شمار اور روحانی نعمتیں بھی بے شمار۔پس قلب ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکرگذاری میں مشغول ہے،یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

لسانِ ذکار: دوسری چیز ہے لسان ذکار۔ذکر کرنے والی زبان۔

یہ زبان خدا کی بڑی نعمت ہے،اس کے ذریعہ سے بے شمار نیکیاں حاصل کی جاسکتی ہیں،اس میں بے شمار فوائد ہیں،چاہے تو اسے غلط استعمال کرکے خسارہ میں پڑے۔ یا بے شمار نیکیاں اور بے شمار فوائد حاصل کرے۔

جنت کی ضمانت

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،کہ جو شخص دو چیزوں کی ذمہ داری لے لے تو میں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں،ایک زبان،ایک شرمگاہ،اگر اس کی ذمہ داری لے لے تو میں اس کے لئے جنت کا ذمہ دار ہوں،روایت میں آتا ہے کہ صبح ہی صبح اعضاء زبان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہتے ہیں،کہ خدا کی بندی سیدھی سیدھی چلنا اگر تو سیدھی چلی تو ہم بھی عافیت میں رہیں گے،ورنہ تیری وجہ سے

ہم بھی ہلاک ہو نگے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت فرمائے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی طرف اشارہ فرمایا: کہ اس کو بند رکھو، زبان خدا نے اسلئے دی ہے کہ اس سے ذکر کیا جائے، درود شریف پڑھا جائے، استغفار کی کثرت کی جائے، تلاوت کی جائے، کسی بھی طریقہ سے ہو، بہر حال اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے، اب اگر آدمی خدا کے تجویز کردہ قانون کے ماتحت زبان کا استعمال کرتا ہے، تو خیر ہی خیر ہے۔

قرآن پاک پڑھنے کا ثواب

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص خدا کا کلام پڑھتا ہے، اس کو ہر ہر حرف پر تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، ایک مرتبہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ الخ" پڑھنے سے ایک تہائی قرآن کا ثواب ملتا ہے۔

تین مرتبہ پڑھنے سے پورے قرآن پاک کا ثواب ملتا ہے۔

دس مرتبہ پڑھنے سے جنت میں ایک محل تیار ہو جاتا ہے۔

چار مرتبہ "قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ الخ" پڑھنے سے ایک قرآن پاک کا ثواب ملتا ہے۔

دو مرتبہ سورۂ زلزال پڑھنے سے ایک قرآن کا ثواب ملتا ہے۔

ایک مرتبہ یٰسین شریف پڑھنے سے دس قرآن پاک کا ثواب ملتا ہے۔

ترا ہر سانس نخل موسوی ہے
یہ جذر و مد جواہر کی لڑی ہے

یہ سانس ہیرے جواہرات کی لڑی ہیں، جن اللہ کے بندوں نے اس کی قدر کی ہے، انہوں نے ہمیشہ اس زبان کو مشغول رکھا ہے۔

....

بعض اکابر کا معمول

بعضے خدا کے بندوں کا معمول رہا ہے کہ روزانہ ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وتر کی ایک رکعت میں پورا ایک کلام مجید ختم کیا ہے، بعض حضرات نے چوبیس گھنٹے میں آٹھ قرآن مجید ختم کئے، اس کو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ زندگی ہزاروں تک ختم کرنیکی نوبت آئی ہے۔

مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ خدا کے بندے ایسے بھی ہیں، کہ عصر کے بعد سے مغرب سے پہلے پہلے تک ختم کر دیتے ہیں، لوگوں نے مطالبہ کیا تو فرمایا: اچھا دہلی میں جمنا پل کے سامنے عصر کے بعد پڑھنا شروع کیا، غروب سے پہلے پہلے ختم کر دیا، ایک صاحب نے سوال کیا، کہ چوبیس گھنٹے میں آٹھ قرآن شریف کا ختم کرنا کیسے ممکن ہوسکتا ہے جبکہ اسی چوبیس گھنٹے میں سونا کھانا پینا نماز وغیرہ بھی ہوتے ہیں، اس لئے کیسے ممکن ہے، تو میں نے کہا کہ آپ علم ریاضی سے دیکھتے ہیں، اور اس کے ذریعہ سے حساب لگاتے ہیں، ایک اور حساب ہے اور وہ ہے کرامت، کرامت کے تابع ریاضی کو کرنا پڑے گا۔ تب سمجھ میں آئے گا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ روزانہ کا کیا معمول ہے؟ تو فرمایا کہ کیا پوچھتے ہو، اب تو بڑھاپا آ گیا ہے اب زیادہ نہیں پڑھا جاتا صرف روزانہ سوا لاکھ مرتبہ پڑھتا ہوں۔

....

رمضان المبارک

رمضان کا مہینہ ایسا ہے، کہ بیشمار برکتیں اس میں نازل ہوتی ہیں، ایک رات آنے والی ہے:

"لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ" (سورۃ قدر: ۳)

شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

مجمع اکٹھا ہو رہا ہے، بعض احباب ممکن ہے کہ اپنے گھروں پر خوب مشغول رہتے ہوں، مگر یہاں خدا نے بہت اطمینان سے ٹھہرایا ہے، بیوی بچوں کی پریشانی نہیں، کھیتی کرنے والے کو کھیتی کی فکر نہیں، کوئی پریشانی نہیں ہے، جن کو خدا نے یہاں آنے کیلئے منتخب کرلیا ہے، وہ بڑے خوش قسمت ہیں، اب ہماری ذمہ داری ہے کہ خدا تعالیٰ کی نعمت کی قدر کریں، اسی وجہ سے فرمایا: لسان ذاکر۔ ذکر کرنے والی زبان۔

اصل کامیابی

کامیابی درحقیقت وہ ہے، جس کو خدا نے فرمایا ہے، کہ یہ کامیابی ہے:

"قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلٰوتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ"

(سورۃ مؤمنون: ۱،۲)

[ان ایمان والوں نے یقیناً فلاح پالی ہے۔ جو اپنی نماز میں دل سے جھکنے والے ہیں۔]

"قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى" (سورۃ اعلیٰ: ۱۴)

[فلاح اس نے پائی جس نے پاکیزگی اختیار کی۔]

"قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰهَا" (سورۃ شمس: ۹)

[فلاح اسے ملے گی جو اس نفس کو پاکیزہ بنائے۔]

یہ ہے کامیابی۔

فضیلت نماز

نماز بہت اہم ہے، جس کو کامیاب نکال لے گئے، ایمان والے جو اپنی نماز میں جھکنے والے ہیں۔

"الصلوۃ معراج المؤمنین" فرمایا گیا ہے کہ نماز مومنین کی معراج ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ" کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، نماز جو فرض ہے، وہ پانچ وقت میں ہے، روزہ بھی عبادت ہے، روزہ ڈھال ہے، نفس و شیطان کیلئے یہ ڈھال ہے، حج ہے اس کے ذریعہ سے سارے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے، مگر یہ سب مقید ہیں، ذکر کے لئے کوئی قید نہیں، فرمایا گیا:

"اذکروا اللہ ذِکراً کَثِیْرًا" (سورۂ احزاب: ۴۱)

[اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو۔]

ذکر کیلئے حکم فرمایا کہ کثرت سے کیا کرو۔ اس کیلئے کوئی وقت معین نہیں۔

زبان کے مہلکات

اگر زبان کی مہلکات کو دیکھے تو یہی زبان زیادہ تر لوگوں کو جہنم میں لے جانے والی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ جو کبھی کبھی زبان سے ایسی ویسی باتیں کرلیا کرتے ہیں کیا انکے متعلق بھی سوال ہوگا، تو فرمایا کہ تیری ماں تجھ پر روئے اکثر اسی وجہ سے آدمی جہنم میں جاتا ہے، مثلاً کسی کا تذکرہ ہو، خواہ تعریف ہی ہو رہی ہو مگر جب تک

اس کی برائی نہ کی جائے بات پوری نہیں ہوتی۔

اقسام غیبت

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے غیبت کی اقسام لکھی ہیں، اس میں ہے کہ کسی نے کہا کہ فلاں صاحب بہت اچھے ہیں، سننے والے نے کہا کہ جی ہاں، جی ہاں یہ بھی ایک قسم کی غیبت ہے، قلم سے کسی کی برائی لکھنا، ہاتھ سے اشارہ کرنا یہ بھی غیبت ہے، ایک غیبت اتنی خطرناک لکھی ہے، کہ ایک مجلس میں کسی کی برائی شروع کی، کسی نے اس پر ٹوکا تو کہتا ہے، کہ اس میں غیبت کی کیا بات ہے، میں تو سچ سچ کہہ رہا ہوں، حالانکہ اسی کا نام غیبت ہے، گویا نص قطعی کو ماننے سے انکار کر رہا ہے، اس سے ایمان متزلزل ہو جاتا ہے۔

روایات میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ خلال کرو، تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے گوشت نہیں کھایا ہے، تو فرمایا کہ خلال کرو، جب انہوں نے خلال کیا تو گوشت کے ٹکڑے نکلے، قرآن پاک میں غیبت کو مردار گوشت کے قائم مقام قرار دیا ہے، یہاں بڑا مجمع ہے، اس مجمع میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ غیبت کسے کہتے ہیں؟ تو فرمایا کہ کوئی بات پیٹھ پیچھے کسی کے متعلق ایسی کہنا کہ وہ اگر سنے تو اس کو برا لگے یہ غیبت ہے، پوچھا کہ اگر یہ حقیقت ہے،؟ فرمایا کہ تب ہی تو غیبت ہے، ورنہ بہتان ہے، بہتان کے متعلق حدیث میں ہے کہ قیامت میں ایسے شخص کو پل صراط پر کھڑا کیا جائیگا، اوپر پلصراط اور نیچے جہنم اور اس سے مطالبہ کیا جائیگا، کہ جو بات تم نے دنیا میں فلاں کے متعلق کہی تھی، اس کے گواہ لاؤ، اس کو ثابت کرو، اور ظاہر ہے کہ ہو نہیں سکتا، کیونکہ زبان سے جھوٹ بولا تھا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جھوٹ آدمی بولتا ہے تو اتنی بدبو آتی ہے، کہ فرشتے

کئی میل دور ہو جاتے ہیں۔

"اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا" (سورۂ دھر: ٣)

[ہم نے اسے راستہ دکھایا کہ وہ یا تو شکر گذار ہو، یا ناشکرا بن جائے۔]

پس آدمی کو چاہئے کہ شکر گذار بنے ناشکرا نہ بنے۔ ذکر و تلاوت میں مشغول رہے، چغلی کھانے، غیبت کرنے سے جھوٹ بولنے سے اپنی زبان کی حفاظت کرے۔ آدمی سوچے کہ جن سے ناراض ہو کر اس کی برائی کر رہا ہے، اپنی ہی عاقبت خراب کر رہا ہے۔

مفلس کون ہے؟

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: کہ جانتے ہو مفلس کون ہے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا مفلس وہ ہے جس کے پاس روپیہ مال دولت نہ ہو، تو فرمایا کہ مفلس وہ ہے، جس نے دنیا میں رہ کر خوب نیکیاں کمائیں، نمازیں پڑھیں، تسبیح پڑھیں مگر کسی کو گالی دی، کسی کو مارا قیامت میں جو بدلہ دیا جائے گا، وہ مال سے نہیں، بلکہ بدلے میں نیکیاں دی جائیں گی، اور لوگ مطالبہ کرنے والے مطالبہ کریں گے۔

ایک شخص آ کر کہے گا کہ میری غیبت کی، دوسرا کہے گا کہ مجھ کو مارا تھا، تیسرا کہے گا کہ مجھے گالی دی تھی، اب ہر شخص کو اس کی نیکیاں دیدی جائیں گی، جوں جوں مطالبات ہونگے اس کی نیکیاں بھی ختم ہو جائیں گی، اور جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی، مزید مطالبات باقی رہیں گے، اور اس کے پاس نیکیاں ہیں نہیں، تو اب دوسروں کے گناہ اس کے سر پر ڈالدیئے جائیں گے، لایا تھا خوب نیکیاں اور انجام کار یہ ہوا کہ دوسروں کے گناہ اس کے سر ڈالدیئے گئے، یہ ہے مفلس۔

....

ماہِ مبارک میں زبان کی حفاظت کی زیادہ ضرورت

رمضان میں نفل کا ثواب فرض کے برابر ہو جاتا ہے، اور ہر فرض کو ستر فرض کے برابر کر دیا جاتا ہے، روزہ کی حالت میں اعتکاف قرآن شریف کی تلاوت صلحاء کا مجمع کتنا بابرکت مقام ہے، غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس مبارک مہینہ میں کسی کی غیبت کی جائے۔ کسی کی برائی کی جائے۔ اب اس میں برائی کرنے سے کیا اس شخص کی برائی ختم ہو جائے گی؟ برائی ختم تو نہیں ہوگی۔ ہاں گناہ میں یہ ضرور شریک ہو جائیگا، جس طرح نیکوں کا ثواب بڑھتا جاتا ہے، اسی طرح غیبت برائی دوسرے گناہوں کا حال ہے کہ ان متبرک جگہوں پر کرنے سے گناہ اور شدید ہو جاتا ہے، اس لئے اپنی زبان کی پوری حفاظت کی جائے، اس کی صورت یہ ہے، کہ زبان کو مشغول رکھا جائے جس کو جس سے مناسبت ہو، وہ پڑھا کرے، جس کو قرآن سے مناسبت ہو وہ تلاوت کرے، کسی کو درود شریف سے کسی کو استغفار سے جو جس سے مناسبت رکھتا ہو، وہ پڑھا کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ایک مجلس میں ستر ستر مرتبہ استغفار پڑھتے ہوئے سنا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خود منقول ہے، کہ میں ہر مجلس میں دوسو مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں۔

مرتے وقت زبان سے وہی نکلتا ہے جس کی عادت ہوتی ہے

زبان کو جس سے مناسبت ہوتی ہے وہی مرتے وقت زبان پر آتا ہے۔
ایک حافظ جی کی عادت تھی، کہ طلبہ سے ہدیہ لیتے تھے، جو بھی طالب علم ملنے کیلئے آتا،

تو اس سے کہتے کہ لا کیا لایا؟ زبان سے بار بار نکلتا تھا، کہ لا کیا لایا، آخر مرتے وقت بھی یہی کلمہ نکلا کہ لا کیا لایا۔

ایک بنئے کا بھی یہی حال تھا، کہ مرتے وقت ترازو اور باٹ ہی زبان پر تھی۔

مرتے وقت کلمہ طیبہ کی فضیلت

اگر کوئی مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھ کر انتقال کر جائے تو وہ سیدھا جنت میں چلا جائیگا:

"مَنْ کَانَ اٰخر کَلَامہ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہ دخل الجنۃ" (مشکوۃ شریف: ۱۴۱/۱)

محدث ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے محدث ہیں ان کے حالات میں ہے: کہ

"من کان اٰخر کلامہ لا الٰہ الا اللّٰہ" کہا، اور انتقال ہو گیا، حدیث کا پورا جملہ نہیں کہا بلکہ آدھی حدیث کہی تھی کہ انتقال ہو گیا، ہمارے استاذ نے کہا کہ انہوں نے جملہ پورا کر دیا، کہنا دو طریقہ سے ہوتا ہے، ایک زبان سے اور ایک عمل سے کر کے، بتایا انہوں نے آدھی حدیث زبان سے کہی اور عمل سے جنت میں داخل ہو گئے، عمل سے دکھا دیا، نبی علیہ السلام بہت تاکید فرماتے تھے۔

کہ زبان کی حفاظت کی جائے یہاں تو کسی سے کوئی واسطہ نہیں، تانگہ چلانے والے کو تانگہ سے واسطہ نہیں، رکشہ والے کو رکشہ سے، کھیت والے کو کھیت سے، موٹر والے کو موٹر سے، بیوی بچے والوں کو کسی سے کوئی واسطہ نہیں پڑ رہا ہے، اتنا بڑا مجمع ہونے کے باوجود اپنے کو خلوت میں سمجھے۔

بہشت آں جا کہ آزارے نباشد
کسے را باکسے کارے نباشد

[بہشت اس جگہ کو کہتے ہیں کہ وہاں کوئی تکلیف اور پریشانی نہ ہو، کسی کو کسی دوسرے سے کوئی کام کوئی حاجت نہ ہو۔]

اتنے بڑے مجمع کے قلوب جب خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، کہ بعض لوگ جہنم سے خدا کی پناہ مانگ رہے ہیں، بعض پچھلے گناہوں کی معافی مانگ رہے ہیں، کوئی زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مانگ رہا ہے، کوئی دعا مانگ رہا ہے کہ ہماری زندگی کا ہر گوشہ سنت کے مطابق بنادے، لہٰذا اس کی قدر دانی کی ضرور رہے۔ قدر دانی یہی ہے، کہ زیادہ سے زیادہ مشغول رہے، رمضان میں جس چیز کی عادت ڈالی جائے، انشاء اللہ سال بھر اس کے اثرات باقی رہیں گے، اسی طرح رمضان میں کسی گناہ کا ارتکاب کیا، تو سال بھر اس کا اثر پڑتا ہے، اس کے اثرات بہت بری طرح ظاہر ہوتے ہیں، تو خدا کی کتنی بڑی نعمت ہے، کہ سارے افکار سے بچا کر یہاں ڈالدیا اس کی قدر دانی یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ زبان کو مشغول رکھا جائے اور بس۔

اخلاص کی ضرورت

اعمال کی اصل اخلاص ہے، اگر اخلاص نہ ہو تو سب بے کار ہے۔

حدیث میں ہے کہ تین آدمیوں کو بلایا جائے گا، ایک ان میں سے غازی ہوگا، دوسرا قاری ہوگا، تیسرا سخی ہر ایک سے حق تعالیٰ سوال فرمائیں گے تونے ان سب سے یہ چاہا تھا کہ تجھ کو غازی کہا جائے قاری کہا جائے، سخی کہا جائے، سو کہا جا چکا، تینوں کو جہنم میں ڈالدیا جائیگا، ہجرت جیسا عمل بھی بغیر اخلاص کے وہ بھی مقبول نہیں۔

"فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتهٗ اِلٰى دُنْيَا يصيبها اوْامْرَأَةٍ يَتَزَوَّجَهَا فَهِجْرَتهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْه" (مشکوۃ شریف:۱۱)

ہجرت کتنی بڑی چیز ہے، کتنا بڑا اس کا اجر وثواب ہے، لیکن اگر اخلاص نہ ہو بلکہ خدائے پاک کی خوشنودی کے بجائے دنیا کمانے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی نیت ہو تو اس کو وہ اجر وثواب نہیں ملے گا۔ بلکہ اس ثواب سے محروم رہے گا۔ اس لئے اخلاص کی بہت

زیادہ ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ اخلاص نصیب فرمائے، اخلاص کے ساتھ ذکر تلاوت، تسبیح اور دیگر اعمال کی توفیق دے، ہر ایک کو اس کی فکر رہنی چاہئے، کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ اس کا بہت زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

"اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ" (مشکوۃ شریف:۱۲)

مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ دوسرے مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ نہ زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکالے جس سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ ہاتھ سے کوئی ایسی حرکت کرے جس سے کسی کو تکلیف پہنچے۔ مجمع میں احتیاط کی اور زیادہ ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❑❑❑

فسادات کے اسباب

اور

ان کا علاج

اس بیان میں

☆......فسادات کے اسباب اور ان کے علاج احادیث مبارکی کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔

☆......ہر چیز کو دلچسپ واقعات اور مثالوں سے واضح فرمایا ہے۔

....

فسادات کے اسباب
اور
ان کا علاج

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّابَعْدُ!

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَانَقَصَتْ صَدَقَۃٌ مِنْ مَالٍ وَمَازَادَ اللہُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّاعِزًّا وَمَاتَوَاضَعَ اَحَدٌلِلّٰہِ اِلَّارَفَعَہُ اللہُ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ" (مشکوۃ شریف:۱۶۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (۱)......صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ (۲)......معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت بڑھا دیتے ہیں۔ (۳)......جو تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سر بلندی عطا فرماتے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں ہے جس میں تین چیزوں کی خاصیت بیان کی گئی ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت اور اصلاح کیلئے بھیجا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تشریف لا کر غور کیا کہ جتنے فسادات ہوتے ہیں جتنی لڑائیاں ہوتی ہیں آپس کے اختلافات کشیدگی رنجش اس کی علامتیں اس کے اسباب ہیں، ان سب اختلافات کے اسباب تین ہیں، پھر ان تینوں کا علاج بتلا دیا اگر ان تینوں کو اختیار کیا جائے تو آپس کی لڑائیاں ختم ہو جائیں مقدمہ بازی ختم ہو جائے لڑائی جھگڑے سب جاتے رہیں۔

پہلا سبب حب مال

پہلی چیز دولت ہے انسان کو روپیہ پیسہ کی محبت ہوتی ہے جسکی وجہ سے مشکلات پیدا ہوتی ہیں لڑائیاں ہوتی ہیں جھگڑے ہوتے ہیں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ جو روپیہ دوسرے کے پاس ہے وہ میرے پاس آ جائے اس کے پاس کیوں ہے میرے پاس آ جائے اس کے حاصل کرنے کے لئے اس سے لڑائی کرتا ہے، جھگڑا کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے فتنے فسادات پیدا ہوتے ہیں مال کی محبت روپیہ کی محبت آدمی کو اندھا بنا دیتی ہے۔ مال کی محبت میں آدمی نہ باپ کو دیکھتا ہے نہ ماں کو نہ بھائی کو دیکھتا ہے نہ بہن کو نہ یتیم کو دیکھے نہ بیوہ کو نہ دوست اور رشتہ دار کو۔ تلاش کر کے دیکھئے دیوانی کے مقدمات عدالت اور کورٹ میں زیادہ تر روپیہ کی وجہ سے پیش آتے ہیں حتی کے فوجداری تک کی بھی نوبت پہونچ جاتی ہے روپیہ کی محبت کی وجہ سے۔ بلکہ قتل و غارت گری وغیرہ کے واقعات بھی زیادہ تر مال و دولت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

سود پر لعنت

جب مال کی محبت ہوتی ہے اور آدمی چاہتا ہے کہ میرے پاس مال زیادہ ہو جائے تو سود لیتا ہے حالانکہ سود لینے والے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے:

"عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ" (مشکوۃ شریف:۲۴۴)

حضور اقدس ﷺ نے لعنت فرمائی سود لینے والے پر بھی اور دینے والے پر بھی سود کا رقعہ لکھنے والے پر بھی سود کی گواہی کرنے والوں پر بھی جس مال کی وجہ سے لعنت

نازل ہوتی ہے اس مال میں کیا خیر و برکت ہوگی کیا اس سے فائدہ اٹھا سکے گا۔ فائدہ کے بجائے سود کے پیسے میں تباہی و بربادی بھری ہوئی ہوتی ہے۔

غصب، قمار، رشوت، چوری کا حکم

کسی کو مال کی جب محبت ہوتی ہے تو آدمی کسی کا مال غصب کرتا ہے، کسی کی زمین غصب کرتا ہے۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص کسی کی ایک بالشت بھر زمین ظلماً غصب کرلے تو قیامت میں ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائیگا غصب کر کے مالک بن جانا تو آسان چیز ہے شریعت کا یہاں تک حکم ہے کہ کسی دوسرے کی جگہ میں نماز بھی مت پڑھو جب کہ اسکو ناگوار گزرتا ہو، اسکی جگہ میں نماز نہ پڑھو سڑک پر اپنا کپڑا بچھا کر نماز پڑھلو اور پاس میں ایک دوسرے شخص کی زمین ہے
وہ منع کرتا ہے کہ میری زمین میں قدم نہ رکھنا تو تم ان کی زمین میں نماز بھی مت پڑھو مال کی جب محبت ہوتی ہے تو وہ جوا کھیلتا ہے قمار کرتا ہے سٹہ بازی لگاتا ہے جس پر لعنت ہوتی ہے مال کی جب محبت ہوتی ہے تو وہ رشوت لیتا ہے، حالانکہ حدیث پاک میں ارشاد ہے:

رشوت

"اَلرَّاشِیُ وَالْمُرْتَشِیُ کِلَاھُمَا فِی النَّارِ" (مجمع الزوائد: ۲۵۹/۴)

رشوت لینے والا رشوت دینے والا دونوں جھنم میں جائیں گے اس کمبخت مال کی محبت کی وجہ سے جہنم کا عذاب مول لیتا ہے کہ ساتوں زمینوں کے طوق گلے میں ڈالے جائیں گے ڈلوانے کے لئے آدمی تیار ہوجاتا ہے جہنم میں جانے کے لئے تیار ہوجاتا ہے مال کی محبت کی وجہ سے مال کی محبت ہوتی ہے تو چوری بھی کرتا ہے۔

چوری کا حکم

حدیث شریف میں آتا ہے:

"وَلایَسْرِق السَّارِقُ حِیْنَ یسرِقُ وَھُو مُؤمِنٌ" (مشکوۃ شریف: ۱۷)

چور جس وقت چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا ایمان اس سے نکل جاتا ہے ایسا خبیث مال کس کام کا جس کی وجہ آدمی مومن نہ رہے ایمان اس سے نکل جائے اگر ایسی حالت میں اسکا انتقال ہو جائے تو اللہ ہی جانے کہاں پہنچے گا۔

وراثت نہ دینے کا حکم

مال کی جب محبت ہوتی ہے تو ورثاء کا حق دبالیتا ہے کسی شخص کا انتقال ہوا ایک بڑا وارث ہے اسکے قبضہ میں سب کچھ ہے ترکہ میت کا اور وہ دوسروں کا حصہ نہیں دیتا ہے یہ عاجز اور بے بس، پھر وہ مقدمہ لڑائیں عدالت میں کچہری میں جائیں کچہری والے بھی سوچتے ہونگے کہ یہ مسلمان ہیں جنکا حق قرآن میں مذکور ہے اور یہ حق دینے کو تیار نہیں قرآن پاک تو سب کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے خاص طور سے مسلمانوں کے لئے جنکا حق قرآن میں موجود ہے مستقل طور پر۔

"یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ" (سورۂ نساء: ۱۱)

[اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔]

اسی طرح سب ورثاء کے حصے بیان کئے گئے ہیں، آج ان سب کو ختم کیا جارہا ہے، یہ سب کیا ہے مال کی محبت کی وجہ ہے اس کا علاج حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمایا:

"مَانَقَصَتْ صَدَقَۃٌ مِنْ مَالٍ" (مشکوۃ شریف: ۱۶۷)

....

[صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔]

صدقہ دو صدقہ میں یوں مت سمجھو کہ مال کم ہو جائیگا صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوگا، نہیں کم کرتا ہے صدقہ مال کو مال جتنا موجود ہے اس میں سے کچھ بھی کم نہیں کرتا صدقہ دینے سے ہر چیز جس سے محبت ہو اسے سینے سے لگا کر رکھنے سے راحت ملتی ہے لیکن مال کمبخت ایسی چیز ہے جسکو سینے سے لگا کر رکھو تو آدمی بجائے راحت کے وحشت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

رشوت خور ملازم کا واقعہ

ایک شخص کو جو کورٹ میں ملازم تھا کسی نے رشوت کے روپیہ دیئے دس ہزار پانچ ہزار جتنے بھی دیئے اس نے بڑی احتیاط سے اندر کی جیب میں رکھ لیئے کوٹ پہنے ہوئے تھے چپکے سے کسی نے اسکے کان میں کہدیا کہ سی آئی ڈی لگ گیا ہے آپکے پیچھے بس اسکی راحت و آرام سب ختم ہو گیا بڑا پریشان سائیکل پر سوار ہو کر چل رہا ہے جو شخص سامنے ملتا ہے اس پر ہی شبہ ہوتا ہے کہ یہ سی آئی ڈی ہے راستہ اسکو نظر نہیں آتا اتنا غلبہ خوف کا ہو گیا سی آئی ڈی کا، آخر کار جب کوئی صورت اسکے سکون و اطمینان کی نہ ہوئی تو ایک ندی آئی جس میں پانی بہتا تھا اس نے وہ گڈی نوٹوں کی ندی میں پھینک دی اب سکون ہوا اس کمبخت روپیہ کو پاس رکھنے سے وحشت ہو رہی تھی کہ سی آئی ڈی کو پتہ چل گیا اب کوئی آجائیگا اور آتے ہی مجھے پکڑیگا پوچھے گا کہ یہ روپیہ کہاں سے آیا تو میں کیا بتاؤنگا کہاں سے لے آیا گرفتار ہو جاؤنگا مقدمہ ہوگا رسوائی ہوگی عدالت میں سزا ہو جائیگی اس طرح اس نے روپیہ پھینکا اگر رشوت کا روپیہ نہ ہوتا اپنا اصلی اچھا روپیہ ہوتا اور اس کو غرباء پر صدقہ کر دیتا ساری پریشانیاں بھی دور ہو جاتیں بڑے اطمینان و سکون کے ساتھ روپیہ بڑی اچھی جگہ پر پہونچ جاتا تو جو فتنے اور فسادات ہوتے ہیں دولت کی وجہ سے یعنی مال کی محبت کی وجہ سے ہوتے ہیں، ان سب کا واحد علاج حضور اقدس ﷺ نے بتلایا کہ صدقہ دینا اور ایسے اچھے عنوان سے بیان فرمایا کہ صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔

مشاہدات کی بعض غلطیاں

کوئی شخص کہے کہ صاحب کیسے کم نہیں ہوتا ہم تو دیکھتے ہیں کہ کم ہوجا تا ہے کسی شخص کے پاس دوسو روپیہ ہیں اس میں سے اس نے پانچ روپیہ خرچ کر دیئے زکوٰۃ کے دیدیئے اب اس کے پاس ایکسو پچانوے رہ گئے دوسو تو نہیں رہے آپ کہتے ہیں کہ کم نہیں ہوگا یہاں تو کم ہے دیکھ رہے ہیں نظر آرہا ہے اس سے کہیے کہ بھئی آپ پڑے دیکھ رہے ہوں کہ کم ہو رہے ہیں لیکن حقیقت میں کم نہیں ہو رہا ہے دیکھنے میں بھی تو فرق ہو جاتا ہے۔

ایک ماہر حساب عالم کی فرائض میں غلطی

حساب کے فرق کا یہ حال ہے کہ ایک بڑے استاذ عالم حساب کے جاننے والے نے مجھ سے خود بتلایا کہ ایک رات فرائض نکال رہا تھا فرائض میں حساب ٹھیک نہیں بیٹھتا بڑا پریشان ساری رات ہوگئی حالانکہ فرائض زیادہ بڑی نہیں تھی جمع ٹھیک نہیں بیٹھتی ساری رات گزرگئی حتی کہ صبح کی اذان ہوگئی تو میں نے فرائض اٹھا کر رکھدی اور ذرا لیٹ گیا کہ ذرا سکون ہوجائے لیٹنے کے بعد پھر اٹھا دیکھا تو فرائض ٹھیک ہے کیا بات تھی زبان سے نکل رہا تھا دو اور چھ لکھا ہوا دو اور دو چار اور ہے بھی دو اور دو چار زبان سے حساب کرتے ہوئے نکل رہا ہے دو اور دو چھ اسکا کوئی کیا علاج کرے گا۔

کتّابے دین

ڈاکیہ آیا تار لئے ہوئے کتابے دین کا تار ہے کتابے دین ارے مدرسہ میں کتابے دین کا کیا کام ہے یہاں تو دیندار کتا بھی نہیں آسکتا بے دین تو کیا آوے گا بار بار پڑھتا ہے، کہ صاحب یہی لکھا ہے کتابے دین! کیا تھا اصل میں قطب الدین تھا اس قطب

الدین کو ناس مار کے کتاب دین پڑھ رہا ہے یہ مشاہدہ تو ہے جیسے کہ تم کو مشاہدہ ہے کہ دوسو میں پانچ دیدیئے ایکسو پچانوے رہ گئے اور پھر بھی کہنا صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی وعدہ کے خلاف ہے مشاہدہ کے خلاف ہے مشاہدہ کو اتنا قوی مان لینا کہ جو کچھ مشاہدہ ہے وہی صحیح ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

مشاہدہ کے ساتھ ایکسیڈنٹ کا ہونا

اچھا یہ بتائیے یہ جتنے ایکسیڈینٹ ہوتے ہیں مشاہدہ کے ساتھ ہوتے ہیں بغیر مشاہدے کے ہوتے ہیں ہر گاڑی والا یہ سوچ کر چلاتا ہے کہ ایکسیڈینٹ نہ ہوجائے میری گاڑی سے ٹکر نہ لگ جائے بچانے کی کوشش کرتا ہے ادھر سے بھی ادھر سے بھی اسکے باوجود بھی ایکسیڈینٹ ہوتا ہے یہ مشاہدہ کے ساتھ ہوتا ہے، ایکسیڈینٹ موٹر کا ایکسیڈینٹ ہو یا گھوڑے تانگہ کا ہو یا ریل کا ہو یا جہاز کا ہو جسکا بھی ہو بہر حال کوئی یہ نہیں جانتا کہ اسکا ایکسیڈینٹ ہوجائیگا ہر ایک بچنا چاہتا ہے بچانا چاہتا ہے، مشاہدہ کرتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی ہوتا ہے اور یہ تو اس وقت ہے جبکہ آنکھ ٹھیک ہو اور جو آنکھ میں کوئی خرابی ہو ایک مرض ہے بھینگا پن کہتے ہیں جسے ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ اس کا حال تو اور زیادہ خطرناک ہے۔

احول کا واقعہ

ایک استاذ نے اپنے شاگرد سے کہا کہ کمرے کے اندر ایک بوتل رکھی ہوئی ہے شربت کی وہ اٹھالاؤ وہ آکر کہتا ہے کہ صاحب وہاں تو دو رکھی ہوئی ہیں کون سی لاؤں حالانکہ ایک رکھی تھی مگر اسکی آنکھ میں تو ایک کے دو نظر آتے ہیں اس لئے وہ ایک کو دو دیکھ رہا ہے۔ اسی وجہ سے کہا دو رکھی ہیں استاذ نے کہا: ایک پھوڑ دے ایک اٹھالا اس نے ایک پھوڑ دی، دیکھا تو دونوں ہی پھوٹ گئیں۔ استاذ نے کہا کہ بھئی تجھے ایک پھوڑنے کو کہا تھا

یا دونوں پھوڑنے کو کہا تھا یہ کیا ہے آنکھ کے اندر خرابی ہے تو ایک کے دو نظر آنا یہ آنکھ کے مرض کی وجہ سے ہے اور وہ یوں کہہ رہا ہے کہ میں تو مشاہدہ کرکے آیا ہوں دو رکھی ہیں کیا اسکا مشاہدہ معتبر ہوگا اسکے مشاہدہ پر کوئی حکم نافذ کیا جاسکے گا ہر گز نہیں ۔

صدقہ سے مال کم نہ ہونے کی مثال

یہ ساری سننے کے بعد وہ کہتا ہے کہ صاحب یہ تو ایکسو پچانوے ہی ہیں دوسو تو پورے نہیں ہوئے، آپ مثالیں چاہے جتنی بیان کرتے رہیں لیکن یہ تو ایکسو پچانوے ہی ہیں دوسو تو نہیں ہوتے پھر اسکو سمجھائیے کہ دیکھئے ایک شخص مثلاً یہاں سے بری (ایک شہر ہے) جانا چاہتا ہے اس کے پاس دوسو روپیہ ہیں اس نے کہا کہ گاڑی میں چلے جاؤ بس جا رہی ہے بس میں بیٹھ جاؤ کہا کہ صاحب بس کا ٹکٹ پانچ روپیہ ہے پانچ روپیہ کم ہوجائیں گے اس نے کہا کہ نہیں کم نہیں ہونگے کہا کہ صاحب کیسے کم تو ہوجائیں گے گن کر دیکھ لو دوسو میں سے پانچ نکال دو تو کیا یہ کم نہیں ہوگا مشاہدہ کے خلاف بات کہہ رہے ہو اس نے کہا کہ بھائی کم نہیں ہونگے بیٹھ جاؤ نہیں مانا پیدل گیا یہاں سے راستہ میں مل گئے چور چوروں نے پکڑ کر چھین لئے سارے روپیہ دوسو اور رمرمت کی الگ کپڑے بھی اتار لئے اگر عقلمند ہوتا اور پانچ روپیہ کا ٹکٹ لیکر بس میں بیٹھ جاتا تو عافیت کے ساتھ پہونچ جاتا تو ایکسو پچانوے تو محفوظ رہتے جب ایکسو پچانوے بچ گئے پانچ روپیہ کی وجہ سے تو کوئی سمجھدار آدمی یوں نہیں کہے گا کہ کم ہوگئے یہ ساری سننے کے بعد وہ پھر بھی کہتا ہے کہ صاحب یہ تو پچانویں ہی ہیں جتنی چاہے باتیں بتلاتے رہو یہ تو ایکسو پچانویں ہی ہیں اگر عقل ٹھکانے ہو تو اس کو یوں نہیں کہتا کہ روپیہ کم ہوگیا بلکہ یہ پانچ روپیہ خرچ کرکے جان بھی محفوظ رہی اور اسکا ایکسو پچانویں روپیہ محفوظ رہا اور عافیت کے ساتھ پہونچ گیا اسکو کوئی سمجھدار آدمی یوں نہیں کہے گا کہ کم ہوگیا اور پھر یہ جو پانچ روپیہ کم ہوئے یہ بھی یہاں کم ہوئے ہیں آخرت میں تو اس کے لئے بہت ملیں گے

آخرت میں بہت ملیں گے پانچ دہائی پچاس ایک ایک کے دس دس پچاس تو ویسے ہی متعین ہیں اور پھر اسکو بھی اللہ تعالیٰ "وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ" اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے (ثواب میں) کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے۔

اللہ اس کو مضاعف کر دیتے ہیں دوگناہ تین گنا چوگنا اور یہاں تک کہ بغیر حساب کے دیتے ہیں تو ایک چیز ہے دولت دولت کی محبت کی وجہ سے فسادات اور لڑائیاں ہوتی ہیں مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں۔

وراثت میں دو بھائیوں کا جھگڑا

ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے دو بیٹے چھوڑے دونوں بیٹوں نے ترکہ باپ کا آدھا آدھا تقسیم کر لیا ایک درخت باقی رہگیا بڑا بیٹا کہتا ہے یہ میرے حصہ کا ہے چھوٹا بیٹا کہتا ہے کہ یہ میرے حصہ کا ہے صلح نہیں کی عدالت میں گئے کورٹ میں گئے مقدمہ کرنے کیلئے سال بھر تک مقدمہ چلا پیشی ہوتی رہی جتنا ترکہ بڑے بیٹے کو ملا تھا اس نے آہستہ آہستہ فروخت کرے سارا مقدمہ میں خرچ کر دیا چھوٹے بیٹے کو جتنا ملا تھا اس نے آہستہ آہستہ فروخت کرے سارا مقدمہ میں خرچ کر دیا سال بھر کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ اس درخت کو کٹوا کر آدھی لکڑیاں ایک بیٹے کے یہاں اور آدھی لکڑیاں ایک بیٹے کے یہاں بھیجدی جائیں سارا ترکہ ختم ہوگیا وہ درخت رہ گیا اور دونوں کی یہ حالت ہوگئی کہ درخت کو کٹوانے کی جو مزدوری تھی وہ مزدوری پاس نہیں دینے کیلئے وہ عدالت نے اپنے سر رکھی عدالت نے روپیہ دیکر کٹوا کر بھجوا دیا کہ لو رکھو اسے یہ کوئی عقل کی بات ہے یہ تو بے عقلی کی بات ہے، اگر بڑا بھائی سمجھ لیتا چھوٹے بھائی کے پاس جارہا ہے کسی غیر کے پاس تو نہیں جارہا ہے چھوٹا بھائی بمنزلہ بیٹے کے ہوتا ہے جیسے بیٹے کے ساتھ احسان کا معاملہ ہوتا ہے ایسے ہی چھوٹے بھائی کے ساتھ بھی احسان ومروت کا معاملہ ہونا چاہئے یا چھوٹا بھائی یہ سمجھ لیتا کہ بڑا بھائی باپ کے درجہ میں ہے میرے پاس نہیں رہتا باپ کے پاس

جا رہا ہے کہیں غیر جگہ نہیں جا رہا ہے۔اس میں کیا حرج ہے۔تو یہ نوبت نہ آتی۔

استاذ صاحب کا واقعہ

ہمارے ایک استاذ تھے اللہ ان کو غریق رحمت کرے موسم برسات میں انکے مکان کی ایک دیوار گرگئی انہوں نے اس کو بنانا چاہا پڑوسی نے کہا کہ یہ تو دیوار ہماری ہے آپکی تھوڑے ہی ہے آپ کو کیا حق ہے بنانیکا کہا کہ نہیں بھائی یہ ہماری دیوار ہے ہمارے پاس اس کا ثبوت ہے اس کے کاغذات موجود ہیں کہا کچھ نہیں آپنے اگر بنانیکا ارادہ کیا تو میں دعویٰ دائر کردونگا آپ پر اب استاذ بیچارے مدرس عدالتوں اور کچہریوں سے بہت گھبرانے والے تو انہوں نے کہا کہ اچھا بھئی فیصلہ کرلو دیوار ہے تو ہماری یہ ہماری دیوار تم ہمارے ہاتھ فروخت کردو بتلاؤ کتنے روپیہ خود بتایا اتنے روپیہ چنانچہ اتنے روپیہ دیکر دیوار دوبارہ بنالی محلہ والوں نے کہا کہ مولوی صاحب کیا غضب کیا آپ نے دیوار تو آپ کی تھی ہاں بھئی تھی تو میری مگر کیا کریں لڑائی تو ہم سے نہیں لڑی جاتی ایک دیوار کی خاطر انہوں کہا کہ ہم گواہی دیتے ،آپ گواہی دیتے ،آپکی خوشامد کرتا پھرتا وکیل کے پاس جاتا کتنی پریشانی ہوتی ،مدرسہ کا تعلیم کا حرج ہوتا ذلت ورسوائی الگ اور پھر جس نے کہا یہ دیوار میری ہے اسکی طرف سے بغض وعداوت مستقل دل میں قائم ہوتا ،پڑوسی کا حق ہوتا ہے ہم نے ادا نہیں کیا ہم یوں ہی سمجھیں چلو پڑوسی کا حق ہونے کی وجہ سے ہم نے اسکو یوں ہی دیدیا معاملہ کو نمٹانا چاہیں تو اسکو اس طرح سے نمٹا سکتے ہیں باقی نمٹانا اس وقت ہے جبکہ مال کی محبت غالب نہ ہو جہاں مال کی محبت کا غلبہ ہوگا تو ایک روپیہ دینے کو تیار نہیں ہوگا۔

ایک حاجی صاحب کا ڈرائیور کو بخشش دینے سے انکار

مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ حاجیوں کی جماعت جا رہی ہے بس میں اور اس وقت دستور یہ

تھا کہ ایک جگہ پر روک کر کچھ پیسہ تمام مسافروں سے لیکر ڈرائیور کو دیئے جاتے تھے یہ بخشش کہلاتی تھی زیادہ سے زیادہ دو روپیہ ایک حاجی کے حصہ میں آتے تھے ایک حاجی کو بڑا غصہ بڑا جوش نہیں ہم نہیں دینگے چاہے گردن چلی جائے نہیں دینگے ہم، گردن دینے کو تیار دو روپیہ اسے دینے کو تیار نہیں کہہ رہے ہیں یہ رشوت ہے رشوت ہم نہیں دینگے "اللہ الصمد" اور ساری زندگی گزاری انہوں نے سرکاری عدالت میں جہاں رشوت کے بغیر سلام کا جواب بھی نہیں دیتے مگر طبیعت میں یہاں جوش آیا نہیں دیتے لیکن اگر دو روپیہ دیکر جان بچا لیتے کہ چلو عافیت کے ساتھ صحیح وقت پر پہونچ جائیں ورنہ تو ڈرائیور خدا جانے کہاں پریشان کردے گاڑی کو روک دے کہ خراب ہوگئی گاڑی، بس پڑے ہیں وہاں جنگل میں کھانے پینے کو بھی کچھ نہیں سایہ کا بھی انتظام نہیں ان ساری تنگی اور پریشانیوں کو دیکھتے ہوئے اگر دو روپیہ دیتے تو بہت سہولت تھی اسلئے ان سارے دھندوں سے بچتے ہوئے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا صدقہ دینے کی ترغیب دی صدقہ دو صدقہ دو صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں آتی جو بظاہر کمی محسوس ہوتی ہے وہ کمی دیکھنے کی ہے اس دنیا کی ہے اور آخرت میں تو اسکا دس دس گنا ملیگا ایک حکومت دوسری حکومت پر قبضہ کرنا چاہتی ہے لڑ رہی ہے کاہے کیلئے مال کی محبت کی وجہ سے کہ وہاں زیادہ مال ہے لہٰذا اسکے ملک پر قبضہ کرلیں مال ہمارے پاس آنے لگے گا تو حضور اکرم ﷺ نے غور فرما کر تین اسباب تجویز فرمائے تھے ان فسادات اور لڑائیوں کے ان میں سے ایک فساد دولت و مال کی محبت اسکا علاج بتلادیا صدقہ! صدقہ دو، صدقہ جتنا دوگے اسی قدر مال کی محبت کم ہوگی اور اگر مال کی محبت ہوگی بھی تو آخرت کے اعتبار سے ہوگی جتنا یہاں دنیا میں زیادہ سے زیادہ دیں گے اس سے دوگنا آخرت میں ملے گا۔

فسادات کا دوسرا سبب، طاقت

دوسری چیز طاقت ہے فسادات کا دوسرا سبب طاقت ہے، جب کسی کے پاس

طاقت زیادہ ہوتی ہے تو اونچا بن کر رہنا چاہتا ہے۔ طاقت کیا! طاقت چاہے روپیہ کی ہو چاہے حکومت کی ہو چاہے فوج کی ہو جو بھی ہو وہ طاقت والا چاہتا ہے کہ میرا نام سب سے اونچا رہے حتی کے اگر کوئی فہرست مرتب کی جائے دعوت کی اس میں بھی چاہتا ہے کہ میرا نام سرفہرست رہے۔

کشمیری مناظر کو علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتباہ

یہاں ہندوستان میں ضلع میرٹھ میں ایک جگہ پر قادنیوں نے جھگڑا کیا کچھ فساد کیا مسجد میں اور انکو مار کر مسجد سے نکال دیا مسلمانوں نے ان پر مقدمہ کیا کہ ہمیں مارا اور مسجد سے نکالا ادھر سے مسلمانوں کی طرف سے بیان دینے کیلئے حضرت مولانا انور شاہ صاحب کو بھی بلایا تو ادھر سے بھی ایک کشمیری قادیانی کو بلوایا گیا کہ مناظرہ ہوگا تو اس کشمیری مناظر نے مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں نے بھی دارالعلوم دیوبند میں پڑھا ہے اور میرا نام سرفہرست تھا اس سال میں جتنے پڑھ کر فارغ ہوئے دورہ سے ان میں میرا نام سرفہرست تھا یہ جو نام کی بلندی سب سے او پر ہونا یہ چیز ایسی ہے زہریلی کہ خدا کی پناہ ہر جگہ میں یہی چاہتا ہے کہ میرا نام سب سے اونچا ہو سب سے او پر ہو اس نے کہا کہ میرا نام سرفہرست تھا سب سے اونچا تھا مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ جی ہاں مجھے معلوم ہے ایک اور بات بھی معلوم ہے کہ اسلام سے خارج ہونے والوں میں بھی آپکا نام سرفہرست ہے جیسے دارالعلوم سے فارغ ہونیوالوں میں آپکا نام سرفہرست ہے تو مرتدین میں بھی آپکا نام سرفہرست ہے اگر کچھ گستاخی اور بے ادبی ہو جائے طاقت والے کی شان میں تو بخشا نہیں کہتا ہے۔ میرے اندر طاقت ہے، میں کیوں معاف کروں۔

معاف کرنے میں عزت ہے

میرے اندر طاقت ہے، میں کیوں معاف کروں؟ فرض کیجئے حکومت پر دوسری

حکومت کی طرف سے گولی چل گئی، کسی نے ناسمجھی سے گولی چلادی، نہ صاحب میں تو اسکا انتقام لونگا، میں معاف نہیں کرونگا، یہ کیوں ہے؟ طاقت کی وجہ سے ہے، اس کا علاج فرمایا حضور اقدس ﷺ نے:

"وَمَازَادَ اللّٰہُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا" (مشکوۃ شریف:۱۶۷)

کوئی بھی شخص اگر کسی کو معاف کردے اسکے خطا اور قصور کو تو اللہ تعالیٰ اسکی عزت ہی میں اضافہ کرتے ہیں تو معاف کرنے سے یوں سمجھتے ہو انسلٹ ہوجائے گی کچھ کسرِ شان ہوجائے گی ایسا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ عزت میں ترقی دیں گے اگر کسی شخص کے بدن میں طاقت ہے۔ بڑا پہلوان ہے کشتی کرنیوالا ہے تو اسکے چلتے چلتے کسی نے چپت ماردیا اب اسکو غصہ آتا ہے کہ میرے چپت مارا میرے بدن میں اتنی طاقت ہے کہ میں ابھی گردن مروڑ کر رکھدوں معاف کرنے کو تیار نہیں کہ اگر میں نے انتقام نہیں لیا تو لوگ یوں سمجھیں گے کہ اس کے پاس طاقت نہیں اور اس کو برداشت کرنے کو تیار نہیں کہ میرے پاس طاقت نہیں اس لئے یوں فرمایا:

"وَمَازَادَ اللّٰہُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا" (مشکوۃ شریف:۱۶۷)

جوشخص کسی بندے کی خطا کو معاف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس معاف کرنے کی وجہ سے اس کی عزت میں ترقی دیتے ہیں لہذا یوں نہ سمجھیں کہ میرے بدن میں طاقت میرے ملک میں طاقت ہے میرے پاس بڑی قوت ہے بڑی فوج ہے میں اگر انتقام نہیں لونگا تو میری توہین ہوگی، لوگ سمجھیں گے یہ تو ہارا ہوا ہے یہ تو کمزور درجہ کا ہے ایسا نہیں بلکہ معاف کرنے سے عزت میں اور ترقی ہوتی ہے۔

تیسرا سبب وجاہت

تیسری چیز وجاہت شوکت ایک شخص کے پاس نہ مال زیادہ ہے نہ طاقت زیادہ ہے

کوئی فوج نہیں ہے بندوق تلوار توپ نہیں بم نہیں البتہ اس کو اللہ نے عزت عطا فرما رکھی ہے چاہے تو خاندانی حیثیت سے اوپر سے اسکی عزت چلی آ رہی ہے چاہے خود علم کی وجہ سے اسکے پاس علم اتنا ہے کہ سب لوگ علم کی وجہ سے اسکے سامنے جھکتے ہیں اور اس کا احترام کرتے ہیں خواہ نسب کے اعتبار سے فلاں خاندان سے متعلق ہے اس کی وجہ سے سب عزت کرتے ہیں۔

"وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ" رواہ مسلم۔ (مشکوۃ شریف:۱۶۷)

تو جو شخص ایسا ہے باعزت ہے باوجاہت ہے وہ کسی کے سامنے جھکنے کو تیار نہیں ہوتا۔ چاہے کسی مقدمہ کے دفعیہ کیلئے مصالحت ہو چاہے کچھ اور بات ہو وہ اپنی گردن اونچی رکھنی چاہتا ہے اس کے لئے ارشاد فرمایا نہیں تواضع کی کسی نے کسی کے لئے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکی وجہ سے اسکا درجہ بلند فرماتے ہیں اب یہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس اتنی عزت ہے لوگ میرے سامنے جھک کر سلام کرتے ہیں اور فلاں شخص نے مجھے گالی دیدی فلاں شخص نے میرے خلاف فلاں کام کیا لہٰذا اس کو سزا دینی چاہئے اس نے جو کچھ کیا غلط کیا لیکن آپ کو چاہئے کہ اس کو معاف کر دیں اس کے سامنے عاجزی اور تواضع کے ساتھ پیش آئیں یہ چیز اہل علم میں زیادہ ہوتی ہے ان کی شان کے خلاف کوئی بات نہ ہو جائے۔

ایک عالم کی تواضع

ہمارے یہاں ایک عالم تھے ان کے پاس ایک دیہاتی نے آ کر ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے بتلا دیا دیہاتی نے اپنی زبان میں کہا کتاب میں دیکھ کر بھی بتلا دیا ہے یا انٹ کے سنٹ کہہ رہے ہو تو انہوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا فوراً اٹھے گھر گئے کتاب دیکھی اور آ کر فرمایا کہ بھئی کتاب میں بھی اسی طرح سے لکھا ہے جس طرح میں نے بتلایا تھا یہ جو اسکا لب ولہجہ ہے کتاب میں بھی دیکھا یا انٹ کے سنٹ کہہ رہے ہو ایک جاہل آدمی گاؤں کا آدمی بے پڑھا آدمی اس طریقہ پر ایک زبردست عالم کو خطاب کرتا ہے تو انہوں نے اسکو

اپنی کسر شان نہیں سمجھا بلکہ اسکے سامنے تواضع اختیار کی، میں نے کتاب میں دیکھا مسئلہ اسی طرح سے ہے جس طرح سے میں نے بتلایا ایک انپڑھ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ پڑھے ہوئے کی طرح سے بڑے حسن ادب کے ساتھ ملاقات کریگا بڑی فصاحت و بلاغت کیساتھ گفتگو کریگا یہ تو غلطی کی بات ہے پڑھا ہوا آدمی کا حال اور ہوتا ہے ان پڑھ آدمی کا حال اور ہوتا ہے تو جتنے فسادات ہیں اس عزت کی وجہ سے پیش آتے ہیں ان سب کا علاج حضور اقدس ﷺ نے تواضع کو بتلایا کہ تواضع عاجزی اور مسکنت اختیار کریں اپنے آپ کو سب سے چھوٹا سمجھیں اپنے آپ کو سب سے زیادہ کمزور کم طاقت سمجھے۔ تو فسادات سے حفاظت رہے گی۔

خواجہ محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو صاحبزادے ہیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے مکتوبات میں جگہ جگہ لکھتے ہیں محترما! فقیر میں طاقت انتقام نہیں ہے فقیر میں بدلہ لینے کی طاقت نہیں اسلئے کچھ کر نہیں سکتا ہے لیکن جو شخص ہمارے دوستوں کو ستائے اس سے ہمارا کیا تعلق ہے بس اتنا کافی ہے ہمارا اس سے کیا تعلق ہے، جو ہمارے دوستوں کو ستاتا ہے ہمارا اس سے کیا تعلق ہے یعنی کوئی تعلق نہیں ہے رہا یہ کہ ہم اسکے ستانے کا بدلہ لیں یہ انتقام ہے، ہم فقیر میں انتقام کی طاقت نہیں ہے بس ان تین باتوں پر اگر عمل ہو جائے اور اس عمل کیلئے کوئی ضرورت نہیں ہے کسی انجمن کی کہ انجمن بنائی جائے کہ اسکے ذریعہ سے عمل کرایا جائے ہر شخص اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر خود سوچ سکتا ہے جو عمل کر سکتا ہے ان شاء اللہ جتنے فسادات ان چیزوں کی بنا پر پیش آتے ہیں وہ ختم ہو جائیں گے اور دنیا دار السکون والعافیۃ بن جائیگی۔

چاہ زمزم کے سلسلے میں لڑائی

حضور اقدس ﷺ سے پہلے بنو ہاشم اور بنو امیہ میں لڑائی چلی آرہی تھی مدتیں

گزر گئیں تھیں لڑتے لڑتے حضور اقدس ﷺ کے دادا ہاشم انہوں نے خواب دیکھا تھا کہ کسی جگہ پر زمزم کا کنواں ہے زمزم کا کنواں سب جانتے تھے کہ تھا مگر بھر گیا تھا زمین کے برابر ہو گیا تھا پتہ نہیں تھا کہ کس جگہ پر ہے تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ یہاں زمزم کا کنواں ہے ارادہ کیا اسکے کھودنے کا تو ان کے چچازاد بھائی ابناء الاعمام تھے، وہ مانع ہوئے وہ تلوار لیکر سامنے آ گئے کہ اسکو نہیں کھود سکتے اب وجہ کیا تھی کیوں نہیں کھود سکتے کہ بیت اللہ کا مجاور ہونے کی وجہ سے ابھی ان کی عزت بہت ہے اور جب زمزم کا متبرک چشمہ ان کے پاس آ جائیگا تو عزت اور زیادہ بڑھ جائیگی اور ان کی عزت کو اپنے لئے ذلت سمجھتے تھے حالانکہ خوش ہونے کی بات تھی کہ یہ بھی ہمارے چچازاد بھائی ہیں ان کی عزت ہماری عزت ہے مگر کھودنے نہیں دیا تو وہ خاموش ہو گئے انہوں نے مختلف شادیاں کیں جن سے بارہ بیٹے پیدا ہوئے جب بارہ بیٹے جوان ہو گئے تو ان کے ہاتھوں میں تلوار دیکر زمزم کھودنے کے لئے چلے اور اپنے چچازاد بھائیوں کو کہلا بھیجا کہ میں زمزم کھودنے جا رہا ہوں جس کا حوصلہ ہو آ جائے اور آ کر میرا مقابلہ کرے انہوں نے دیکھا تو بارہ پہلوان بڑے زبردست کھڑے ہوئے ہیں تلوار لیکر ان کی ہمت نہیں ہوئی مزاحمت کرنے کی کنواں کھود لیا کامیاب ہو گئے۔

بیٹے کی قربانی

نذر مانی تھی کہ اگر میں زمزم کا کنواں کھودنے میں کامیاب ہو گیا تو ایک بیٹا خدا کے نام پر قربان کرونگا بیٹے کی قربانی دیدینگے قربانی کا یہ مطلب نہیں کہ اسے ایک چلہ کے لئے جماعت میں بھیج دونگا بلکہ اسکی قربانی کروں گا جیسے کہ بقرعید کے موقع پر قربانی جانور کی کی جاتی ہے، چنانچہ قرعہ ڈالا گیا اس قرعہ میں نام نکلا حضور اقدس ﷺ کے والد کا ارادہ کیا قربانی کرنے کا حضور اقدس ﷺ کے ننہال کے جو لوگ تھے انہوں نے منع کیا کہ تمہارے

گیارہ بیٹے اور بھی تو ہیں ان میں سے کسی کی قربانی کردو ہمارا ہی بچہ رہ گیا قربانی کرنے کے لئے یہ تو قرعہ ڈالکر دیکھا تھا نہیں بھئ! قرعہ غلط نکلا ہے دوبارہ قرعہ ڈالا گیا پھر انہیں کا نام نکلا سہ بارہ قرعہ ڈالا گیا پھر انہیں کا نام نکلا تو وہاں ایک عورت تھی کاہنہ جو فال بتلایا کرتی تھی، ہاتھ دیکھ کر تمہاری قسمت میں یہ لکھا ہے یہ ہوگا، یہ ہوگا اس پر اپنا فیصلہ کرایا کرتے تھے چلو کاہنہ کے پاس کاہنہ کے پاس آئے اس سے کہا، اس نے کہا کہ آپ کے یہاں ایک آدمی کے خون کی قیمت کیا ہے کہا کہ دس اونٹ کہا اچھا دس اونٹ ایک طرف رکھو اور عبداللہ کا نام ایک طرف رکھو پھر دیکھو قرعہ کس کے نام پر نکلا پھر حضور کے والد کا نام نکلا کہا کہ دس دس اونٹ بڑھاتے رہو یہاں تک کے سو اونٹ ہو گئے قرعہ میں اس وقت جو قرعہ نکلا تو اونٹوں کے نام پر نکلا اس نے کہا بس اس بچے کو بچالو اور سو اونٹوں کی قربانی کردو چنانچہ حضور اقدس ﷺ کے دادا نے سو اونٹ کی قربانی کی اور عرب کے سب لوگوں کو کھلا دیئے اس وجہ سے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

"اَنَا اِبْنُ الذَّبِیْحَتَیْنِ"

میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں دو ذبیحہ کونسے ایک تو حضرت اسماعیل علیہ السلام جن کو چھری کے نیچے ڈالا گیا۔ ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کرنے کے لئے ڈالا اور چھری چلائی بھی انہیں کے اوپر اللہ نے ان کو تو بچالیا اور ان کی جگہ پر دنبہ لا کر ڈالدیا گیا تھا وہ ذبح ہوا، ایک تو اسماعیل علیہ السلام ذبیح اور ایک حضور اقدس ﷺ کے والد ذبیح اسلئے فرمایا: کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں اللہ کو بچانا مقصود تھا وہاں سے اسماعیل علیہ السلام کو بچایا یہاں حضور اقدس ﷺ کے والد کو بچایا حضرت نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات میں بڑی خیر ہے، خیر ہی، خیر ہے اور بے شمار خیر ہے ہر تعلیم میں علم کے معرفت کے خزانے موجود ہیں ہر حدیث میں حضور اقدس ﷺ کی عبرت کی چیزیں موجود ہیں اس حدیث میں بھی تین فتنوں سے بچانا اور خیر کو پھیلانا مقصود ہے۔

....

عامۃً فسادات کے یہی تین اسباب ہوتے ہیں، اگر ان تین چیزوں پر عمل کیا جائے جن کو حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے تو ہر قسم کے فسادات سے حفاظت ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے عمل کرنے کی۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ"

اے پاک پروردگار! ہم سب کے گناہوں کو معاف فرمایا، یا اللہ ہم ذلیل ہیں حقیر ہیں ہماری ذلت وحقارت کو دور فرمایا، الٰہ العالمین اپنے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے کی توفیق نصیب فرما، یا اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سب کو نصیب فرما، یا اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب کے دلوں میں پیدا فرما، یا اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت سب کے دلوں میں پیدا فرما، یا اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سب کے دلوں میں پیدا فرما، یا اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر مخلوق کی محبت پر غالب فرما دے یا اللہ آپس کے جھگڑوں سے نجات مرحمت فرما دے، یا اللہ مال کی محبت کو ختم فرما، یا اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے کی توفیق مرحمت فرما۔

"رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ، رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكَافِرِیْنَ، صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ"

❑❑❑

حقوق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس بیان میں

☆......حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ پاک کی عظیم الشان نعمت ہونا۔

☆......حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر کیا کیا حقوق واجب ہیں؟

☆......اوران کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟

☆......حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وجاں نثاری اور کمال اطاعت سے متعلق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

....

حقوق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ آیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ" (سورۃ آل عمران: ۱۶۴)

[حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تلاوت کرے۔ انہیں پاک صاف بنائے۔ اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، جبکہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔]

اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم

اللہ جل جلالہ عم نوالہ نے اس آیت شریفہ میں اپنے ایک بہت بڑے انعام کا تذکرہ فرمایا ہے بطور احسان جتلایا ہے، انعامات تو حق تعالیٰ کے بیشمار ہیں سب دنیا مل کر

گننا چاہے تو گن نہیں سکتی ۔

"وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا" (سورۂ ابراھیم)

[اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار (بھی) نہیں کر سکتے ۔]

آسمان کو پیدا کیا یہ بھی اسکا انعام ہے، زمین کو پیدا کیا یہ بھی اسکا انعام، چاند سورج کو پیدا کیا یہ بھی اسکا انعام، ہوا پانی کو پیدا کیا یہ بھی اسکا انعام، انسانوں کو پیدا کیا یہ بھی انعام، جانوروں کو پیدا کیا یہ بھی انعام، قسم قسم کے پودے لگائے، گھاس، غلہ، سبزہ اگائے، یہ بھی اس کا انعام، غرضکہ بیشمار انعامات ہیں لیکن یہ انعام بڑا عظیم الشان انعام ہے جس کا اس آیت شریفہ میں تذکرہ کیا ہے اسی لئے جو لوگ قواعد عربیہ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں، کہ قد کا داخل کرنا اور قد سے پہلے لام کا داخل کرنا۔

"لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" (سورۂ آل عمران: ۱۶۴)

کس قدر تاکید و توثیق کیلئے ہے گویا کہ جیسے کسی بات کو قسم کھا کر بیان کیا جاتا ہے اس طرح بیان فرمایا، قسم ہے یقین ہے بالکل حق ہے کہ ہم نے انعام کیا ہے، "مَنَّ اللهُ" اللہ نے انعام فرمایا، جبکہ بھیجا اس نے رسول، رسول کو بھیجنا یہ اس کا انعام ہے، اگر رسول کو نہ بھیجتے تو کسی کو کیا پتہ چلتا کہ اللہ تعالیٰ چاہتے کیا ہیں؟ کس چیز میں حق تعالیٰ کی مرضی ہے؟ کس چیز میں ناراضی ہے؟ مرضی و نامرضی کے بتانے والے تو رسول ہی ہیں ہر شخص کو آزاد نہیں چھوڑ دیا گیا ہر شخص کی رائے پر تو نہیں چھوڑ دیا گیا کہ آدمی کے جو کچھ ذہن میں آئے اسکو اختیار کرلے کہ جس بات کو کہدے کہ حق تعالیٰ کی مرضی ہے اس کو اختیار کرلے اور جس چیز کو سمجھے کہ حق تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے اس کو نہ کرے، تو ایسا نہیں کیا گیا ہے بلکہ رسول کو بھیجا گیا انہوں نے انسان کی زندگی کے ہر ہر گوشہ کیلئے ہدایات دیں اور اس قدر تفصیل و توضیح کے ساتھ کہ اس جیسی یا اس سے زیادہ تفصیل و توضیح کسی سے ہو ہی نہیں سکتی جو حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمائی اور وہ امت کے سامنے رکھدی اور وہ بھی سب کی سب ایکدم نہیں بلکہ تئیس

سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا کر کے کہ امت اس کو ہضم کر سکے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا کہ رسول کو مبعوث کیا، جن لوگوں کے پاس میں رسول نہیں پہونچے ایسی کچھ امتیں ممکن ہے گزری ہوں، ایک زمانہ فترۃ کہلاتا ہے جبکہ پچھلے رسول کی ہدایات تو ختم ہوگئیں اور نیا رسول کوئی ابھی تک نہیں آیا امت اندھیرے میں رہی کیا عمل کرلے کیا نہ کرلے ایک کچھ کہتا ہے دوسرا کچھ کہتا ہے سب کی خواہش یکساں تو نہیں ہوتی، اس لئے اس اندھیرے کو دور کرنے کے لئے روشنی دی ہے روشنی کیسی شاندار روشنی کہ اسکی مثال دنیا پیش نہیں کرسکتی رسول کو بھیجا اور رسول بھی انہیں میں سے کسی اور جنس کا نہیں ایسا نہیں کہ انسانوں کا رسول کسی جن کو بنادیا ہو کسی فرشتہ کو بنادیا ہو کہ اس کے جذبات الگ ہوں اور انسان کے الگ، اس واسطے انسان کو رسول بنا کر بھیجا کہ انسانوں کے جذبات میں انسانوں کے جو معاملات ہیں ان کو انسان ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں دوسری نوع دوسری صنف نہیں سمجھ سکتی انسانوں کے لئے کیا چیز نافع ہے کیا چیز مضر ہے کونسی چیز آسان ہے کونسی چیز مشکل ہے اسکو انسان ہی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے اس لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں میں سے ہی رسول بنایا گیا اور انسانوں کیلئے ہی دعوت کے لئے، تفصیلی بیانات کیلئے اخلاقیات کی تکمیل کیلئے تجویز کیا گیا ایک بات آپ حضرات کے مشاہدے میں ہے سب جانتے ہیں جب الیکشن ہوتا ہے تو ہر پارٹی ہر جماعت ایسے شخص کو ووٹ دیتی ہے جو ان کے جذبات ومطالبات کو پورا کرسکے اور جس شخص سے یہ توقع نہ ہو کہ ان کے جذبات کو پورا نہیں کرسکے گا تو اس کو ووٹ نہیں دیتے، اسلئے کہ ووٹ اس کو کیوں دیا جائے ووٹ تو اسی کو دیا جاتا ہے جو ہمارے جذبات کی تکمیل کرے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی صنف میں ایسی جنس میں بنا کر بھیجے گئے جو انسانوں کے جذبات کو اللہ کے سامنے پیش کریں اور اللہ تبارک وتعالیٰ انکے اوپر اپنا فضل وکرم فرمائیں جو چیزیں نامناسب ہیں ان چیزوں سے روکدیں اور جو چیزیں مناسب ہیں ان چیزوں کی ترغیب دیدیں، یہی ترغیب وترہیب ہے جس

کیلئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اس کا بڑا کتنا انعام ہے نہ پیدا کرتا تو کیا کوئی زور تھا؟ زبردستی تھی؟ کچھ نہیں! ہرگز نہیں۔

پہاڑی پر رہنے والے ایک کثیر العمر بزرگ کا واقعہ

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''البدور السافرہ'' میں لکھا ہے، کہ ایک شخص کی پچھلی امتوں میں سے عمر ہوئی پانچسو سال کی عمر ہوئی وہ ایک پہاڑی پر رہتا تھا وہاں ایک اچھے میٹھے پانی کا چشمہ تھا اور ایک انار کا درخت لگا ہوا تھا اس انار کے درخت پر ایک انار روزانہ لگتا تھا اور اس چشمہ کا پانی اس کے استعمال میں آتا تھا اور اتنی مدت تک اس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہمیشہ عبادتوں میں مشغول رہا جب اس کا انتقال ہوگیا اس سے فرمایا گیا کہ جاؤ ہمارے فضل سے جنت میں چلے جاؤ، اس نے کہا اچھا جی اب بھی آپ کا فضل ہی ہے اور میں نے جو پانچ سو برس تک عبادت کی اسکا کہیں تذکرہ نہیں؟ کہا اچھا اگر ایسا چاہتے ہو حساب دینا چاہتے ہو تو آؤ حساب دیدو، ہم نے تجھ کو پیدا کیا بتاؤ تمہارے کونسے عمل کے صلہ میں پیدا کیا کوئی تم نے پہلے نیک کام کئے تھے؟ جس کی وجہ سے ہم نے پیدا کیا محض اپنا فضل تھا ہم نے پہاڑی پر چشمہ پیدا کیا پانی کا، تم نے اس پر کوئی محنت کی تھی؟ کوئی پیسہ خرچ کیا تھا؟ ہم نے انار کا درخت اگایا تم نے بویا تھا؟ ہمیشہ پھل کا ایک موسم ہوتا ہے جس میں وہ پھل درخت پر آیا کرتا ہے انار کا بھی ایسا ہی ایک موسم ہے لیکن تمہاری خاطر ایک انار روزانہ دن میں لگتا جو تمہارے لئے غذا ہوتا تم نے کونسا کام کیا تھا جسکے صلہ میں ہم نے یہ کیا تم اتنے دنوں تک زندہ سلامت رہے کونسے عمل کے صلہ میں؟ تم بیمار نہیں ہوئے حالانکہ اتنی مدت میں انسان طبعی طور پر بیمار ہوتا ہی ہے، لیکن تم بیمار نہیں ہوئے تم نے کونسا کام کیا تھا؟ جسکی وجہ سے تم کو یہ انعام ملا پہلے ہمارے ان انعامات کا حساب دیدو اس کے بعد پھر دیکھیں گے تم کیا کر کے لائے ہو؟ گھبرا اٹھے پریشان ہوئے کہنے لگے ''بس

جی میرے پاس کچھ نہیں بس جی اپنے فضل سے بخش دیجئے''، تو بخشش تو ہوگی فضل سے ہی، اپنے عمل سے بخشش نہیں ہے اپنا عمل ایک بھیک کا پیالہ ہے جیسا فقیر کسی کے دروازہ پر پیالہ لیکر جاتا ہے اور وہ سخی ہو تو اس پیالہ میں اس کو کچھ دیدیتا ہے پیالہ میں پیدا نہیں ہوتا، ملتا ہے دوسرے شخص سے مگر پیالہ کے اندر ملتا ہے حق تعالیٰ کی شان بھی ایسی ہی ہے کہ ہم لوگ تمام عمر تمام دنیا خداوند تعالیٰ کے سامنے بھیک کا پیالہ لیکر کھڑے ہیں دینگے وہ اپنے فضل سے، لیکن عادۃ اللہ جاری ہے کہ فضل کرتے ہیں ایسے شخص پر جنہوں نے ان کی مرضی کے مطابق اعمال صالحہ کئے ہوں، ان کے حکم کو مانا ہو اور جنہوں نے انکے حکم کو نہیں مانا مخالفت کی انکو ناراض کیا ان کے ساتھ معاملہ سختی کا کرتے ہیں، عادۃ اللہ اسی طرح سے جاری ہے۔

دعا کا حکم

اس واسطے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا اور انہوں نے امت کو یہ تعلیم دی کہ اللہ کے سامنے عاجزی کے ساتھ انکے حکم کی تعمیل کرتے رہو مانگتے رہو ان سے اپنے عمل پر نازمت کرو، فخر وغرور مت کرو اپنے آپ کو عاجز و بے کس سمجھتے ہوئے حق تعالیٰ کے سامنے دست سوال بڑھا کر اسکے سامنے مانگتے رہو، دعا کرتے رہو، اللہ کا بھی حکم ہے:

''اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ''

تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا، یہ سب کو ہی حکم ہے جس میں انبیاء علیہم السلام بھی ہیں وہ بھی دعا کیا کرتے تھے اور امتی بھی سب دعا کرتے ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنا بڑا انعام فرمایا اور فرماتے ہیں:

''لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ'' (سبق)

....

یہ انعام مومنین پر فرما، یہ انعام تو حق تعالیٰ کا سب کے لئے ہے، حضور ﷺ تو رحمۃ للعالمین تھے تمام عالموں کے واسطے رحمت، حضور اقدس ﷺ کو "کَافَّةً لِّلنَّاسِ" رسول بنا کر بھیجا گیا سب کی ہدایت کے لئے آئے تھے آپ کا بھیجنا تو سب کے لئے انعام تھا، جانوروں کے لئے بھی انعام کل کائنات کے لئے انعام لیکن خاص طور پر مومنین کو فرمایا گیا۔

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" (سبق)

کہ یقیناً مومنین پر احسان فرمایا۔

اس کہ وجہ یہ ہے کہ چونکہ مومنین نے اس انعام کو سمجھا انعام کا احساس کیا انعام کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کی اور اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا اسکا پورا فائدہ مومنین نے اٹھایا اس لئے کہا گیا:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" (سبق)

اللہ تعالیٰ نے مومنین پر انعام فرمایا جب بڑا انعام ہوتا ہے اسکے موافق اسکا شکر بھی لازم ہوتا ہے، کوئی کسی کو چار پیسے دیدے اسکا شکر اور طرح سے ہے، چار روپیہ دیدے اسکا شکر اور طرح ہزار دے تو اس کا شکر اور طرح، جیسا جیسا انعام بڑھتا جاتا ہے ویسا ویسا اس کا شکریہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے جبکہ یہ انعام بہت بڑا ہے اس کا شکریہ بھی اسی درجہ ادا کرنا لازم ہے۔

شکر نعمتہائے تو
چندانکہ نعمتہائے تو

حقوق مصطفےٰ ﷺ

اسی انعام کے مطابق حضور اقدس ﷺ کے بیشمار حقوق ہیں، ان حقوق کا ادا کرنا یہ اس انعام کا شکریہ ادا کرنا ہے حضور اقدس ﷺ کے حقوق کو شمار کرتے رہئے، دیکھتے رہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال پیش کئے جاتے ہیں اس میں حضور اقدس ﷺ

کے حقوق کو بھی خاص طور پر اہمیت دیجاتی ہے، کہ ہمارے رسول کا کیا حق ادا کیا ان لوگوں نے حضور اقدس ﷺ مبعوث ہوئے چالیس سال کی عمر میں، چالیس سال کی عمر میں آپ پر وحی آنا شروع ہوئی، سرفراز ہوئے وحی الٰہی سے اور چالیس سال کی عمر تک وہاں کے رہنے والے مرد وعورت اپنے غیر سب حضور اقدس ﷺ کیساتھ محبت رکھتے تھے اکرام کرتے تھے احسان کرتے تھے سب کے سب دل سے ان کو چاہتے تھے بجائے اس کے کہ حضور اقدس ﷺ ان سے اسکی درخواست کریں خود انکے دل میں داعیہ تھا اس کا کہ حضور اقدس ﷺ سے محبت کریں، تو حضور اقدس ﷺ کے احسانات اور ان کا جو شکریہ ہے وہ کیا ہے؟ ویسے تو بیشمار ہیں لیکن غور کیا اصولی اور کلی طور پر، تو چند چیزیں سامنے آتی ہیں۔

پہلا حق محبت

حضرت رسول پاک ﷺ کا پہلا حق محبت ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ محبت ایسی ہونی چاہئے کہ دنیا میں کسی سے ایسی محبت نہ ہو، چنانچہ اس محبت کے متعلق خود حدیث میں بھی موجود ہے:

"لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" (مشکوۃ شریف: ۱۲)

ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص تم میں مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک میری محبت اسکے دل میں اس کے ماں باپ اور اولاد سے، سب سے زیادہ نہ ہو جائے لہٰذا سب سے زیادہ محبت حضور اقدس ﷺ کی ہونی چاہئے، محبت ہوگی تو آگے کو اور چیزیں ملیں گی، اور محبت ہی نہیں تو کیا ہوگا؟ کچھ نہیں۔ محبت ہو کس طریقہ پر؟ محبت کسی سے اس کے احسان کی وجہ سے کیجاتی ہے، حضرت نبی کریم ﷺ کا کیا احسان ہے؟ جس کی وجہ سے محبت ہو حضور اقدس ﷺ نے راستہ سیدھا دکھلایا اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کا راستہ بتلانے والے کا کتنا احسان مانتے ہیں۔

کوئی شخص جنگل میں مارا مارا پھرتا ہے پریشان حال ہے راستہ نہیں ملتا کوئی راہبر اس کو مل گیا یا ہاتھ پکڑ کر لے گیا لیجا کر اس کے گھر پہونچا دیا اس کی منزل مقصود پر پہنچا دیا وہ شخص اس کا کتنا شکریہ ادا کرتا ہے وہ؟ ورنہ تو راستہ میں بھیڑیا مل جاتا، شیر مل جاتے سانپ کاٹ لے اور کوئی چیز موذی ہو نیز راستہ میں کھانا پینا کچھ نہیں ہے بھوکا مرے پیاسا مرے ان ساری مصیبتوں سے نجات ملی راستہ جاننے والے کی بدولت، وہ شخص کتنا کتنا احسان مند ہوتا ہے اسکا، تو حضور اقدس ﷺ نے راستہ بتایا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ بتایا کہ زندگی کارآمد بنانے کا راستہ کیا ہے انسان دنیا میں کس مقصد کے لئے بھیجا گیا ہے اس مقصد کو بتایا حضور اقدس ﷺ کا یہ بہت بڑا احسان ہے حضور اقدس ﷺ کا۔ اس عظیم احسان کی وجہ سے حضرت نبی کریم ﷺ سے محبت ضروری ہوئی۔

محبت کی پہچان

اس لئے حضور ﷺ کے ساتھ محبت بھی اعلیٰ درجہ کی ہونی چاہئے۔

محبت آدمی کو اپنے باپ سے بھی ہوتی ہے اپنے بیٹے سے بھی ہوتی ہے لیکن حضور اقدس ﷺ کی محبت ان سب سے زیادہ ہونی چاہئے اور اسکا اندازہ ہوتا ہے اس وقت جبکہ مقابلہ ہو ایک طرف حضور اقدس ﷺ کی محبت کا تقاضہ ہے، دوسری طرف باپ بیٹے بھائی وغیرہ کا تقاضہ، ان دونوں کے مقابلہ کے وقت میں کس کو ترجیح دیتا ہے آدمی؟ اگر ترجیح دیتا ہے حضور اقدس ﷺ کی محبت کو، تو واقعی اس کا دعویٰ صحیح ہے کہ واقعی اسکو حضور اقدس ﷺ سے محبت زیادہ ہے ان کی مثالیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں موجود ہیں۔

انصار مدینہ کی جاں نثاری

حضور اقدس ﷺ جس وقت ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے

پہلا جہاد غزوۂ بدر ہے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور ﷺ نے جمع کر کے فرمایا: کہ میرا معاہدہ تم لوگوں سے یہ تھا کہ اگر مکہ کے لوگوں نے حملہ کیا تو سب مل کر ان کا مقابلہ کرینگے اب میرا ارادہ جو آگے بڑھنے کا ہو رہا ہے حملہ کرنے کا ہو رہا ہے، تم لوگ میرا ساتھ دو گے؟ انصار مدینہ سے پوچھا انصار مدینہ نے جواب دیا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح نہیں کہیں گے۔

"اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْن" (سورۂ مائدہ: ۲۴)

کہ آپ اور آپ کا رب جا کر لڑ لیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں، تو موسیٰ علیہ السلام کی امت نے یہ کہہ دیا تھا مگر ہم ایسے نہیں ہیں، ہم ایسا ہرگز نہیں کہیں گے۔ بلکہ اگر آپ حکم فرمائیں گے، دریاؤں میں گھوڑے ڈالدیں، تو ہم دریاؤں میں گھوڑے ڈالدیں گے، ہم جنگلوں میں جہاں آپ فرمائیں گے چلیں گے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جانتے بھی ہو قتال کیا ہوتا ہے، لڑائی کس طرح ہوتی ہے؟ کہا ہاں یہ تو ہمارا کام ہے لڑائی کیوں نہیں جانتے خوب جانتے ہیں، پوچھا کیسے لڑو گے؟ کہا جس وقت دشمن پچاس قدم کے فاصلہ پر ہوگا تو ہم نیزہ کے ذریعہ سے تیر کمان سے اسکے سینوں کو چھیت ڈالیں گے اور جب وہ قریب آ جائیگا تو تیر کمان اٹھا کر رکھدیں گے نیزوں کے ذریعہ ان کو مار ڈالیں گے جب اور زیادہ قریب آ جائیگا تو تلوار کے ذریعہ سے ان کے سر علیحدہ کر دیں گے جب تیر کے ذریعہ سے لڑائی ہوگی تو اسکا نام ہے ہمارے یہاں "مراحات" اور جب نیزہ کے ذریعہ ہوگی تو اسکا نام ہے "مدافعت" اور جب تلواروں کے ذریعہ ہوگی تو اسکا نام ہے ہمارے یہاں "مقاتلہ" یہ تو ہم لوگ رات دن کرتے رہتے ہیں حضور اقدس ﷺ خوش ہو گئے میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہادر ہیں جانباز ہیں سچے ہیں اپنے دعوی میں، واقعی جاں نثار ہیں۔

غزوۂ بدر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری

غزوۂ بدر میں جب تشریف لے گئے تین سو تیرہ کی تعداد تھی صحابہ کرام کی، حضور اقدس ﷺ

کے ساتھ دو تین تلواریں تھیں ایک یا دو گھوڑے تھے ستر اونٹ تھے، بس انہیں ستر اونٹوں پر نمبر وار سوار ہو کر گئے، بدر کے موقعہ پر جہاں کو قافلہ گزر رہا تھا قریش کا، قریش جو بار بار حملہ کرتے تھے اس کیلئے سامان لیکر آئے تھے شام سے، ایک ہزار کے قریب قریش تھے ادھر مکہ مکرمہ سے آدمی بلا لیئے انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے کہا کہ یہی سامان ہے سارا کا سارا جس سے ہمارے اوپر حملہ کرتے ہیں اسکو ختم کرنا ہے، تو حضور اقدس ﷺ تشریف لے گئے، وہاں پہنچ کر ایک چھپر ڈالدیا تھا حضور اقدس ﷺ کیلئے تاکہ جس شخص کو ضرورت پیش آئے کسی بات کے دریافت کرنے کی، تو حضور اقدس ﷺ کے پاس اس چھپر میں آسانی سے آجایا کرے، حضور اقدس ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی اور خدا کے سامنے دعا کی کہ یا اللہ! یہ پیادہ ہیں انہیں سواری عطا فرما، یا اللہ یہ بھوکے ہیں انہیں کھانا عطا فرما، کئی کئی روز کے فاقہ سے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پھر یہ بھی فرمایا دعا میں یا اللہ! اتنے دن سے محنت کر کے یہ آدمی تیار ہوئے ہیں، اگر یہ ختم ہو گئے قتل ہو گئے، تو تیرا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا بس حضور اقدس ﷺ بس دعا قبول ہوگئی، ان کو دعا کی قبولیت کے انوار نظر آ گئے، دعا قبول ہوگئی اس لڑائی میں حضرت ابوبکر کے بیٹے عبدالرحمن بن ابوبکر مشرکین کی طرف سے تھے اور حضور اقدس ﷺ کی حفاظت کیلئے پہرہ دار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا تھا، ان کی حالت یہ تھی کہ اگر پچاس قدم کے فاصلہ سے کسی مشرک نے حضور اقدس ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو یہ تیر کی طرح دوڑ کر اس پر تلوار لیکر جاتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس طرح سے حضور اقدس ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے، اسلام کو فتح ہوگئی ستر کافر قتل ہوئے ستر قید ہوئے عبدالرحمن بن ابوبکر بھی ان لوگوں میں تھے جو مشرکین تھے، اللہ نے فضل کیا کہ ایک وقت ایسا آیا کہ عبدالرحمن بن ابی بکر بھی اللہ کے فضل سے مسلمان ہو گئے، ایک روز کہنے لگے، ابا بدر کی لڑائی میں آپ میرے نشانہ پر آ گئے تھے میں چاہتا تو قتل کر دیتا لیکن باپ ہونے کا خیال کر گیا کہ آپ باپ ہیں، میں نے اس لحاظ کی وجہ سے قتل نہیں کیا، حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جوش میں آ کر فرمایا تو خیال کر گیا باپ ہونے کا، لیکن اگر میرے نشانہ پر آ تا تو میں تجھے زندہ نہ چھوڑتا میں تجھے ضرور قتل کر دیتا، میں نہ سوچتا کہ تو میرا بیٹا ہے، اور میں تیرا باپ ہوں تیری مجال کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں تلوار لیکر آئے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں بیٹے کی وہ محبت نہیں تھی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرنے کو تیار تھے بیٹے کو۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی کمال محبت وعظمت

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوسفیان کی بیٹی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ابوسفیان اپنی بیٹی کے یہاں گئے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس ملاقات کے لئے، وہاں بستر بچھا ہوا تھا، بیٹی نے باپ کو آتا ہوا دیکھ کر بستر لپیٹ کر رکھدیا کھڑے ہو کر کہنے لگے بیٹی یہ کیا طریقہ ہے؟ دنیا کا دستور تو یہ ہے کہ جب کوئی باپ آتا ہے، تو باپ کے واسطے بستر بچھایا جاتا ہے، تو نے بچھے ہوئے بستر کو لپیٹ کر رکھدیا، میں اس بستر کے قابل نہیں یا بستر میرے قابل نہیں؟ تو کیا جواب دیا بیٹی نے؟ جواب دیا: کہ یہ بستر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے، تم ناپاک ہو نجس ہو، مشرک ہو اس تم قابل نہیں ہو کہ اس پر بیٹھو، باپ کو بیٹھنے نہیں دیا، اس پر اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت زیادہ تھی، باپ سے۔ بہت واقعات ساری زندگی کے نہ مال سے اتنا گہرا تعلق تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہ اولاد سے نہ ماں باپ سے کسی سے نہیں تھا، جتنا تعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا مکان کو گرا دینا

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چلے جا رہے تھے، ایک جگہ دیکھا مکان قبہ نما بنا ہوا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کا مکان ہے، معلوم ہوا کہ فلاں انصاری

کا ہے، چلے گئے پھر جب مجلس میں وہ انصاری حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کے سلام کیا ادھر آ کے سلام کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرۂ مبارک ادھر کو پھیر لیا، وہ سمجھے کہ شاید کسی سے بات کرنے کے واسطے چہرہ ادھر کو پھیرا ہوگا، اٹھ کر اُدھر آئے ادھر آ کر سلام کیا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ ادھر پھیر لیا، اب انہیں فکر ہوگئی کہ نہ یہ بات نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی کسی پاس بیٹھنے والے سے پوچھا کیا بات ہے؟ آج نظریں پھری ہوئی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا بات پیش آ گئی جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے، اس لئے کہ آنحضرت کی عادت شریفہ تھی کہ جس سے خوش ہوتے تھے اس کا بھی اظہار فرمایا کرتے تھے اور جس سے ناراض ہوتے تھے اس سے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمادیا کرتے تھے، تاکہ وہ اپنی اصلاح کر سکے۔ جب ان صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں پھری ہوئی دیکھیں تو بے چین ہو گئے کہ میری طرف سے کیا بات پیش آ گئی؟ یا کسی نے میری کوئی شکایت کی ہے، کسی نے، چونکہ منافقین شکاتیں کرتے رہا کرتے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا تھا، منافقین کو میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شکاتیں میرے پاس نہ لاؤ، میں چاہتا ہوں، جب اپنے صحابہ کے سامنے آؤں تو سب کی طرف سے میرا سینہ صاف ہو، کسی کی طرف سے کوئی کدورت کوئی میل نہ ہو، اس واسطے کہ فیض پہونچنے کے لئے، تو شرط یہ ہے کہ سینہ صاف ہو، اگر دل کے اندر کچھ کدورت ہے، کچھ میل ہے تو پھر فیض نہیں پہونچتا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تو عام طور پر سب کو پہونچتا تھا، لیکن اگر کسی کی طرف سے کدورت پیدا ہو جائے، تو دشواری پیش آتی ہے، اس لئے منع فرمادیا تھا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا: میری کوئی شکایت پہنچی ہے، کسی نے کہا کہ شکایت کی تو ہمیں خبر نہیں، البتہ ایک روز تمہارے مکان کی طرف سے گزر ہوا تھا پوچھا تھا یہ کس کا مکان ہے، بس فوراً الٹے جا کر کدال لیکر مکان کو گرا کر اینٹ پتھر اور ملبہ بھی وہاں سے صاف کر کے جگہ صاف کر دی یہ تھی، محبت کی بات اگر آجکل کے لوگ ہوتے تو پوچھتے کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکان کی وجہ

سے ناراض ہیں، مکان تو سب کے ہوتا ہے، میں نے بنا ہی لیا تو کیا بیجا کیا مکان تو بیوی بچوں کو رکھنے کے لئے ہوا کرتا، گرمی سردی سے حفاظت کی ضرورت، برسات سے حفاظت کی ضرورت ہے، کیا ارادہ ہے، کیا اسے بیچ دوں، کسی کو کرایہ پر دیدوں وہاں کچھ نہیں سوال کیا بلکہ گرادیا مکان کو اور گرا کر آ کر حضور اقدس ﷺ کو کہا بھی نہیں کہ جس کی وجہ سے آپ ﷺ ناخوش تھے، میں نے مکان، گرادیا کچھ نہیں کیا، خود ہی ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کا ادھر کو گزرہوا، فرمایا میں نے یہاں ایک مکان دیکھا تھا، کیا ہوا؟ کسی نے بتلایا، اس طرح سے ہوا، اس وقت حضور اقدس ﷺ کو خبر ہوئی معلوم ہوا کہ مکان سے اس درجہ محبت نہیں تھی، جس قدر حضور اقدس ﷺ سے محبت تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سرخ چادروں کو جلا دینا

سفر میں جارہے ہیں، اونٹوں پر سوار ہیں، حضور اقدس ﷺ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی، اونٹوں پر یمنی چادریں سرخ سرخ پڑی ہوئی ہیں، ایک بہار آرہی ہے، رنگ ہے، منظر ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا، کہ میں دیکھ رہا ہوں، کہ تم لوگوں کی طبیعتیں سرخی کی طرف مائل ہورہی ہیں، سرخ سے مراد یمن کی سرخ چادریں ہیں، بس یہ سننا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اونٹوں سے کود ے اور چادروں کو پھاڑ پھاڑ کر ختم کر ڈالا جس چادر کو حضور اقدس ﷺ پسند نہ فرماویں کہ وہ پہننے کے قابل ہے، ہرگز نہیں۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا انگوٹھی کو پھینک دینا

ایک صحابی حاضر خدمت ہوئے سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے، نبی کریم ﷺ نے دیکھا اوران کے ہاتھ کو اپنے دست مبارک میں لیکر اس انگوٹھی کو لیکر پھینک دیا، فرمایا یہ تو دوزخیوں کا زیور ہے، مرد کیلئے کہاں جائز ہے، اس کے بعد وہ انگوٹھی وہیں پڑی رہی

گزرنے والے گزرتے رہے، کسی نے اس کو نہیں اٹھایا خود ان سے کہا گیا، جن کی انگوٹھی تھی کہ تم یہ انگوٹھی اٹھالو، انہوں نے کہا کہ جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا میں اسکو لیکر کیا کرونگا، میں اس کو نہیں اٹھا سکتا، غور کی بات ہے، جس لباس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہو، اس لباس کو مسلمان کیوں اختیار کرتا ہے، جس صورت وشکل کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا اسکو مسلمان کیوں اختیار کرتا ہے، جس معاملہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے، اس کو مسلمان کیوں اختیار کرتا ہے، اسکے ایمان کا تقاضہ یہ ہے، ایمان کا تقاضہ یہ نہیں ہے، ایمان کا تقاضہ وہ تھا، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جبہ کو جلا دینا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے ریشمی جبہ پہنے ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا یہ تو ناجائز ہے، منع ہے مرد کے لئے، بس یہ گئے تنور میں روٹی پکائی جا رہی تھی، اپنے جبہ کو تنور میں جھونک دیا، جلا ڈالا، اس کے دوسرے روز جب حاضر خدمت ہوئے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ وہ جبہ کیا ہوا؟ کہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جلا دیا، فرمایا کیوں تمہارے لئے ہی تو ناجائز تھا، بچیوں کے کپڑے بنوا دیتے، ان کیلئے تو جائز تھا، یہ مرد کیلئے ناجائز ہے، عوتوں بچیوں کے لئے ناجائز نہیں، لیکن بھائی جس کے دل کو لگی ہوتی ہے، جو چیز میرے محبوب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں ہے، وہ سوچ ہی نہیں سکتا کہ اور کام میں بھی آسکے ہے، وہ تو یہ سمجھے گا کہ جلانے ہی کے قابل ہے، جو آقاء نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہو وہ جلانے کے ہی قابل ہے، وہ رکھنے کے قابل ہے ہی نہیں، اسلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر یہ محبت کا جذبہ سب سے زیادہ تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حق کیا ہے، محبت کی مثالیں تلاش کرنے سے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں ملیں گی، جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا بس اسکو انہوں نے ختم کر ڈالا۔

....

شراب کی ممانعت پر شراب کو گلیوں میں بہادینا

حضور اقدس ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ شراب منع ہے، پہلے شراب پیتے تھے، فرمادیا، آپ ﷺ نے کہ شراب منع ہے، جیسے گلیوں میں گندا پانی نالیوں میں بہتا ہے، اس طرح سے شراب مدینہ طیبہ کی گلیوں میں بہی ہے، جس نے سنا فوراً شراب کو ختم کر دیا، اس واسطے کہ حضور اقدس ﷺ کو ناپسند ہے، تو ایک حق ہوا حضور اقدس ﷺ کا محبت!

دوسرا حق عقیدت

دوسرا حق ہے، حضور اقدس ﷺ کا عقیدت۔ محبت تو طبعی بھی ہوتی ہے، آدمی کو اپنے گھر سے بھی محبت ہوتی ہے اپنی ماں سے محبت اپنے جانوروں سے بھی محبت اپنے ہتھیاروں اوزاروں سے محبت طبعی محبت ہوتی ہے، لیکن حضور اقدس ﷺ کے ساتھ عقیدت بھی ضروری ہے، عقیدہ کا حاصل یہ ہے کہ آدمی یوں طے کرلے فیصلہ کرلے کہ نجات منحصر ہے، حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں جو کچھ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا بالکل یقینی ہے، حق ہے، تو اسی میں نجات ہے، اسکے باہر نجات نہیں، زبان مبارک سے جو نکلی وہ سب صحیح اور سچ نکلی یہ عقیدت ہے، فیصلہ کرلے، میں اپنی زندگی حضور اقدس ﷺ کے حکم کے ماتحت گزاروں گا، یہ ہے یہ عقیدت قلب کے اندر ہوجائے، یہ ہے عقیدت یہ دوسرا حق حضور اقدس ﷺ کا ہوا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی زندگیوں میں اس کی مثالیں بھی ملیں گی ایک تو غیر اختیاری طور پر جی میں یہ آجانا کہ حضور اقدس ﷺ نے جو بات فرمائی وہ حق ہے، ایک اپنے اختیار وارادہ سے اپنی زندگی حضور اقدس ﷺ کے ماتحت گزارنے کا فیصلہ کرلینا جس چیز کو میں کہہ رہا ہوں دوسرا حق وہ دوسری چیز ہے، یہ فیصلہ کرلینا کہ حضور اقدس ﷺ کے حکم کے ماتحت زندگی گزارونگا۔

کوہ صفا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلانِ توحید

اور

ابولہب کا ردعمل

جب آیت شریفہ نازل ہوئی:

"وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" (سورۂ شعراء: ۲۱۴)

[اور (اے پیغمبر!) تم اپنے قریب ترین خاندان کو خبردار کرو۔]

پہلے پہلے تو یہ تھا کہ احکام نازل ہوئے جو آیتیں نازل ہوئیں ان کے اوپر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود تنہا عمل فرماتے تھے، اور پھر یہ حکم ہوا کہ اپنے رشتہ داروں کو خاندان کے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے بس جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ کوہِ صفا پر تشریف لائے اور وہاں تشریف لا کر آپ نے آواز دی اپنے خاندان کے لوگوں کو نام لے لیکر جب نام لے لیکر آوازیں دی ہیں سب کے سب گھبرا گئے کہ ایسی نام بنام آواز تو کبھی نہیں آئی یہ کیا بات ہے، جھپٹے ہوئے آئے، جسکو خود آنے کا موقع نہیں تھا، اس نے دوسرے کو بھیجا کہ تم جا کر دیکھو کیا بات ہے، جب سب جمع ہو گئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے بطور آزمائش کے دریافت فرمایا کہ ایک بات بتاؤ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ یہاں پہاڑ کے دامن میں ایک لشکر دشمن کا پڑا ہوا ہے، صبح ہوتے ہی تم پر حملہ آور ہوگا، تم اگر اپنی خیر چاہتے ہو؟ حفاظت چاہتے ہو؟ تو پہلے سے انتظام کرلو، کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ اس پر سب نے کہا:

"ما جربنا عليك كذبا" (بخاری شریف: ۷۴۳/۲)

کبھی آپ کے متعلق غلط بیانی کا تجربہ نہیں ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو بات نکلی، ہمیشہ سچ نکلی کیا حاصل ہے، اسکا حاصل یہ ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، کوئی دشمن نہیں ایک فرد بھی نہیں، لیکن اگر آپ کہہ رہے ہیں، تو آپ کی بات کو سچا مانیں

گے، یہ چالیس سال آزمانے اور تجربہ کرنے کی بات تھی، کہ حضور اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے کبھی غلط لفظ نکلا ہی نہیں، پھر جب حضور اقدس ﷺ نے پیش کیا:

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

"یٰاَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ تُفْلِحُوْا"

اے لوگو! ایک معبود کو مانو اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ مانو تو تم کامیاب ہو گے، فلاح پاؤ گے، اس مجلس میں جو سب سے زیادہ محبت کرنے والا اور نعرہ لگانے والا محبت کا تھا، ابولہب تھا، جو حضور اقدس ﷺ کا چچا بھی ہوتا تھا، سب سے پہلے اس نے مخالفت کی اس نے انکار کیا اور کہا:

"تَبًّا لَكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا" (بخاری شریف: ۷۴۳/۲)

تمہارے لئے ہلاکت ہو کیا تم نے اسی کام کیلئے ہمیں یہاں اکٹھا کیا تھا، اسکی تردید کے واسطے سورۂ تبت یدا قرآن کریم میں نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے خود تردید فرمائی یہ نہیں فرمایا:

قُلْ "تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ الخ" (سورۂ لھب)

"قل" نہیں فرمایا یہاں، بلکہ اپنی طرف سے خود ہی تردید فرمائی اس کی جہاں تک طبعی محبت تھی، وہ تھی ابولہب کو لیکن طبعی محبت خالی مطلوب نہیں، مطلوب تو شرعی محبت ہے۔

سورۂ تبت الخ۔ پوری سورت کا ترجمہ ملاحظہ ہو: "ہاتھ ابولہب کے برباد ہوں۔ اور وہ خود برباد ہو چکا ہے۔ اس کی دولت اور اس نے جو کمائی کی تھی وہ اس کے کچھ کام نہیں آئی۔ وہ بھڑکتے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی بھی۔ لکڑیاں ڈھوتی ہوئی۔ اپنی گردن میں مونجھ کی رسی لئے ہوئے۔"

شرعی محبت اور اسکی مثال

شرعی محبت کا حاصل کیا ہے، اس اطاعت کے ساتھ کہ نجات حضور اقدس ﷺ کی

تعلیم میں منحصر ہے، یہ فیصلہ کر لینا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے، اسی پر زندگی گزارنی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بچہ برخوردار ابراہیم علیہ السلام سولہ سترہ مہینے کی عمر تھی انتقال ہو گیا، بچہ کی والدہ نے کہا کہ دودھ جوش مار رہا تھا، دودھ پینے کی مدت ختم نہیں ہوئی تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسکو تمہارے دودھ کی حاجت نہیں جنت میں اس کے لئے انتظام ہے، تم کہو تو تم کو اس کی صورت دکھلا دوں، تم کہو تو اس کی آواز سنوا دوں، جس ماں کا سولہ سترہ مہینے کا بچہ انتقال کر جائے، اس کے اندر دودھ بھی جوش مار رہا ہے، محبت بھی جوش مار رہی ہے، اس کی محبت کا حق تھا کہ کیا حال ہے، اس سے اگر کہا جائے کہ بچے کی صورت دیکھنا چاہو تو کیا وہ انکار کر دیگی وہ تو سو تمناؤں سے چاہے گی کہ مجھے صورت دکھلا دی جائے، مگر ماں نے کیا جواب دیا، ماں نے جواب دیا کہ نہیں نہ مجھے صورت دیکھنے کی ضرورت ہے، نہ آواز سننے کی ضرورت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کافی ہے، میرے لئے ورنہ تو اگر آپ کے فرمانے کے بعد بھی صورت دیکھنے کی خواہش کروں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے اپنی آنکھوں پر زیادہ اعتماد ہے، بہ نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے حالانکہ ایمان کا تقاضہ یہ نہیں ہے، تو جو قلبی محبت تھی، وہ کافی نہیں ہے، قلبی محبت کے ساتھ ساتھ عقیدت ضروری یعنی شرعی محبت جس کا نام میں کہہ رہا ہوں، عقیدت کا حاصل یہ ہے، کہ یہ فیصلہ کر لینا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ صحیح ہے، اور میں اپنی زندگی اسی کے مطابق گزارونگا۔

امیہ ابن خلف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا یقین

ایک صحابی ہیں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ وہ مدینہ طیبہ میں رہتے تھے، انصاری تھے، جایا کرتے تھے، کبھی کبھی مکہ مکرمہ، مکہ مکرمہ میں انکا ایک دوست تھا، امیہ اس امیہ کے پاس ٹھہرا کرتے تھے، اور امیہ جب مدینہ طیبہ میں آتا تو ان کے پاس ٹھہرتا تھا، ایک مرتبہ گئے،

معمول کے مطابق امیہ کے پاس ٹھہرے، اور وہاں امیہ سے کہا کہ میرا ارادہ طواف کرنے کا ہے، بیت اللہ کا کونسا وقت مناسب ہے، اس نے بتایا کہ جب دھوپ ذرا تیز ہو جائے، اس وقت میں مناسب ہے، کہا اچھی بات ہے، چنانچہ جب دھوپ تیز ہوگئی، تو طواف کرنے کے لئے گئے، امیہ بھی ساتھ ساتھ وہاں ابوجہل نے دیکھا اس نے امیہ سے کہا یہ کون ہے، تمہارے ساتھ کہا کہ یہ سعد بن معاذؓ ہیں انصاری اچھا ہمارے یہاں کے جو لوگ بھاگ کر گئے ہیں، یعنی ہجرت کر کے گئے ہیں، ان کو تم نے اپنے یہاں پناہ دی ہے، اور یہاں آ کر بڑی آزادی سے طواف کر رہے ہو، تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دیکھ تو نے مجھے طواف سے روکا تو میں تیرا راستہ مدینہ طیبہ کا روک دونگا سال بھر میں ایک مرتبہ یہ قریش شام جایا کرتے تھے، اور یمن ایک مرتبہ جایا کرتے تھے، شام سردی اور گرمی کے زمانے میں الگ الگ ان کے یہ سفر ہوتے تھے، سال بھر کی ضروریات سامان خرید کرلاتے تھے، اور اسی پر پھر گذارہ ہوتا تھا، اور شام جانیکا راستہ مدینہ طیبہ کے قریب ہو کر گذرتا ہے، مدینہ طیبہ ہو کر شام جاتے ہو اس کو روک دونگا، یہ تو ہوتی ہیں نہ دھمکیاں آجکل بھی تو سن رہے ہونگے ایک سلطنت نے دھمکی دی ہے، کہ اگر تم نے ہمارے اوپر حملہ کیا تو ہم یہ کر دیں گے، حملہ ادھر سے ہوگا، ہم بمباری ادھر کریں گے، وہاں بھی یہ صورت تھی، زور سے ڈانٹ کر کہا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے امیہ نے کہا زور سے مت بولے ابوجہل یہاں کا بڑا آدمی ہے، چودھری ہے لوگوں میں اس کی بڑی عزت ہے، اس کی توہین ہوگی، زور سے بولنے میں، تو انہوں نے کہا ہٹ میں نے سنا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ تجھے قتل کریں گے، انہوں نے امیہ کو بھی ڈانٹ دیا امیہ نے کہا کہ مجھے ہاں کہا کہاں قتل کریں گے، کہ یہ نہیں بتلایا، بس اسی وقت سے اس کے جی میں بات بیٹھ گئی، کہ مجھے ضرور قتل کریں گے، حلانکہ ایمان نہیں لایا تھا، کافر تھا مشرک تھا، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس برس تک دیکھ چکا تھا، جو بات فرمائی وہ صحیح تھی۔ سچ تھی۔ اس لئے اس کو پختہ یقین ہوگیا۔

....

گھر آ کر اپنی بیوی سے کہا کہ سعد بن معاذ نے یوں کہا ہے، بیوی نے پوچھا کہ کہاں قتل کریں گے؟ کہا یہ تو نہیں بتلایا کہاں، بس میں مکہ سے باہر نہیں نکلونگا، یہیں پر رہونگا، اسلئے کہ اس وقت تو حضور اقدس ﷺ ہجرت فرما کے مدینہ طیبہ میں رہتے تھے، مسلمانوں کا مکہ آنا مشکل تھا، گویا کہ امن کی جگہ مکہ تھی، یہیں رہونگا، ٹھہر گیا وہیں پھر جب بدر کا وقت آیا ہے، اس وقت ابو جہل نے لوگوں کو ابھارا کہ چلو تمہارا قافلہ آ رہا ہے، شام سے اس کو مسلمان روک رہے ہیں، وہ سارا سامان ختم ہو جائیگا، اسکی حفاظت کرو جا کر لوگوں کو ابھار رہا ہے، قتل پر امیہ سے بھی کہا امیہ نے کہا کہ میں نہیں جاؤنگا، اس واسطے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بتلایا ہے، کہ حضور اقدس ﷺ قتل کر دیں گے تجھکو ابو جہل نے کہا کہ نہیں تم کچھ دور تک چلے چلو پھر چپکے سے واپس آ جانا اس لئے کہ اگر تو نے اب انکار کر دیا تو اور لوگ بھی بیٹھ جائیں گے، امیہ نے آ کر اپنی بیوی سے کہا کہ سامان سفر تیار کر دے مجھے جانا ہے، بیوی نے کہا کہ یاد نہیں رہا کیا کہا تھا سعد بن معاذ نے کہا یاد تو ہے، لیکن میں زیادہ دور نہیں جاؤنگا، جلدی ہی آ جاؤنگا، بیوی کو بھی یقین ہو گیا تھا، اور شوہر کو بھی یقین ہو گیا تھا، کہ حضور اقدس ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے، اسی طرح سے ہو کر رہے گا، بات اب اس سے بچنے کی تدبیریں کر رہے ہیں، یہ فیصلہ نہیں کر رہے کہ اپنی زندگی کو حضور اقدس ﷺ کے تابع کر دیں، غیر اختیاری صدق تو حضور اقدس ﷺ کا ان کے دلوں میں موجود لیکن اپنے اختیار سے اپنی زندگی کو حضور اقدس ﷺ کے ماتحت کر دینے کیلئے تیار نہیں، چنانچہ گئے، اور قتل کی نوبت بھی آئی امیہ کی حضور اقدس ﷺ نے ایک برچھا مارا تھا اس کے جس سے وہ قتل ہوا، خیر تو کہنا یہ تھا کہ حضور اقدس ﷺ کا ایک حق ہے محبت دوسرا حق ہے عقیدت، عقیدت کا حاصل یہ ہے کہ اپنی زندگی کو حضور اقدس ﷺ کے حکم کے تابع کر دینا۔

تیسرا حق اطاعت

تیسرا حق ہے اطاعت یعنی خالی دل کے اندر یہ سوچ لینا کہ میری زندگی حضور ﷺ

کے حکم کے تابع ہے، اس پر قناعت اور کفایت نہ کر لے بلکہ ظاہری طور پر اطاعت بھی کرے، جس طرح سے حکم فرمایا اسکو مانے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ارشاد

یہ معلوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی، یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیکر فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد! اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ بیٹی پیغمبر کی ہوں بخشی جاؤنگی، رو پیہ پیسہ کی ضرورت ہو یہاں دنیا میں مجھ سے لیلے وہاں اپنا عمل کام آئیگا، معلوم ہوا کہ خالی محبت اور عقیدت پر قناعت نہیں کرنی چاہئے، بلکہ اطاعت لازم ہے، جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھیوں کو بھی حکم فرمایا، کہ اس خیال میں نہ رہنا کہ محمد کی پھوپھی ہوں بخشی جاؤنگی، وہاں اپنا عمل کام آئیگا اس لئے عمل کرو۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کمال اطاعت

ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کے مسجد مبارک میں اور منبر پر آ کر فرمایا:

"یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِجْلِسُوا"

اے لوگو! بیٹھ جاؤ بس جس کے کان میں جہاں آواز پہونچی وہیں بیٹھ گیا، کوئی مسجد کے، کنارے پر تھا کوئی صف میں تھا، بس آواز سنتے ہی جو جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا، ایک قدم آگے نہیں بڑھایا اس نے یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر تھے ان تک آواز پہنچی تو وہ مسجد سے باہر وہیں بیٹھ گئے، اطاعت کی شان یہ ہونی چاہئے، ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی اعلیٰ درجہ کی

تھی، اور عقیدت بھی اعلیٰ درجہ کی تھی، مگر اس پر قناعت نہیں کی بلکہ اطاعت بھی اس طرح سے کرتے تھے، یہ نہیں سوچا انہوں نے کہ حضور اقدس ﷺ نے تو مسجد کے اندر والوں کو فرمایا ہے، کہ بیٹھ جاؤ، میں مسجد سے باہر ہوں، اندر جا کر بیٹھ جاؤنگا، کیوں اس واسطے کہ موت کا کیا اعتبار ہے، اور اگر مسجد تک پہونچنے سے پہلے پہلے موت گردن دبالے اور قیامت میں حق تعالیٰ سوال کرلے کہ ہمارے محبوب ہمارے رسول ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ تم نے تعمیل کیوں نہیں کی؟ کیا انہوں نے یہ کہا تھا کہ اندر آ کر بیٹھو اور چونکہ موت کا استحضار حضور اقدس ﷺ کرایا کرتے تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو آنحضرت ﷺ کا ارشاد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ مکان کی دیوار لیپ رہے تھے، انکی والدہ بھی لیپ رہی تھیں، ساتھ ساتھ حضور اقدس ﷺ پاس کو گزرے کیا کر رہے ہو؟ حضور اقدس ﷺ مکان کی دیوار پرانی ہوگئی، لیپ رہا ہوں کہ کچھ اور کھڑی رہے، دیوار حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ موت اس سے قریب تر ہے، دیوار کے متعلق تو رائے قائم کر بھی سکتے ہو کہ کتنے روز تک کھڑی رہے گی لیکن زندگی کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کب تک رہیگی یہ اس واسطے کہ بچوں کی بھی موت آتی ہے، جوانوں کی بھی آتی ہے، بوڑھوں کی بھی آتی ہے، کبھی طاقتور بھی مرتے ہیں، کمزور بھی مرتے ہیں، اچھے بھی مرتے ہیں، بیمار بھی مرتے ہیں، کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی ہے، تو تیسرا حق ہوا اطاعت کا ایک محبت کا دوسرے عقیدت تیسرے اطاعت پھر اس کے بعد بھی قطعی فیصلہ یہ نہیں کرسکتے کہ میں یقینا جنتی ہوں، اس واسطے کہ یہ محبت ہے، تب عقیدت ہے، تب اطاعت ہے، تب یہ سب بھیک کے پیالے میں جو اللہ پاک کے دربار میں حاضر کیئے جاتے ہیں، کہ اے اللہ اس میں تو ہمارے واسطے بھیک عطا فرمادے، اللہ تعالیٰ محبت پر بھیک عطا فرمادے اور بخشدے عقیدت پر بھیک عطا فرمادے تو بخشدے،

اطاعت پر عطا فرما دے، تو بخشدے، اس کی بخشش کا کوئی ضابطہ اور قانون نہیں ہے۔

مولانا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کی وجہ

ایک صاحب مولانا محمود صاحب ان کا نام تھا، مدرس تھے دیوبند میں، ان کا انتقال ہوا، انتقال کے بعد ان کے ایک شاگرد نے ان کو خواب میں دیکھا، پوچھا حضرت کیا گزری حضرت نے فرمایا بخشش ہوگئی، کہا کس بات پہ بخشش ہوئی، بتلایا کہ ایک مرتبہ میرے سامنے کھچڑی لائی گئی کھانے کیلئے اس میں نمک نہیں تھا، پھیکی تھی، میں نے کہا نہیں کہ اس میں نمک نہیں پھیکی ہے، ویسے ہی کھالی کہا اسواسطے نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کا کوئی عیب بیان نہیں کرتے تھے، رغبت ہوئی کھالیا، رغبت نہ ہوئی نہ کھایا، بس اتنی بات پہ بخشش ہوگئی لیکن بھائی یوں نہ سمجھ لینا کہ ساری زندگی میں ایک مرتبہ پھیکی کھچڑی کھا لینے سے بخشش ہوجایا کریگی، اس واسطے کہ مدرس تھے، ساری عمر کتابیں پڑھائی ہیں بڑی بڑی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کی وجہ

بس یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے امام ابوداؤد بڑے جلیل القدر محدث گزرے ان سے کسی نے پوچھا انتقال کے بعد کہ کیسی گزری کہا کہ بخشش ہوگئی، ایک درہم پر درہم تقریباً چار آنے کی برابر وہ کیسے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے چھینک لی چھینک پر کہا اس نے "الحمد لله" میں کسی کام میں مشغول تھا، حکم یہ ہے کہ جب کوئی چھینکنے والا "الحمد لله" کہے، تو سننے والا اس پر کہے: "یرحمک اللہ" تو میں "یرحمک اللہ" نہیں کہہ سکا خیال نہیں رہا، اس کے بعد خیال آیا کہ اوہو یہ تو اس کا حق تھا میرے ذمہ میں جیسے سلام کا جواب دینا "وعلیکم السلام" اس طریق پر جب کوئی شخص چھینکے اور "الحمد لله" کہے تو جواب میں "یرحمک اللہ" کہنا چاہئے، اس کی فکر ہوئی کہ اسکا حق رہ گیا، میرے ذمہ تلاش

کیا تو معلوم ہوا کہ وہ تو دریا کے کنارہ گیا دریا کے پاس گئے وہاں معلوم ہوا کہ کشتی میں بیٹھ کر دریا کے پار چلا گیا تو دوسری کشتی تیار تھی، چار آنے پیسہ اسکا کرایہ تھا، وہ میں نے اسکو دے کر اور اس میں بیٹھ کر گیا اور جا کر ڈھونڈ کر کہا: "یرحمک اللہ" اس بات پر بخشش ہوگئی، تو یہ مقصد نہیں ہے، کہ ان کی زندگی میں صرف "یرحمک اللہ" تھا، اور کچھ تھا ہی نہیں۔

معمولی چیز پر مغفرت کی مثال

بلکہ اس کی مثال بہت ہلکی سی ایسی سمجھئے جیسے الیکشن میں ایک ممبر ایک کنڈیڈیٹ نے ووٹ حاصل کئے ایک ووٹ کی کمی رہ گئی، جو اسکی معیت کا آدمی جسکو وہ کبھی نظر میں نہیں لاتا تھا، حقیر و ذلیل چمار بھنگی ایسا آدمی اس نے سب سے آخر میں آ کر ووٹ دیا جسکے ذریعہ سے اسکے ووٹ زیادہ ہو گئے، کہے کہ صاحب میں تو اسکے ووٹ سے کامیاب ہوا اب اسکا یہ مطلب نہیں کہ صرف بھنگی کا ایک ووٹ تھا اس نے کامیاب بنایا ہے، بلکہ کامیاب تو سب نے بنایا کسر رہ گئی تھی وہ کسر ایک کے ذریعہ سے پوری ہوگئی، یہی صورت یہاں بھی ہے، جگہ جگہ پر آتا ہے، فلاں شخص کو فلاں عمل کی وجہ سے نجات ہوگئی، فلاں عمل کی وجہ سے نجات ہوگئی، یہ مطلب نہیں ہوتا اسکا کہ صرف فلاں عمل تھا، اور کچھ تھا ہی نہیں، ساری زندگی اعمال صالحہ سے بھری ہوئی تھی، کمی ایک تھی، وہ کمی اس کے ذریعہ سے پوری ہوگئی، تو امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی نجات ہوگئی بخشش ہوگئی، ایک درہم میں ایک چونی میں حالانکہ سنن ابو داؤد جیسی کتاب انہوں نے تصنیف فرمائی اور ساری زندگی ان کی حدیث کی خدمت میں گزری وہ کیا بیکار گئی؟ نہیں بیکار نہیں گئی کارآمد ہے، اس زندگی میں ایک چیز یہ بھی ہے، مقصود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی قدر رہو دل سے قدر رہو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی یہ بات تھی وہاں بھی کھچڑی میں بے نمک کی کھچڑی تھی، اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی قدر تھی، اس قدر کی بدولت بخشش ہوئی اس طریق پر یہاں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی قدر تھی، کہ

"یرحمك الله" کہنا چاہئے، جواب میں اسکی بناء پر قدر ہوئی، تو تین حق ہو گئے، اگر ان تین حق کے ادا کرنے کی کوشش کی جائے اور اپنے آپ کو ہر کوشش میں عاجز سمجھتے ہوئے، قصوروار سمجھتے ہوئے، کہ ہم سے یہ ہو ہی نہیں سکا پورا کر نہیں سکے اور زیادہ سے زیادہ کوشش کریں تو انشاء اللہ نجات ہو جائیگی۔

غرور کی مذمت

اور اگر خدانخواستہ فخر پیدا ہو گیا، تو وہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو کہدیا ہے کہ اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ پیغمبر کی بیٹی ہے، وہ تو پسند نہیں، بڑائی پسند نہیں، حدیث شریف میں آتا ہے، کہ جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا، وہ جنت میں نہیں جا سکتا جب تک دوزخ میں جلا جلا کر تکبر نہ نکالدیا جائے، اس لئے وہ تو بڑی خطرناک چیز ہے۔

"لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" (سورۂ آل عمران: ۱۶۴)

بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے یہ احسان عظیم فرمایا ہے مومنین پر، مومنین چونکہ اس کی قدر کرتے ہیں، اس پہ عمل کرتے ہیں، اس لئے مومنین فرمایا، ورنہ احسان تو عام ہے، سب کے لئے ہے، بس دعا کیجئے۔

دعا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے پاک پروردگار! ہم سب کے گناہوں کی بخشش فرما، اللہ! سب کی مغفرت فرما، الہ العالمین! سب کے دلوں میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما، عقیدت عطا فرما، اطاعت عطا فرما، یا اللہ! ہر مخلوق سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دلوں میں

اتار دے، یا اللہ! ہماری پوری زندگی حضور اقدس ﷺ کے حکم کے تابع بنا دے زندگی کے ہر گوشہ کو اتباع سنت سے منور فرما دے، الٰہ العالمین! حضور اقدس ﷺ کی محبت کے مقابلہ میں کسی چیز کی کوئی پرواہ ہمارے قلوب کے اندر باقی نہ رہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

❑❑❑

....

مخلوق پر رحم کرنا

یہ بیان ہفتہ واری تبلیغی اجتماع میں ہوا۔

اس بیان میں

☆......مخلوق پر رحم کرنے کی صورتیں

☆......انسان کی زندگی کا مقصد

☆......حضرت نبی اکرم ﷺ کی محنت

☆......حضرت نبی کریم ﷺ کی زندگی کی سادگی

☆......حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعض مشائخ کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

....

مخلوق پر رحم کرنا

خطبہ مسنون۔ امابعد!

"اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ"

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر

خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

"قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا الخ"

اے لوگو "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہو کامیابی ہوگی ایسی کامیابی ہوگی کہ دنیا میں بھی کامرانی قبر میں بھی کامیابی حشر میں بھی کامیابی اور آخرت کے تمام مراحل میں کامیابی۔

بڑا رحم

اس لحاظ سے بڑا رحم وہ ہے کسی شخص کو کلمہ پڑھا دینا جو کلمہ نہیں جانتا کلمہ پڑھا دیا یا کسی شخص کو نماز سکھا دینا وہ نماز نہیں جانتا نماز سکھا دی کسی شخص کو نماز کا عادی وخوگر بنا دیا ایک شخص ایسا ہے کہ کسی وقت نماز پڑھ لی کسی وقت نہیں پڑھی آپ اسکو نماز کے فرائض بتلا دیں اور اس کو آہستہ آہستہ عادی بناتے ہیں کہ پنجوقتہ نماز کا عادی ہو جائے کسی کو قرآن پاک کی تعلیم دیدینا یہ بھی رحم ہے حدیث شریف کی تعلیم دیدینا یہ بھی رحم ہے فقہی مسائل بتا دینا یہ بھی رحم ہے سب رحم ہی رحم ہے اور ہر شخص یہ بھی نہیں کہہ سکتا ہے کہ میں اس رحم کرنے سے قاصر ہوں ہر ایک شخص کو ہر طرح سے کسی نہ کسی طرح رحم کرنے کا موقع دیا ہے اگر کسی کے

پاس کسی کو دینے کے لئے کچھ نہیں ہے کم از کم کسی اللہ کے بندے کو کلمہ پڑھادے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" اتنا تو سکھا سکتا ہے پیسے نہیں ہیں کسی غریب کو دینے کیلئے نہ ہوں، کچھ مضائقہ نہیں کلمہ تو ہے نصیحت کی باتیں تو ہیں خیر کی باتیں تو ہیں خیر کی باتیں تو سکھا سکتا ہے، کلمہ تو یاد کرا سکتا ہے۔ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ الخ" الحمد شریف، درود شریف تو یاد کرا سکتا ہے۔ کوئی مسئلہ بتا سکتا ہے اس واسطے ارشاد فرمایا۔

"اِرْحَمُوْا من فِي الاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ من في السَّمَاءِ" (مشکوۃ شریف: ۴۲۳/۲)

زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کریگا اسی کو کسی نے یوں کہہ دیا ہے۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

پریشانیوں کا حل

آج دنیا میں کیسی کیسی مصیبتیں آرہی ہیں ہر جگہ پریشانی ہی پریشانی ہے ان پریشانیوں سے مت اثر ہو کر دعاء کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی پریشانیاں دور ہو جائیں مگر کس طرح دور ہوں کہ کس طرح پریشانیاں ختم ہو جائیں یہ اس کا کونسا طریقہ ہے؟ اسکا تذکرہ نہیں کرتے کہ کونسا طریقہ اختیار کیا جائے؟ یہ پریشانیاں آتی کیوں ہیں، اس کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ کون سا راستہ اختیار کیا جائے؟ اسکی فکر ہونی چاہئے اس فکر کی ضرورت ہے۔

جیسے اعمال ویسے حاکم

حدیث میں آیا ہے:

"اَعْمَالُكُمْ عُمَّالُكُمْ" [جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے تمہارے حاکم

ہوں گے۔]

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جیسے انسانوں کے اعمال ہوتے ہیں ویسے ہی ان پر حاکم مسلط ہوتے ہیں اعمال صالحہ ہونگے تو حاکم بھی نیک سالح ہوں گے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہما

قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں دہلی میں انکا مزار بھی ہے، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور ان کے جانشین تھے، جب ان جیسی رعایا تھی، رعایا میں ایسے حضات تھے، تو ان کے بادشاہ بھی سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ جیسے نیک اور صالح متقی و پرہیز گار عادل ومنصف تھے۔

سلطان شمش الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ تھے اس زمانہ میں جس وقت حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا اور ان کا جنازہ لایا گیا تو ان کے ورثاء نے کہا کہ جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھائے کہ جس کی کبھی عشاء سے پہلے کی اور عصر سے پہلے کی چار سنتیں ناغہ نہ ہوئی ہوں، وہ جنازہ کی نماز پڑھائے کہ جس نے کبھی نامحرم کو دیکھا نہ ہو وہ جنازہ کی نماز پڑھائے جس نے کبھی نامحرم کو ہاتھ نہ لگایا ہو حضرت کی وصیت تھی کہ نماز جنازہ ہماری ایسا شخص پڑھائے۔ چنانچہ جنازہ رکھا رہا، کوئی شخص نماز پڑھانے کے لئے آگے نہیں بڑھا، جب دیر ہوگئی، تو جو اس زمانہ کے بادشاہ تھے وہ آگے بڑھے اور انہوں نے نماز پڑھائی۔ اور فرمایا: کہ حضرت شیخ نے راز فاش کردیا۔ الحمد للہ! یہ دولت مجھ کو حاصل ہے۔ سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔

....

جب رعایا میں خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ موجود تھے تو انکو بادشاہ کیسے ملے تھے جیسے سلطان شمس الدین التمش کہ جنکی عمر بھر میں عصر اور عشاء کی چار سنتیں فوت نہیں ہوئیں، جنہوں نے اپنی آنکھ سے نامحرم کو نہیں دیکھا جنہوں نے کبھی کسی نامحرم کو ہاتھ نہیں لگایا آج جیسے ہم ہیں ویسے ہی ہمیں حاکم ملتے ہیں بجائے اسکے کہ حاکموں کا گلہ اور شکوہ کیا جائے اور ان کو برا کہا جائے اپنے اعمال کو درست کرنے کی ضرورت ہے ہم نے اگر اپنے اعمال درست نہ کئے اور حاکموں کو برا کہا اور حاکم کچھ دنوں کو بدل بھی گئے تو ضروری نہیں کہ دوسرے حاکم اچھے آئیں کیا خبر ہے کیسے آئیں اس سے بھی بدتر آئیں تو کیا ہوگا؟ اس لئے کہ

رحمت حاصل کرنے کا طریقہ

حق تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ زمین والوں پر رحم کیا جائے، تو آسمان والا رحم کرتا ہے۔ اور رحم کا سب سے اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ عذاب نار سے بچانے کی کوشش کی جائے جہنم میں "خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا"، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے اگر ایمان نہ لائے اور بغیر ایمان کے دنیا سے رخت ہو گئے اس سے بچالیا جائے۔ جو شخص غیر اللہ کے سامنے پرستش کرتا ہے ہاتھ جوڑ کر ماتھا ٹیکتا ہے اس کو وہاں سے ہٹا کر خالق کے سامنے لایا جائے کہ خالق کے سامنے عبادت کرے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ہمارے بزرگ استاذ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ بیمار تھے اس بیماری میں انتقال بھی ہوگیا جب بیمار تھے کچھ لوگ آئے عیادت کیلئے حضرت مولانا نے پوچھا کہ آپ حضرات کہاں سے آئے ہیں؟ وہ گردن جھکا کر

کھڑے ہو گئے۔ حضرت نے فرمایا آپ میرے سامنے سر جھکاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکائیے۔ ایسے طریقہ پر کہا کہ سب کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اپنے سامنے سر جھکانے تک کے روادار نہیں تھے کہ میرے سامنے کوئی سر جھکا کر بھی کھڑا ہو جائے اللہ کے سامنے سر جھکانا چاہیئے تو مخلوق سے ہٹا کر خالق کی طرف متوجہ کر دینا خالق کی عبادت کی طرف لگا دینا یہ سب سے بڑا رحم ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے، جو ایمان سے مشرف ہوئے، ایک لاکھ چوبیس ہزار یہ وہی لوگ ہیں جن کو مخلوق کی جانب سے ہٹا کر خالق کی طرف متوجہ کیا تھا بیت اللہ شریف کے اندر بت رکھے ہوئے تھے ان کی پرستش ہوتی تھی ان کی پرستش سے ہٹا کر مالک الملک کی طرف متوجہ کیا ذرا ذرا سی چیزوں کو پوجا جاتا تھا عمران بن حصین کے والد حصین روزانہ بت بدلتے رہتے تھے آج ایک بت کی پرستش کی ہے کل کو دوسرے کی پرسوں تیسرے کی اونٹ پر سفر کر رہے ہیں جو ذرا اچھا صاف سا پتھر نظر پڑا اسے ہی اٹھا لیا اور جو یہ پچھلا تھا اسکو پھینک دیا یہ حالت تھی بتوں کی پوجا پاٹ کی، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سے ہٹا کر ایک مالک الملک جو تمام عالم کا زمین کا آسمان کا چاند کا سورج کا ستاروں کا ہوا کا پانی کا ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے ہر چیز اسکے قبضۂ قدرت میں ہے اسکی عبادت کی طرف متوجہ فرمایا اور اس سے ہم لوگوں کو کتنا بڑا فائدہ ہوا پشتہا پشت سے دادا پردادا کے وقت سے بتوں کی پوجا کرتے چلے آ رہے تھے وہاں سے ہٹکر مالک الملک کو جانا پہچانا کون ذات عالی ہے جسکے سامنے سر جھکانے کی

ضرورت ہے جس نے سب کو پیدا کیا ہے سب کی روزی جس کے قبضہ میں ہے اس کے سامنے سر جھکانے کی ضرورت ہے یہ اجتماع ہفتہ میں ایک بار آپ حضرات کے یہاں ہوتا ہے۔ بہت بڑی خیر کی چیز ہے برکت کی چیز ہے اس میں یہی ہے کہ مخلوق خدا پر رحم کرنا سکھایا جائے، مسلمان اسی لئے دنیا میں آیا ہے، اس لئے نہیں آیا کہ روپیہ بٹور بٹور کر جمع کرلے۔ اور اسی میں برابر لگا رہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور اشاعت اسلام

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جن کو عمر ثانی کہا جاتا ہے ان کے ایک عامل نے اطلاع دی کہ قانون اسلام کا یہ ہے کہ جو شخص اسلام قبول کرلیتا ہے اس سے جزیہ ساقط کر دیا جاتا ہے جزیہ وہ محصول ہے کہ جو شخص مسلمان کی رعیت بن کر رہتا ہے مسلمان اس کی جان ومال وآبرو کی حفاظت کرتے ہیں یہ اسکا معاوضہ ہے۔ بہت تھوڑا سا بہت معمولی سا جو شخص اسلام قبول کرلیتا ہے اس سے جزیہ ساقط کر دیا جاتا ہے جزیہ معاف کر دیا جاتا ہے ان کے عامل نے اطلاع کی بیت المال خالی رہ گیا ہے، بیت المال میں کوئی پیسہ نہیں ہے، لہٰذا یہ جو قانون ہے کہ جو شخص اسلام قبول کرلیتا ہے اس سے جزیہ ساقط کر دیا جاتا ہے اس قانون کو ختم کر دیا جائے تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: "ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم قد بعث بهذا الحديث" ارے اللہ کے بندے اتنا تو سوچ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روپیہ اکٹھا کرنے کیلئے آئے تھے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انکو بھیجا ہے ہدایت کرنے کے لئے نہ کہ روپیہ جمع کرنے کیلئے بیت المال خالی رہ گیا پڑا خالی رہ جائے اس کی پرواہ مت کر و حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس مشن کو لیکر آئے تھے وہ مشن تو چل رہا ہے دین اسلام تو پھیل رہا ہے اس کی تو اشاعت ہو رہی ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

روپیہ جمع کرنے کے لئے نہیں آئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جزیہ واپس کرنا

وہاں تو یہ حال تھا کہ ایک جگہ یہودیوں کی بستی تھی اس بستی والے مسلمانوں کے ماتحت ہی تھے، ایک روز کچھ ڈاکو آئے، اور ڈاکوؤں نے ان کو لوٹ لیا تو اس سال جو جزیہ لیا گیا تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معاف کر دیا اور کہا کہ یہ تو ہم اس واسطے لیتے تھے کہ تمہاری حفاظت ہو ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکے تو ہمیں اس کے لینے کا کیا حق ہے اسکی ضرورت نہیں ہے اور جتنا جس پر متعین کیا جاتا اس سے زیادہ نہیں لیا جاتا تھا ایک دفعہ ملک شام سے ایک انصاری آیا بوڑھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد سے نماز پڑھ کر نکل رہے تھے دور سے آتا ہوا اس کو دیکھ کر دور سے ہی کہدیا: "فقد اتاك الفور" لوٹ جاؤ تمہارا کام پورا ہو گیا اپنے پاس تک آنے نہیں دیا، وہ واپس ہو گیا اور دل ہی دل میں آہستہ آہستہ زبانی گالی دیتا گیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو، کہ منصف ہیں یہ متقی ہیں یہ عادل ہیں میں اتنی دور سے چل کر آیا ہوں میری بات تک نہیں سنی کہ کیوں آیا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ وہاں جو عامل ہیں ان کی شکایت لیکر آیا تھا، جب وہ واپس گیا وہاں ان کے عامل کا آدمی ان کے پاس آیا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے تم کہاں تھے؟ ہم تو تم کو تلاش کر رہے تھے کئی روز سے تلاش کر رہے تھے، یہ محصول زیادہ آ گیا تھا یہ واپس لو اسکا محصول واپس کرنے کے لئے ان کا عامل تلاش کر رہا تھا، لہٰذا جزیہ اگر وصول نہیں ہوتا اسلام تو پھیلتا ہے دین کی تو اشاعت ہوتی ہے جزیہ نہ وصول ہوتا ہے نہ وصول ہو بیت المال خالی رہ گیا ہے پڑا خالی رہ جائے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو بیت المال میں جھاڑو دیکر صاف کر دیا اور وہاں جا کر دو رکعت نماز ادا کی تھی یہ تھوڑا ہی ہے کہ روپیہ جمع رہے روپیہ تو ضرورت کے لئے ہے جتنی ضرورت تھی وہ پوری

ہوجاتی تھی اس لئے اپنے بھائیوں پر رحم کرنے کی ضرورت ہے۔ اور رحم کرنے کی یہی صورت ہے۔

حاجی عبدالرحمن نومسلم کی تبلیغ اسلام

ایک شخص جارہا ہے اپنا حقہ لئے ہوئے حقہ پیتا ہے وہ ہمارے اطراف کی بات ہے ایک حاجی عبدالرحمن صاحب تھے نومسلم تھے اس نے دیکھا کہ یہ مسلمان ہوجائیگا بس گئے اس کے پاس کہو دوست خیریت تو ہے کہا: ہاں! کیا ہورہا ہے؟ اس سے سلام کلام کیا مصافحہ ملایا اور بات چیت شروع کردی بات چیت کرتے کرتے پانچ سات قدم آگے چلے تھے کہ اسے لے آئے اس نے کہا کہ مجھے مسلمان کرلو کہا اچھی بات ہے اس لئے وہاں بھی ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو مسلمان کیا اسی سفر میں ایک صاحب نے بیان کیا کہ ساڑھے چار ہزار آدمی میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں اتنی بڑی تعداد کو دوزخ سے بچالیا جائے جنت کا حقدار بنادیا جائے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی فہرست سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں داخل کردیا جائے بہت بڑی چیز ہے۔

مسلمان کا دنیا میں آنے کا مقصد

یہ مسلمان دنیا میں کس واسطے آیا ہے کہ خود مصیبت اٹھا کر دوسروں کو راحت پہونچائے خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھانا کھلائے خود پریشان ہوکر دوسروں کو اطمینان دلائے اسلئے آیا ہے یہ راستہ ہم لوگوں نے چھوڑ دیا جس کی وجہ سے پریشانیاں لاحق ہورہی ہیں جس مقصد کے لئے حق تعالیٰ نے پیدا کیا تھا اس مقصد کو پورا نہ کرکے روپیہ جمع کرنے کی فکر میں لگ گئے کسی کو فکر ہے کہ میری دکان شاندار ہوجائے کسی کو فکر ہے کہ مجھے موٹر اعلیٰ درجہ کی مل جائے کسی کو فکر ہے کہ مجھے مکان مل جائے کسی کو فکر ہے مجھے زمین مل جائے

میں باغ لگالوں غرض یہ کہ اپنے اپنے ذہن میں سوچ سوچ کر پلان بنا رکھے ہیں لیکن یہ پلان کسی کے ذہن میں نہیں کہ میرے ہاتھ پر لوگ مسلمان ہوجائیں یہ لوگ جہنم سے بچ جائیں دوزخ سے بچ جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے بن جائیں یہ پلان کسی کے ذہن میں نہیں ہے تو جوجس کام کے لئے بھیجا گیا تھا اس کام کو تو ذہن سے نکال دیا اور جو دوسری چیزیں ہیں جن کے لئے بھیجا نہیں گیا تھا بلکہ ان کے استعمال کی اجازت دی تھی کہ تم ان کو وقت ضرورت استعمال کرسکتے ہو ان چیزوں کو اپنا پلان بنالیا مکان بنانے کے لئے بھیجا نہیں گیا انسان کو اجازت دیدی کہ تمہیں بنانے مکان کی ضرورت ہو رہنے سہنے کے لئے تو مکان بناسکتے ہو مگر کس طرح سے بناؤ۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان

حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کیلئے اٹھے وہیں برابر میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئیں ہیں، زوجہ مطہرہ کے اس حجرہ شریف میں اتنی جگہ نہیں تھی جو پیر پھیلا کر پورے طور پر لیٹ سکیں نماز پڑھتے جب سجدے میں جاتے تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پیروں کو ہاتھوں سے اشارہ کرتے وہ پیر سکوڑ لیتیں تو سجدے کی جگہ ہوتی تھی ذرا آدمی سر سیدھا کر کے ہاتھ اٹھائے تو ہاتھ چھت کو لگ جاتا تھا اونچا اتنا پھلاؤ اتنا ضرورت اتنے سے پوری ہوجاتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس

لباس کے واسطے عام طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معمول ہوتا تھا ایک لنگی باندھ لی ایک چادر اوڑھ لی کرتا بھی استعمال فرمایا ہے آپ نے پائجامہ بھی خریدا ہے لیکن عامۃً

استعمال یہ تھا کہ کم سے کم ضرورت پوری کرنے کے کیلئے کفایت کرنا اس کام کیلئے مسلمان کو دنیا میں بھیجا کم از کم پر قناعت کر کے کفایت کر کے اور اپنے وقت کو اپنے مال و دولت کو اپنی ساری قوتوں کو خدا کے دین کی خاطر خرچ کرے، اس کو چھوڑ دیا اس کو یاد دلانا ہے ہم کا ہے کیلئے پیدا کئے گئے ہیں؟

یہ اجتماع اسی مقصد کیلئے ہوتا ہے کہ ہماری ساری زندگی درست ہو جائے اور زندگی کے درست ہو جانے کا حاصل یہی ہے کہ جس کام کیلئے زندگی عطا ہوتی ہے وہ کام اختیار کر لیا جائے وہ کام اختیار کر لیں گے تو کام ٹھیک رہے گا ایک قسم کے کھانے پر قناعت نہیں کی جاتی آٹھ قسم کا دس قسم کا بارہ قسم کا کھانا دسترخوان پر ہوتا ہے اسلئے تو نہیں بھیجے گئے مسلمانوں کو اسکی فکر زیادہ ہے کہ انکے دسترخوان پر زیادہ سے زیادہ قسم کے کھانے رکھے ہوں زیادہ سے زیادہ لباس ہوں عمدہ سے عمدہ گاڑی ہو عمدہ سے عمدہ میری بلڈنگ ہو عمدہ سے عمدہ میری دکان ہو ان چیزوں کی فکر میں لگ گیا ہے حالانکہ یہ چیزیں مقصود نہیں ہیں اصل جو چیز ہے وہ دین ہے۔

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" (سورۃ الذاریات:۲۷)

[اور میں نے جنات اور انسانوں کو اس کے سوا کسی اور کام کے لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے جنات کو اور انسانوں کو جو پیدا کیا ہے عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اس عبادت کے واسطے ضرورت پیش آتی ہے مکان کی مکان کے بھی بنانے کی اجازت دیدی ضرورت پیش آتی ہے کپڑے کی، کپڑا پہننے کی اور کپڑا بنانے کی بھی اجازت دیدی ضرورت پیش آتی ہے کھانے کی تو کھانے کی بھی اجازت دیدی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے ایک دوست بے تکلف آ گئے مہمان

وہ بھی کھانے میں شریک ہو گئے، شریک کرلیا انکو بھی تو وہ کہنے لگے سعتر بھی ہوتا تو کیسے مزے سے کھاتے کھانا کیا تھا سوکھی روٹی کے ٹکڑے اور نمک کی ڈلی پاس رکھی ہوئی تھی ایک ٹکڑا دانت سے دبایا کٹ سے وہ ٹوٹا اور نمک کی ڈلی اٹھا کر منہ میں رکھ لی یہ چبا کر نگل لیا یہ کھانا تھا پہلے سعتر ہوتا تھا جیسے مل مل کر کھاتے تھے سعتر ایک قسم کی گھاس ہے جس میں چڑچڑا پن ہوتا ہے جیسے پودینہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اٹھے اور بازار سے خرید کر لائے اور کھانا کھایا بڑے مزے کے ساتھ میں روٹی کا ٹکڑا دانت سے توڑتے تھے نمک کی ڈلی دانت کے نیچے رکھ کر توڑتے تھے اور سعتر کی پتی بھی چباتے تھے اس طرح تین چیزوں سے مل کر وہ کھانا تیار ہوگیا تھا کھانے کے بعد وہ مہمان کہنے لگے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَنَّعْنَا بِمَا حَضَرَ"

اللہ کیلئے حمد ہے کہ جس نے ہمیں قناعت دی ماحضر پر جو موجود تھا اس پر قناعت دی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بولے اگر تجھے ماحضر پر قناعت ہوتی تو میرا وضو کا لوٹا گروی نہ رکھوا تا پیسہ پاس نہیں تھا جو سعتر لائے اپنا لوٹا جس کی ضرورت پانچوں وقت پیش آتی ہے وہ لوٹا رہن رکھ کر لیکر آئے تھے یہ شان تھی ان حضرات کی ان حضرات کے ذریعہ سے دین اسلام فروغ پایا دین اسلام کی اشاعت ہوئی آج ہم لوگ ان کے طریقہ کو بالکل بھول گئے نہ پڑھتے ہیں نہ کتابوں میں دیکھتے ہیں اور آگے ان کی حرص کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

آٹا روٹی لئے گیا

ایک صاحب کی بیوی نے آٹا گوندھا اور طشت میں رکھ کر گئی پڑوس میں آگ لینے کے لئے اتنی دیر میں ایک سائل آیا سائل نے کہا اللہ کے نام پر دیدو انھوں نے وہ طشت اٹھا کر اسکے حوالہ کر دیا جو آٹا گوندھا ہوا رکھا تھا بھئی اور تو کچھ ہے نہیں یہ ہے پکا لیجئے

روٹی وہ لیکر چلا گیا اب بیوی آئی اس نے کہا: میں یہاں آٹا گوندھ کر رکھ کر گئی تھی وہ کیا ہوا انہوں نے کہا وہ روٹی پکنے گیا ہے روٹی پکنے گیا ہے اس نے کہا واقعی بتا دو کیا ہوا مذاق نہیں واقعی اسکی روٹی پکے گی ایک سائل آیا تھا سائل نے سوال کیا میں نے اسکو دیدیا کہنے لگی اللہ تمہارے اوپر رحم کرے گھر میں تو بچوں کے کھانے کیلئے کچھ ہے بھی نہیں انہوں نے کہا ہو یا نہ ہو مجھے اس کی خبر نہیں باقی میرے سامنے آٹا گوندھا ہوا رکھا تھا عورت نے کہا: کہ یہ کہہ دیتے کہ گھر میں کچھ نہیں ہے ۔ انہوں نے کہا یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا تھا ہمارا ابھی یہ حال ہے گھر میں جیب میں ہاتھ میں کوئی چیز موجود ہو اور پھر بھی ہم کہہ دیتے ہیں کہ ہے نہیں دینے کو ان کی غیرت نے گوارہ نہیں کیا کہدیتے کہ ہے نہیں حالانکہ موجود ہے یہ بات کر ہی رہے تھے کہ ایک شخص آیا اس نے آ کر آواز دی اور ایک کپڑے میں روٹیاں لپٹی ہوئی گرم گرم لیکر آیا اور ایک بڑا پیالہ سالن کا بھی لیکر آیا، اب بیوی کہنے لگی یہ تو واقعی روٹی پکنے کیلئے گیا تھا اور میں تو اتنی جلدی پکا بھی نہ سکتی تھی جتنی جلدی اس کی روٹی پک کر آ گئیں اور یہ تو سالن بھی لیکر آیا ہے یہ آٹا سالن بھی لیکر آیا ہے انکا معاملہ حق تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ یہ تھا کہ ایک سائل آ کر سوال کرتا ہے تو وہ شخص اپنے یہاں کھانے پینے کی چیزیں بھی اٹھا کر دے دیتے ہیں اور حق تعالیٰ کا معاملہ انکے ساتھ یہ کہ دوبارہ روٹی پکی پکائی مع سالن کے بھیجدیں تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنا معاملہ اپنے مالک الملک کے ساتھ صحیح کریں اپنا معاملہ اس کے ساتھ صحیح کریں گے تو اس کی طرف سے بڑی رحمتیں ہونگی۔

چغل خور کی وجہ سے بارش نہ ہونا

ایک کتاب میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ بارش نہیں ہو رہی تھی تو اس زمانہ کے نبی اپنی امت کو لیکر باہر نکلے آبادی سے جنگل میں گئے اور وہاں نماز پڑھی دعائیں کیں خدا کے سامنے روئے امت بھی رو رہی ہے نبی بھی رو رہے ہیں چالیس دن گذر گئے بارش نہیں ہوئی

ان پیغمبر نے کہا کہ اے اللہ کیا بات ہے چالیس دن ہو گئے دعا کرتے کرتے دعا قبول نہیں
ہوتی تو وہاں سے جواب ملا کہ چالیس برس بھی دعا کرتے رہو گے تو قبول نہیں ہوگی کہا اللہ
کیا بات ہے وہاں سے فرمایا کہ تمہاری جماعت میں ایک بندہ ہے جس کے اندر چغل خوری
کی عادت ہے اس کی بات اس سے کہدیتا ہے اس کی اس سے کہدیتا ہے۔ دلوں میں
نفرت پیدا کرادیتا ہے جب دعا کرتے ہو تو دعا آسمان تک پہنچ جاتی ہے اس کی چغل
خوری کی نحوست دروازہ روک کرکھڑی ہو جاتی ہے دعاءاوپر نہیں چڑھ پاتی تو انہوں نے
عرض کیا کہ اچھا ہمیں اس بندے کا نام بتلا دیجئے تاکہ ہم اس کو اپنی مجلس سے الگ کردیں
پھر تو دعاء قبول ہوگی فرمایا کتنے بھولے آدمی ہو تم ہم چغل خوری کو پسند نہیں کرتے تو کیا ہم
خود اپنے بندے کی چغلی کریں فرمایا اچھا تو پھر امت میں اعلان کیا کہا کہ جو تم میں چغل خور
ہے وہ یہاں سے اٹھ جائے اگر نہیں اٹھے گا تو ایک ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر ہم اٹھائیں گے
اور جس کے اٹھنے سے بارش ہوجائیگی تو ہم سمجھ جائیں گے یہ ہی تھا چغل خور جس کی وجہ سے
ساری امت کی دعا رد ہو رہی ہے اور وہ نہیں اٹھا لیکن اس نے کیا کیا؟ جو چغل خور تھا اس
نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ تو نے اب تک میرے عیب پر پردہ ڈالا کسی
پر ظاہر نہیں فرمایا کہ کون ہے وہ چغل خور میں منحوس ہوں میں سزاوار ہوں خطا کار ہوں میری
خطا کو معاف فرمادے میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ چغلی نہیں کرونگا توبہ کرتا ہوں دل دل میں
اللہ تبارک وتعالیٰ سے معاملہ کیا اور آنکھ سے رو کر آنسو بھی نکلے اتنے میں بادل آیا اور بارش
ہوگئی ان پیغمبر نے عرض کیا کہ باری تعالیٰ ابھی تک تو کوئی اٹھا بھی نہیں اس مجلس میں سے وہ
شخص یہیں ہے موجود ہے جسکی وجہ سے بارش نہیں ہو رہی تھی یہ بارش کیسے ہوگئی فرمایا کہ
ہمارے بندے نے ہم سے صلح کرلی، پہلے تو لڑائی کر رکھی تھی اب صلح کرلی تو پھر پوچھا کہ اب
تو بتلا دیجئے کون نیک بندہ ہے جس کی صلح کی وجہ سے بارش ہوگئی ساری مخلوق پر رحم ہوا تو فرمایا
جب اس نے ہم سے لڑائی کر رکھی تھی تو ہم نے اس وقت اس کے عیب کو ظاہر نہیں کیا آج

جب اس نے صلح کر لی تو ہم اسکے عیب کو ظاہر کریں گے ایسا نہیں ہوسکتا ہم لوگ ایک دوسرے کی برائی کرتے پھریں اچھے خاصے دو آدمیوں کے درمیان نفرت پیدا کرادیں لڑائی پیدا کرادیں بے اعتمادی پیدا کرادیں۔

اپنی اور امت کی اصلاح کی فکر

اسلئے بارش نہ ہونے اور دوسری مصیبتوں کے آنیکی وجہ جو ہیں وہ ہماری اپنی بداعمالیاں ہیں ان بداعمالیوں کی اصلاح کی بھی ضرورت ہے اور اس میں کسی دوسرے کے پاس جانے کی زیادہ ضرورت نہیں خود مالک الملک سے اپنا معاملہ درست فرمائیں کسی کا مالی حق ہو اس کو ادا کرنا، جانی حق ہو اس کو ادا کرنا، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حقوق دبا رکھے ہوں ان کو ادا کرنا، خداوند تعالیٰ کے حقوق کو ادا نہیں کیا جاتا ان کے ادا کرنے کی کوشش کرنا اسی طریقہ پر حقوق ادا ہوتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں تو مسلمان جس مقصد کے لئے دنیا میں بھیجا گیا تھا وہ مقصد مسلمان نے کھو دیا، ضائع کر دیا حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک ایک شخص بھی "اللہ اللہ" کہنے والا موجود رہے گا تو ایک شخص کے "اللہ اللہ" کہنے سے زمین و آسمان قائم ہیں "اللہ اللہ" کہنے کی ایسی برکت ہے ذکر کی ایسی برکت ہے اللہ پاک کے نام کی ایسی برکت ہے تو ذکر ہم نے چھوڑ دیا گناہوں میں ہم مبتلا ہیں اور اس کی وجہ سے جو نحوستیں پھیلتی ہیں جو آفتیں آتی ہیں وہ آرہی ہیں ان کی طرف توجہ نہیں اگر ہے تو کیا سوچی سمجھی تدبیروں کے ماتحت ہے، اس کی تدبیر یہ ہونی چاہئے حالانکہ جو تدبیر وہاں سے بتلائی گئی ہے یہ کہ اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور دعائیں مانگیں اور مخلوق خدا پر رحم کریں اللہ تعالیٰ رحم فرمائیگا اور کچھ آپ حضرات کو تشکیل وغیرہ کرنی ہو جماعت کی کرلیں۔

....

دعا

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس دعا سے پہلے اور بعد میں درود شریف نہ ہو وہ دعا اوپر نہیں جاتی اس لئے دعا کے آداب میں سے ہے درود شریف پہلے پڑھا جائے اور بعد میں بھی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ... رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ رَبَّنَا لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔ رَبَّنَا لَاتُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْاَخْطَاْنَا، رَبَّنَا لَاتَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ رَبَّنَا وَلَاتُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَتَ لَنَا بِہٖ وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْلَنَا، وَارْحَمْنَا، اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔

اے پاک پروردگار! ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما، الٰہی! رحم وکرم کا معاملہ فرما، خیر کا معاملہ فرما، الہ العالمین! ہم سب کی خطاؤں کو بخش دے، پرانی بھی نئی بھی اور ہمیں متوجہ فرما دے جس کام کیلئے تو نے پیدا کیا ہے اس کام کی کوشش میں لگ جائیں، الہ العالمین! تمام دنیا میں جہاں جہاں مظالم ہو رہے ہیں ان کو روک دے، ظالم کا ہاتھ پکڑ لے مظلوموں کی نصرت فرما دے، الہ العالمین! یہ سب کچھ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہو رہا ہے، اے پاک پروردگار! ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہمیں توبہ کرنے کی توفیق مرحمت فرما، جن ہمارے بھائیوں نے بزرگوں نے نام لکھائے ہیں یا اللہ! ان کے ارادوں میں استقرار اور استقامت عطا فرما، الہ العالمین! ان کے ان

ارادوں کو قبول فرما، جنہوں نے نام نہیں لکھائے ہیں ان کو نام لکھانے کی توفیق مرحمت فرما، الٰہ العالمین! اس دین کو فروغ عطا فرما۔ ہم کو اور پوری امت کو دین پر محنت کرنے کی پوری توفیق مرحمت فرما۔

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

❑❑❑